مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ
خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝
(احزاب رکوع ۵)

شانِ خاتم النبیین

تقریر

جلسہ سالانہ ربوہ۔ دسمبر سنہ ۱۹۵۲ء

:- وخلاصہ تقریر سنہ ۱۹۵۴ء :-

از

قاضی محمد نذیر صاحب فاضل سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

الناشر:- ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

تعدادِ طبع پانچ ہزار | سنِ اشاعت سنہ ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

قادیان کے کسی جلسہ سالانہ پر مَیں نے ایک دفعہ "حقیقتِ نبوت" کے موضوع پر تقریر کی۔ تقریر کے بعد میرے محترم بزرگ اور دلی دوست حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تقریر خواہ کتنی فصیح و بلیغ ہو ہَوا میں اُڑ جاتی ہے۔ لہٰذا تمہیں کوئی ایسی کتاب لکھنی چاہیئے جس سے آئندہ نسلیں فائدہ اُٹھائیں۔

۱۹۵۲ء کے جلسہ سالانہ ربوہ میں مجھے حسنِ اتفاق سے تقریر کرنے کا موقع میسّر آیا۔ جو بعض احباب کی تحریک پر اب مَیں حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف رضی اللہ عنہ کی یاد میں "شانِ خاتم النبیینؐ" کے نام سے کتابی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ اپنے والدِ محترم قاضی حکیم محمد حسین آف کوروال ضلع سیالکوٹ کی ہدایت کے ماتحت مَیں نے اس کے عربی اقتباسات پر اعراب بھی لگا دیئے ہیں۔ تا اس کے پڑھنے میں قارئینِ کرام کو آسانی رہے۔ یہ مضمون دراصل ایک تحقیقی مقالہ ہے جو دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے اُمیدِ واثق ہے کہ جو صاحب اس کے پہلے حصّے کا بھی امعانِ نظر سے مطالعہ فرمائیں گے اُن کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور جماعت احمدیہ سچّے دل سے سیّدنا و مولٰنا فخرِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور قرآن مجید کے خدا تعالیٰ کی آخری اور اتم اور اکمل شریعت ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کو اس شریعت کا ایک خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیض کی برکت سے کمالاتِ نبوّت پا کر تجدیدِ دین کے لئے مامور من اللہ یعنی اُمّتی نبی یقین کرتی ہے۔

خادمِ ملّت :۔ محمّد نذیر لائلپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم ؕ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوالنّاصِرُ

شانِ خاتم النبییّٖن

نقریر جلسہ سالانہ ربوہ۔ دسمبر سنہ ۱۹۵۲ء

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۝ (سورۃ احزاب)

احبابِ کرام ! میری اس تقریر کے دو حصے ہیں۔ مَیں اس کے حصّہٴ اوّل میں انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السّلام اور جماعتِ احمدیہ مسلمانوں کے مسلّمہ بزرگوں، اولیائے اُمّتِ محمدیہ اور علمائے ربّانی کی تفسیر و تشریح کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو سچے دل اور پُوری بصیرت سے خاتم النبیّین یقین کرتی ہے۔ نیز یہ ثابت کروں گا، کہ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور پر وہ نبوّت جو ان فقہائے ملّت اور علمائے ربّانی کے نزدیک منقطع ہو چکی ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی اُسے منقطع سمجھتے ہیں۔ اور ایسے دعوئ نبوت سے آپ کو بشدّت انکار رہا ہے بلکہ آپ ایسے دعوٰی کو سراسر کفر و لعنت قرار دیتے ہیں۔ ہاں جن کمالاتِ نبوّت کو یہ

بزرگانِ دین از رُوئے قرآنِ مجید اور احادیثِ نبوئیہ امت کے لئے باقی قرار دیتے ہیں اور شانِ خاتم النبیین کے منافی نہیں سمجھتے آپ کو انہی کمالات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے پانے کا دعویٰ ہے۔ اور آپ ایک خادمِ اسلام ہیں جو تجدیدِ دینِ اسلام کے لئے مامور ہوئے ہیں۔

مضمون کے دُوسرے حصہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان کے متعلق از رُوئے سیاقِ آیت لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ لغتِ عربی۔ قرآن مجید و احادیثِ نبوّیہ اپنی ایک تحقیق پیش کر رہا ہوں۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ جماعتِ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فی الحقیقت اپنی پُوری اور حقیقی اور کامل شان میں خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ اور اسلام کی اس بارہ میں جو تعلیم ہے اس سے سرِ مُو انحراف نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وُہ میری اِس تقریر کو اُن غلط فہمیوں کے ازالہ کا موجب بنائے جو جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے بارے میں مخالفین کی سُنی سُنائی باتوں کی بنا پر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں تا اُمتِ محمدیہ میں ایسا اتفاق اور یکجہتی پیدا ہو جو مُلک کی سالمیت اور امن و استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اللّٰھم آمین!

شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ظہور کی علّتِ غائیہ ہے

برادرانِ ملت! سرورِ کائنات فخرِ موجودات، سیّد الانبیاء امام الاتقیاء والاصفیاء سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا خاتم النبیین ہونے کا مرتبہ اور شان اسلام کی جان اور احمدیت کی رُوح رواں ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ مقام اور مرتبہ ہی تمام عالم اور کائنات کے ظہور کی علّتِ غائیہ ہے۔ جس قدر انبیاء اور اولیاء ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک پیدا ہوئے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوں گے اُن سب کے ظہور میں شانِ خاتم النبیّین بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر ہے۔ اور یہ سب بزرگوار خاتم النّبیّینؐ کے آفتابِ عالمتاب کے نقطۂ نفسی کی شعاعوں کے ہی پرتو اور مظاہر ہیں۔ خاتم النّبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نقطۂ نفسی اُس وقت بھی بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر تھا جبکہ آدم علیہ السّلام کا ابھی پانی اور مٹّی میں خمیر اُٹھ رہا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خود فرماتے ہیں:-

كُنْتُ مَكْتُوْبًا عِنْدَ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ (مسند احمد بن حنبل وکنز العمّال جلد ۶ صـ ۱۱۲)

کہ مَیں اُس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النّبیّین لکھا ہُوا تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں لت پت تھا۔

حضرت خاتم النّبیّینؐ کا فیضانِ عالمگیر بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی نگاہ میں!

چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام حقیقتِ محمّدیّہ کے بیان میں آیتِ قرآنیہ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام کی تفسیر کرتے ہوئے جو دراصل خاتم النّبیّینؐ کی ہی شان کا ایک دُوسرے پیرایہ میں قرآنی بیان ہے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قوسین کی قاب (وتر) کا مرکزی نقطہ قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"بجز ایک نقطۂ مرکز کے اور جس قدر نقاطِ وتر ہیں اُن میں دوسرے انبیاء

ورُسل وارباب صدق وصفا بھی شریک ہیں اور نقطۂ مرکز اس کمال کی صُورت ہے جو صاحبِ وتر کو بہ نسبت جمیع دُوسرے کمالات کے اعلیٰ وارفع و اخصّ و ممتاز طور پر حاصل ہے جس میں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہاں اتّباع اور پیروی سے ظِلّی طور پر شریک ہوسکتا ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ دراصل اسی نقطۂ وسطی کا نام حقیقتِ محمّدیّہ ہے۔ جو اجمالی طور پر جمیع حقائقِ عالم کا منبع واَصل ہے۔ اور درحقیقت اسی ایک نقطہ سے خطِ وتر انبساط و امتداد پذیر ہُوا ہے۔ اور اسی نقطہ کی رُوحانیت تمام خطِ وتر میں ایک ہُویّت ساریہ ہے۔ جس کا فیضِ اقدس اس سارے خط کو تعیّن بخش ہوگیا ہے۔ عالم جس کو متصوّفین اسماء اللہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کا اوّل و اعلیٰ مظہر جس سے وہ علیٰ وجہ التفصیل صدور پذیر ہُوا ہے یہی نقطۂ درمیانی ہے جس کو اصطلاحاتِ اہل اللہ میں نفسی نقطۂ احمد مجتبیٰ و محمّد مُصطفیٰ نام رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقلِ اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور اسی نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے جو اسمِ اعظم کو دُوسرے اسماءِ الٰہیّہ کی طرف نسبت واقع ہے۔ غرض سرچشمۂ رموزِ غیبی و مفتاحِ کنوزِ لاریبی اور انسانِ کامل دِکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے۔ اور تمام اسرارِ مبداء و معاد کی علتِ غائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیّت یہی ہے جس کے تصوّر بالکُنہ و تصوّر بکُنہہ سے تمام عقول و افہام

بشریہ عاجز ہیں۔ اور جس طرح ہر ایک حیات خدا تعالیٰ کی حیات سے
مستفاض اور ہر یک وجود اس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک
تعیین اس کی تعیین سے خلعت پوش ہے ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع
مراتبِ اکوان اور خطائرِ امکان میں باذنہٖ تعالیٰ حسبِ استعدادات
مختلفہ وطبائع متفاوتہ مؤثر ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۸ ایڈیشن جدید و صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۳ ایڈیشن قدیم)

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات میں ایسی بلند شان اور اعلیٰ و ارفع مقام رکھتے ہیں جس میں کوئی دوسرا آپ کا حقیقی طور پر شریک نہیں۔ آپ کے نزدیک تمام انبیاء و اولیاء کے ظہور میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا نقطۂ نفسی بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر رہا ہے۔ انبیائے سابقین اصالتاً اور براہِ راست نبی ہونے کے باوجود حسبِ استعدادات مختلفہ وطبائع متفاوتہ آپ کے نقطۂ نفسی سے متأثر ہوئے ہیں جس طرح کہ صاحبِ غائیہ اپنی علّتِ غائیہ سے متأثر ہوتا ہے اور اِس علّتِ غائیہ کا ایک فیض ہوتا ہے۔ کیونکہ علّتِ غائیہ بھی ایک مبداء کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ جسمانی میں ظہور کے بعد چونکہ آپ کے ذریعہ شریعت کاملہ آچکی ہے۔ لہٰذا اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کی شریعت کی پیروی کا واسطہ بھی شرط ہوگا اور اس طرح آپ کا وجود بواسطہ شریعتِ کاملہ ایک رنگ میں بطور علّتِ فاعلیہ کے بھی مؤثر ہوگا جیسے وہ بطور علّتِ غائیہ کے مؤثر رہا ہے۔

پھر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود و سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اُس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اسکے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیتِ شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسّر آیا ہے اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶)

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مرتبہ

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابل کسی مستقل اور آزاد مرتبہ کا کوئی دعویٰ نہیں بلکہ آپ کے نزدیک حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر فیض کا سرچشمہ اور ہر فضیلت کی کلید ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا اپنا دعویٰ صرف یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کاملہ کی پیروی اور آپؐ کے فیض کی برکت سے خدا تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کثیرہ کی نعمت کا شرف پایا ہے۔ اور آپ تجدیدِ دین کے لئے مامور ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت کا علیٰ وجہ الکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ملنا ہی ایک ایسا شرف ہے جس سے یہ امت دوسری اُمتوں کے مقابلہ میں خیرِ اُمت قرار پاتی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ فرماتے ہیں ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت تو بنی اسرائیل کی عورتوں کو بھی ملتی رہی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ کو یقینی اور قطعی الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السّلام پر جبریل اور دوسرے ملائکہ وحی لیکر نازل ہوتے رہے۔ جس کا ذکر قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ پس اگر اُمتِ محمدیہ مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ تامہ کاملہ کی نعمت سے محروم ہوتی تو پھر خدا تعالیٰ کیوں فرماتا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ خُدا تعالیٰ کی صفات تو ازلی ابدی

ہیں۔ اور اس کی قدرتیں اور کمالات لازوال اور تعطّل سے مبرّا ہیں۔

پس اگر خدا تعالیٰ پہلے بولتا تھا تو یہ ناممکن ہے کہ اب اُس کے بولنے کی صفت ہمیشہ کے لئے معطّل ہو جائے۔ دُوسرے مذاہب اب زندہ کہلانے کے اِسی لئے تو حقدار نہیں کہ اِن مذاہب کے ماننے والوں میں اب کوئی شخص مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ قطعیہ یقینیہ کے شرف سے مشرف نہیں ہوتا۔ اگر اسلام میں بھی یہ دولت نصیب نہ ہو سکتی تو پھر ہم بھی قصہ گو ہی ٹھہرتے۔ پھر اسلام کو دُوسرے ادیان پر خدا تعالیٰ سے رُوحانی مراتب قُرب کا تعلق پیدا کرانے کے لحاظ سے کوئی فخر نہ ہو سکتا۔ پس حق بات یہ ہے کہ مکالمۂ مخاطبۂ الٰہیہ کا شرف اسلام کے زندہ مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ اور کامل اور مُکمّل (کامل کرنے والا) نبی ہونے کا ایک روشن ثبوت ہے۔ خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی کا تو عین مقتضیٰ یہ ہے کہ آپ کی پَیروی سے آپؐ کے اُمتیوں کے لئے مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ کی نعمت کا دروازہ ہمیشہ کُھلا رہے۔ بلکہ آپؐ کی امّت کو پہلوں سے بھی بڑھ کر یہ نعمت ملے۔ ورنہ اگر خاتم النّبیّین کے مقام کو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے دروازہ کو بند کرنے کا موجب قرار دیا جائے تو اِس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اور اُمّتِ محمّدیہ کی صریح ہتک ہے۔ کیونکہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تو قربِ الٰہی کی ایک علامت ہے۔ اگر یہ بند ہو تو گویا اُمّتِ محمدیہ قُربِ الٰہی سے محروم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ اسے محروم کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ پس خاتم النّبیّین کی آیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محلِ مدح میں نازل ہوئی ہے، وہ تو آپؐ کی فیض رسانی کا کمال ظاہر کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ پھر مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ مشتمل بر اُمورِ غیبیہ تو خُدا تعالےٰ کی

ہستی کے موجود ہونے کا ایک روشن ثبوت ہوتا ہے۔ اور اس روشن ثبوت کی ضرورت ہر زمانہ کے لوگوں کو رہی ہے۔ لہذا اُمّتِ محمدیہ میں ہر زمانہ میں اس کا ثبوت پایا جانا چاہیئے بالخصوص اس مادہ پرستی کے زمانہ میں تو اس نعمت کے ملنے کی اشد ضرورت تھی۔

اکابر علماء اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ

اکابر علماء اہلِ سنّت نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت کو اُمّتِ محمدیہ میں باقی مانا ہے۔ اور اُسے ایک قسم نبوّت کی بھی قرار دیا ہے۔ کیونکہ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود فرما دیا ہُوا ہے:۔

لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر)

کہ نبوّت میں سے اَلْمُبَشِّرَات (اخبارِ غیبیہ) کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اِس حدیث میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المبشّرات یعنی اخبارِ غیبیہ کو نبوّت میں سے باقی قرار دیا ہے۔ اِس حدیث میں لفظ النّبوّۃ سے مراد نبوّتِ مطلقہ ہو سکتی ہے یا نبوّتِ تامّہ کاملہ محمدیہ جو تمام کمالاتِ وحی کی حامل اور ایک جامع اور اکمل شریعت پر مشتمل ہے۔ گویا اس حدیث میں امتِ محمدیّہ کے لئے صرف المبشّرات کی قسمِ نبوّت کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کے لئے باقی قرار دیا ہے۔ یہ المبشّرات وہ اخبارِ غیبیہ ہیں جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی کو آپؐ کی شریعتِ کاملہ کی پیروی اور آپؐ کے رُوحانی فیض کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں۔

مبشّرات کا ایک کثیر اور معتد بہ مقدار میں ملنا ہی جبکہ وہ مبشّرات عظیم الشّان اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہوں لغتِ عربی کے لحاظ سے نبوّت کہلاتا ہے۔ چونکہ نبوّۃ نَبَأٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ "عظیم الشّان خبر" ہیں۔ اِس لئے عظیم الشّان اخبارِ غیبیہ

پانے والے کو لغتِ عربی میں نبی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(سورۃ الجن رکوع ۲ پارہ ۲۹)

کہ خدا تعالیٰ اپنے مصفّٰی غیب پر کسی کو (دوسرے ملہموں کے مقابلہ میں) غلبہ اور قدرت نہیں بخشتا سوائے اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ یعنی رسول ہو۔

حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ کے نزدیک نبوّتِ باقیہ

سرتاجِ صوفیاء حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

لَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِاَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْاَخْبَارِ الْاِلٰهِيِّ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲ ۱۱ سوال نمبر ۱۸۸) کہ نبوّت اخبارِ الٰہی (امورِ غیبیہ) سے کسی زائد امر کا نام نہیں۔

یہ اخبارِ الٰہی ہی وہ نبوّت ہے جو حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تا قیامت باقی ہے۔ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف نئی شریعت کا آنا منقطع ہوا ہے۔ چنانچہ وہ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی روشنی میں فرماتے ہیں:۔

"فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ۔ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ" (فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ باب ۷۳ ۸۲)

یعنی نبوّت مخلوق میں قیامت کے دن تک جاری ہے۔ گو تشریعی نبوّت منقطع

ہوگئی ہے۔ پس شریعت نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جُزو ہے۔

پھر اس مبشّرات والی غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے کے متعلق وہ یہ دلیل دیتے ہیں :-

فَاِنَّہٗ یَسْتَحِیْلُ اَنْ یَّنْقَطِعَ خَبَرُ اللّٰہِ وَاِخْبَارُہٗ مِنَ الْعَالَمِ اِذْ لَوِ انْقَطَعَ لَمْ یَبْقَ لِلْعَالَمِ غِذَاءٌ یَتَغَذّٰی بِہٖ فِیْ بَقَاءِ وُجُوْدِہٖ (فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ ص۱ باب ۷۳ ص۸۲)

یعنی یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبارِ غیبیہ اور حقائق و معارف کا علم دیا جانا بند ہو جائے۔ کیونکہ اگر یہ بند ہو جائے تو پھر دُنیا کے لئے کوئی روحانی غذا باقی نہ رہے گی۔ جس سے وہ اپنے رُوحانی وجُود کو باقی رکھ سکے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس جگہ وہ نبوّت جو قیامت تک باقی ہے اخبارِ غیبیہ کا ہی دُوسرا نام ہے۔ شریعت والی نبوّت اب نہیں مل سکتی۔ شریعت کو وہ نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزءِ عارض یعنی اس اخبارِ غیبیہ والی نبوّت پر ایک وصفِ زائد یا جزوِ زائد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

فَلَمَّا کَانَتِ النُّبُوَّۃُ اَشْرَفَ مَرْتَبَۃٍ وَاَکْمَلَھَا یَنْتَھِیْ اِلَیْھَا مَنِ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہٖ عَلِمْنَا اَنَّ التَّشْرِیْعَ اَمْرٌ عَارِضٌ بِکَوْنِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ (فتوحاتِ مکیّہ جلد اوّل ص۵۷۰)

یعنی جب نبوّت وہ اشرف اور اکمل مرتبہ ہے جس پر وہ شخص پہنچتا ہے جسے خدا تعالیٰ

نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا ہو تو ہم نے جان لیا کہ شریعت کا لانا ایک امرِ عارض (یعنی نبوّتِ مطلقہ کی حقیقتِ ذاتیہ پر ایک وصفِ زائد) ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حَکَم ہو کر نازل ہوں گے۔ اور وہ بلاشبہ نبی ہوں گے۔ یعنی اگر نبوّت کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہوتا تو امتِ محمدیہ کا مسیح موعود نبی اللہ نہ کہلا سکتا۔ کیونکہ وہ بلا شریعتِ جدیدہ ہوگا۔ جب وہ بغیر شریعتِ جدیدہ کے بھی بلا شک نبی اللہ ہے۔ تو معلوم ہؤا کہ شریعت، نبوّت پر ایک وصفِ زائد ہے۔ جو کسی نبی کو حاصل ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔ پس حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے نزدیک نبوّت کی حقیقتِ ذاتیہ تو اخبارِ غیبیہ کا منجانب اللہ پانا ہی ہے۔ شریعت اُن کے نزدیک کبھی نبوّت کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔ کبھی جمع نہیں ہوتی۔ یاد رہے کہ شریعت کو بھی وہ جزءِ نبوّت اِسی لئے قرار دیتے ہیں کہ اوامر و نواہی جو اُمورِ شریعت ہیں قبل از نزولِ اُمورِ غیبیہ کے ہی حُکم میں ہوتے ہیں۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

"اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ اِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ" (الیواقیت و الجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ و صفحہ ۳۹ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

یعنی جان لو کہ مطلق نبوّت بند نہیں ہوئی۔ صرف تشریعی نبوّت بند ہوئی ہے۔ یہ مطلق نبوّت جو اِن بزرگوں کے نزدیک بند نہیں ہوئی، المبشّرات والی نبوّت ہے جسے رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ میں باقی قرار دیا ہے جسے بالفاظِ دیگر المبشّرات والی نبوّت یا نبوّتِ غیر تشریعی کہا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ محمدیہ کو ملائکہ کے ذریعہ بشارتیں ملنے کا وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدہ ۴۶)

یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اُس پر استقامت دکھائی تو ان پر خُدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ تُم کوئی خوف نہ کرو۔ اور نہ کوئی غم کھاؤ اور اس جنّت کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے مددگار ہیں۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کے نیک لوگ علیٰ قدرِ مراتب مکالمۂ الٰہیہ کی نعمت سے مشرّف ہوتے رہیں گے۔ حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

هٰذَا التَّنْزِيْلُ هُوَ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ لَا نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ باب معرفۃ الاستقامۃ)

یعنی یہ ملائکہ کا کلام لانا نبوّتِ عامّہ ہی ہے۔ نہ کہ تشریعی نبوّت۔ اِس نبوّتِ عامّہ سے حصّہ ہر سچے مومن استقامت دِکھانے والے کو اس کے مرتبہ کے موافق حاصل ہوتا ہے۔ جس کو یہ مرتبہ نبوّتِ عامّہ کا علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو اس کو خدا تعالیٰ

نبی کا نام دیتا ہے۔ چنانچہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ اسی نبوّتِ عامّہ کے علی وجہ الکمال پانے کی بناء پر قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے خاتم النبیّین کی تفسیر کے ۲ دو پہلو

حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے آیت خاتم النبیّین کی ایک لطیف تفسیر ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خاتم النبیّین کے معنی کے دو پہلو بیان فرمائے ہیں۔ اور ان چھ لفظوں میں دریا کو گویا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ حدیث ہذا کے پہلے چار الفاظ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ خاتم النبیّین کے معنے کے منفی پہلو پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ شریعتِ جدیدہ والی نبوّت اور آزاد اور مستقل نبوّت آپؐ کے بعد منقطع اور بند ہے۔ اور اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے دو لفظوں میں خاتم النبیّین کے معنے کا مثبت اور فیض رسانی والا پہلو بیان فرما دیا ہے۔ کہ صرف المبشّرات والی نبوت یا المبشّرات کا حصّۂ نبوّت، نبوّت میں سے اُمّت کے لئے باقی ہے جو صرف آپؐ کی شریعت کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ سے آپؐ کی اُمّت کو مل سکتا ہے۔

قرآنِ مجید اور خاتم النبیّین کے ۲ دو پہلو

جس طرح اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خاتم النبیین کے معنی کے دونوں پہلوؤں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے نبوّت میں سے صرف المبشّرات والی نبوت یا

المبشرات والے حصّۂ نبوّت کو باقی قرار دے کر دوسری قسم اور حصّہ کو جو مستقلہ نبوّت اور تشریعی نبوّت ہے منقطع قرار دیا ہے۔ ویسے ہی قرآن مجید میں خاتم النبیّین کے معنے کے ان دونوں منفی اور مثبت پہلوؤں پر دو آیتیں روشنی ڈال رہی ہیں۔ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۂ مائدہ رکوع اوّل) "یعنی آج تم پر دین کو کامل کر دیا گیا ہے اور (دین کے لحاظ سے) تم پر نعمت پوری کر دی گئی ہے اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا گیا ہے" کا مضمون اُمّتِ محمدیہ میں شارع اور مستقل نبی کی آمد کی بندش پر دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اِس آیت کے بیان کے رُو سے شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ کمالِ تام کو پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا اب اس شریعتِ کاملہ تامّہ کے بعد کسی جدید شریعت کی تاقیامت ضرورت نہیں۔ لہٰذا اب کوئی شارع نبی نہیں آسکتا۔ پھر چونکہ شریعت اب کامل ہوچکی ہے۔ اس لئے باقی کمالاتِ نبوّت جو شریعت کے علاوہ نبی کو حاصِل ہوتے ہیں چونکہ ان کے حاصِل کرنے کے لئے اب شریعتِ محمدیہ کی پیروی شرط ہوگی اس لئے اب کوئی مستقل اور آزاد غیر تشریعی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آسکتا۔ جو شخص بھی کوئی کمال کمالاتِ باقیہ میں سے حاصِل کرے گا وہ شریعتِ محمدیہ کی پیروی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے افاضۂ روحانیہ سے ہی حاصِل کرے گا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے جُوئے سے آزاد رہ کر اب کوئی رُوحانی کمال کسی شخص کو از روئے تعلیم قرآن مجید حاصِل نہیں ہوسکتا۔ اِس طرح یہ آیت آیتِ خاتم النبیّین کے منفی پہلو کو بیان کر رہی ہے۔

دُوسری آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (سُورۂ نساء رکوع ۹) خاتم النّبیّین کے معنوں کے مثبت پہلو کو بیان کر رہی ہے۔ جو خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کا فیض رسانی کا پہلو ہے کیونکہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کے متعلق بیان کرتی ہے کہ وہ (انعام پانیوالے) پچھلے نبیوں صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہیں۔ (اس آیت کی پوری تفصیل مضمون کے حصہ دوم میں بیان کی جا رہی ہے)

صالحیت، شہادت، صدیقیت کے علاوہ جو نبوّت اُمّتِ محمدیہ کو بموجب آیت مندرجہ بالا مل سکتی ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ہی مل سکتی ہے۔ یہ وہ المبشّرات والی نبوّت ہی ہے جو مکالمہ مخاطبہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کا دُوسرا نام ہے جسے حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ نے حدیث اِلَّا الْمُبَشِّرَات کے مطابق تاقیامت جاری لکھا ہے اور ایسی نبوّت کے حامل کا نام نبی الاولیاء رکھا ہے۔

اَلْمُبَشِّرَات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نبوّت ہی ہیں!

آپ معلوم کر چکے ہیں کہ حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی رُو سے نبوّتِ مطلقہ کی ایک قسم المبشّرات یا نبوّتِ تامّہ کاملہ محمدیّہ کا ایک حصّہ جو المبشّرات ہیں امتِ محمدیہ کے لئے تاقیامت باقی ہے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ اور دیگر صوفیاء اور علماءِ ربّانی نے اسے نبوّت ہی قرار دیا ہے۔ ہاں انہوں نے اِسے تشریعی نبوّت سے ایک الگ قسم کی نبوّت قرار دیا ہے۔ نبوّتِ تشریعیہ کا دروازہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ذریعہ شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے تاقیامت بند ہے۔ اس حدیث کی ترکیب لَمْ یَبْقَ مِنَ الْمَالِ اِلَّا الْفِضَّۃُ کی طرح واقع ہوئی ہے۔ یعنی مال میں سے چاندی کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ چاندی مال کی ہی ایک قسم ہے۔ پس علمائے ربانی کا اسے ایک قسم کی نبوت قرار دینا اسی بناء پر ہے کہ اس حدیث کے رُو سے المبشرات بہرحال نبوت مطلقہ کی ایک قسم ہے جو اُمت کے لئے باقی قرار دی گئی ہے۔ یا نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کا ایک حصہ باقیہ ہے جو امت محمدیہ کے لئے منقطع نہیں ہوا۔ علماءِ ربانی کی اس تشریح کی مؤید وہ حدیث نبوی بھی ہے جو نواس بن سمعان کی روایت سے صحیح مسلم باب خروج الدجال میں موجود ہے۔ جس میں خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت محمدیہ کے مسیح موعود کو چار دفعہ نبیّ اللہ قرار دیا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

وَ یُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰہِ وَ اَصْحَابُہٗ ..... فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ ..... ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَ اَصْحَابُہٗ فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَ اَصْحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ۔ (ایضاً۔ مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال)

اس جگہ عیسٰی نبی اللہ سے مراد استعارۃً امت محمدیہ کا مسیح موعود اور امام مہدی ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں اُمت محمدیہ میں نازل ہونے والے عیسٰی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ اور مسند احمد کی روایت کے مطابق اِمَامًا مَھْدِیًّا قرار دیا ہے۔

یعنی یہ عیسیٰ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ اور یہ امام مہدی ہوگا۔ پس عیسیٰ اور امام مہدی ایک ہی اُمتی شخص ہوگا۔ جو مبشرات والی نبوّت کا حامل ہوگا۔ کیونکہ صحیح مسلم کی اِس حدیث کو جب حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبیّ اللہ صرف المبشّرات یا بالفاظِ دیگر مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ مشتمل بر اُمورِ غیبیہ کثیرہ کی وجہ سے ہی قرار دیا ہے کیونکہ جو نبوّت حدیث لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ کے رُو سے منقطع ہو چکی ہے اس کے ساتھ تو کسی شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہونا ختمِ نبوّت کے صریح منافی ہے۔ خواہ یہ کوئی پہلا نبی ہو یا نیا نبی۔ ہاں المبشّرات جسے نبوّت میں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی قرار دیا ہے مسیح محمدی بھی صرف اور صرف اِسی نبوّت کے مرتبہ کا حامل ہو سکتا ہے۔ اور صرف المبشّرات کی وجہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُسے نبی اللہ کہلانے کا مستحق سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اپنی پہلی نبوّت کے ساتھ اُمّتِ محمدیہ میں آجانا تو صریح طور پر حدیث لم يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اور آیت خاتم النّبییّن کے مخالف ہے۔ پس چونکہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو خود نبی اللہ قرار دیا ہے اور خود ہی فرما دیا ہے کہ نبوّت میں سے صرف المبشّرات ہی باقی ہیں نہ کچھ اَور۔ اس لئے زبانِ مبارک نبویؐ سے ہی یہ ثابت ہو گیا کہ المبشرات ایک قسم کی نبوّت ہے جو اُمّت کے لئے باقی ہے۔ اور ایسی نبوّت ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی اُمّت میں اپنے مرتبۂ خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے رُوحانی فیض کا ثبوت ہے۔ پس

علماء ربانی کا المبشرات کو ایک قسم کی نبوت قرار دینا جسے وہ نبوتِ ولایت یا غیر تشریعی نبوت کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے عین مطابق ہے۔

نبوت کی دو۲ تعریفیں

اُوپر کے بیان سے ہر صاحبِ بصیرت یہ معلوم کر سکتا ہے کہ نبوت کی اسلام میں دراصل دو۲ تعریفیں ہیں۔ ایک تعریف کے لحاظ سے نبوت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل منقطع ہے۔ اور اس تعریف کے ماتحت اب کوئی نبی تاقیامت ظاہر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک دُوسری تعریف کے لحاظ سے اُمّتِ محمدیہ کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کے افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے آپ کے اُمّتی کیلئے نبوت کا مرتبہ پانے کا دروازہ کھلا ہے اور اسی دُوسری تعریف کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے۔ وہ نبوت جو منقطع ہو چکی، اس کی تعریف کی رُو سے نبی اور رسُول ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کاملِ شریعت یا احکامِ جدیدہ لاتے ہیں۔ یا بعض احکام، شریعتِ سابقہ کے منسُوخ کرتے ہیں۔ یا نبیٔ سابق کی اُمّت نہیں کہلاتے۔ اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (دیکھئے مکتوب حضرت مسیح موعودؑ مندرجہ اخبار الحکم ۷ اگست ۱۸۹۹ء)

نبوت کی اصطلاح اس تعریف کے لحاظ سے اسلام کی ایک عام معروف اصطلاح ہے۔

اس عُرفِ عام والی اصطلاح کو لکھنے کے بعد حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:-

"ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اسجگہ یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور ہم اس بات

پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔"

پس یہ امر ایک روشن حقیقت ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نبوت کی اس عام معروف اصطلاح میں نبوت کا ہرگز کوئی دعویٰ نہیں۔ اور آپ نے لوگوں کو ہوشیار کیا ہے کہ آپ کا دعویٰ اس قسم کا نہ سمجھ لیا جائے۔ آپ کے نزدیک ایسا دعویٰ نبوت کفر ہے اور آپ ہمیشہ مخالفین کی طرف سے ایسی نبوت کے دعویٰ کا الزام دیا جانے پر اس کا بشدت انکار کرتے رہے ہیں۔ آپ کا دعویٰ صرف دوسری اسلامی اصطلاح کی بناء پر ہے جو ایک خاص اصطلاح ہے۔ اور یہ اصطلاح علماء ربانی کے نزدیک حدیث نبوی لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ سے ماخوذ ہے۔ جس کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو صحیح مسلم کی حدیث میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اِس دوسری اسلامی اصطلاح کا ذکر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اپنی تقریر حجۃ اللہ ص۲ میں جو الحکم ۶ مئی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی، یوں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پا کر جو غیب پر مشتمل ہو زبردست پیشگوئیاں ہوں مخلوق کو پہنچانیوالا اسلامی اصطلاح کی رُو سے نبی کہلاتا ہے۔"

اِنقطاعِ نبوت اور بقائے نبوت والی احادیث کے تقابل کا نتیجہ

اُوپر کے بیان کو سمجھ لینے سے یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ وہ سب احادیثِ نبوی جن میں نبی یا نبوت کے انقطاع کا ذکر ہے جیسے لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ و حدیث اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ وغیرہ میں نبی اور نبوت کے الفاظ

اسلام کی عام معروف اصطلاح میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ اسلام کی عرفِ خاص والی اصطلاح میں۔ عرفِ خاص والی اصطلاحِ نبوت جو حدیث اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، اور اُس حدیث سے ماخوذ ہے جس کے رُو سے اُمتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے، ان انقطاعِ نبوت والی احادیث میں مدنظر نہیں۔ پس جب انقطاعِ نبی اور انقطاعِ نبوت والی احادیث کو حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے مقابلہ میں اور مسیح موعود نبی اللہ کے ظہور سے تعلق رکھنے والی حدیث کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو مثلاً حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تقدیر کلام لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا صَاحِبُ الْمُبَشِّرَاتِ ہوگی کہ میرے بعد المبشرات والے نبی کے سوا کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور حدیث اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَ النُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ کی تقدیر کلام اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَ النُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ اِلَّا نُبُوَّۃُ الْمُبَشِّرَاتِ ہوگی۔ یعنی رسالت و نبوت سوائے مبشرات والے حصہ نبوت یا قسمِ نبوت کے منقطع ہو چکی ہے۔ اور اس طرح امتِ محمدیہ کا مسیح موعود صرف دوسری اصطلاح میں نبی کہلائے گا۔ جس کا تعلق اُمتِ محمدیہ کے اندر باقی رہنے والی نبوت سے ہے۔ یعنی وہ مبشرات والی نبوت رکھنے کی وجہ سے نبی اللہ کہلائے گا۔ کیونکہ مستقل نبی اور تشریعی نبی کی آمد کو آیت خاتم النبیین اور حدیث زیرِ بحث کے الفاظ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ منقطع قرار دے رہے ہیں چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"نبی کے لفظ سے اِس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ اور مخاطبۂ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۹ حاشیہ)

مَیں بتا چکا ہوں کہ حدیثِ نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کی موجودگی میں اُمتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبوت کی پہلی اور عرفِ عام والی اصطلاح میں نبی اللہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ بلکہ صرف دوسری اصطلاحِ خاص میں ہی نبی اللہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یعنی مبشرات کا اتنا معتدبہ اور عظیم الشان حصہ پانے والا کہ خدا تعالیٰ اسے اس کی وجہ سے نبی کا نام دے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ کی نوعیت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ چونکہ مسیح موعود کا ہے اور اُمتِ محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کو حدیث میں نبی اللہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے آپ اپنی نبوت کی نوعیت یوں بیان فرماتے ہیں:—

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ مَیں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرتِ مکالمت و مخاطبتِ الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں مَیں اس کی کثرت کا نام بحکمِ الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اسلام کی عام معروف تعریف میں نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ بلکہ ایک دُوسری خاص اصطلاح میں دعویٰ ہے۔

اور اس نبوّت سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ یا بالفاظِ دیگر "المبشّرات" کی کثرت ہے۔ اب اگر المبشّرات کو کوئی شخص ایک قسم کی نبوّت قرار نہ دے تو یہ اُس کی آپ سے صرف "نزاعِ لفظی" ہوگی۔ یعنی صرف ایک اصطلاحی نزاع ہوگی نہ کہ کوئی حقیقی نزاع۔ کیونکہ جس مکالمہ کو علماءِ اُمّت جاری مانتے ہیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ اسی کو ایک خاص اصطلاح میں خدا کے حکم سے نبوّت کا نام دے رہے ہیں۔ پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ اور علماءِ زمانہ ہٰذا کے درمیان دراصل کوئی حقیقی نزاع موجود نہیں۔ علماءِ ربّانی تو آپ سے اس بارہ میں لفظی نزاع بھی نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ "المبشّرات" کے مقام کو ایک قسم کی نبوّت ہی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس بارہ میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی عبارت پیش کی جاچکی ہے۔

اِس مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو ہی مدّنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ مثنوی دفتر اوّل صہ ۵۳ (مطبوعہ مولوی فیروز الدین) میں فرماتے ہیں:۔

مکر کُن در راہِ نیکو خدمتے ؛ تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

یعنی اے شخص تو نیکی کی راہ میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتّباع کی) ایسی تدبیر کر کہ تجھے اُمت کے اندر نبوّت مل جائے۔

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوبات میں ایک سوال لکھ کر اُس کا ایسا جواب دیتے ہیں جس سے الہام الٰہی کی ضرورت کا اُمّتِ محمدیہ میں ثبوت ملتا ہے:۔

"سوال:۔ چوں دین بہ کتاب و سنّت کامل گشت بعد از کمال بالہام چہ احتیاج بود و چہ نقصان ماندہ کہ بالہام کامل گردد؟"

یعنی جب دین کتاب اللہ یعنی قرآن مجید و سنّتِ نبویؐ کے ذریعہ کامل ہوگیا تو اُس کے

کامل ہو جانے کے بعد الہام الٰہی کی کیا حاجت رہی۔ اور کونسی کمی رہ گئی تھی جو الہام سے پوری ہو گی؟

جواب "الہام مظہرِ کمالاتِ خفیہ دین است نہ مثبتِ کمالاتِ زائدہ در دین۔ چنانچہ اجتہاد مظہرِ احکام است۔ الہام مظہرِ دقائقِ اسرار است کہ فہم اکثر مردم ازاں کوتاہ است"

(مکتوباتِ مجدّد الفِ ثانیؒ جلد ۲ مکتوب ۵۵ صفحہ ۱۱۱)

آپ جواب میں فرماتے ہیں۔ الہام دین کے مخفی کمالات کو ظاہر کرنے والا ہے۔ دین میں کمالات زائد کرنے والا نہیں۔ جس طرح اجتہاد احکام کو ظاہر کرنے والا ہے اسی طرح الہام اُن اسرار و غوامض کو ظاہر کرنے والا ہے جن کے سمجھنے سے اکثر لوگوں کے فہم قاصر ہیں۔

مجدّد الفِ ثانیؒ کے نزدیک کمالاتِ نبوت کے حصول کا اِمکان

پھر مجدّد صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

"حصولِ کمالاتِ نبوّت مرتابعاں را بطریقِ تبعیّت و وراثت بعد از بعثتِ خاتم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰت و التحیّات منافی خاتمیتِ اُو نیست۔ فلا تکن من الممترین"

یعنی خاتم الرسل حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپؐ کے متبعین کا آپ کی پیروی اور وراثت کے طور پر (یعنی ظلّی طور پر) کمالاتِ نبوّت کا حاصل کرنا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں۔ لہٰذا اَے مخاطب! تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ (مکتوبات جلد ۱ مکتوب ۳۵۱ صفحہ ۴۳۲)

پھر دُوسرا طریق حصولِ کمالاتِ نبوّت کا وہ یُوں بیان کرتے ہیں :۔

"راہِ دیگر آں است کہ بتوسطِ حصولِ ایں کمالاتِ ولایت وصول بکمالاتِ نبوّت میسّر میگردد "

(مکتوباتِ امام ربّانی حضرت مجدّد الفِ ثانی جلد اوّل ۳۰۱ صفحہ ۴۳۲)

یعنی کمالاتِ نبوّت کے حصُول کا دُوسرا راستہ یہ ہے کہ کمالاتِ ولایت کے حصُول کے ذریعہ کمالاتِ نبوّت کا پانا میسّر ہوتا ہے ۔ یہ کمالاتِ نبوّت المبشّرات یا اخبارِ غیبیہ ہی ہیں جن کو حضرت محی الدین ابن عربیؒ بموجب حدیث نبویؐ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ ایسی نبوّت قرار دیتے ہیں جو اُن کے نزدیک قیامت تک باقی ہے۔ انہیں کمالاتِ نبوّت کے حصُول کو حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ ختمِ نبوّت کے منافی قرار نہیں دیتے۔ یہی وہ کمالاتِ نبوّت ہیں جن کے پانے کو حضرت مولانا رومؒ اُمت کے اندر نبوّت کا ملنا قرار دیتے ہیں۔ پس یہ نبوّت دراصل ایک ظلّی نبوّت ہے جو کامل اتباعِ نبویؐ یعنی فنا فی الرسول کے دروازہ سے ملتی ہے۔ یہ نبوّت علمائے ربّانی کے نزدیک قیامت کے دن تک جاری ہے اور آیت خاتم النبیّین کے خلاف نہیں۔ بلکہ خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے کمالِ فیضان اور انبیاءِ کرام میں سے آپؐ کی بے نظیر اور ممتاز قوتِ قدسیہ کا ایک روشن ثبوت ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بھی فرماتے ہیں :۔

"مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ مگر ظلّی نبوت جس کے معنی ہیں محض فیضِ محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

پھر آپؑ فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوٰی میں نبی کا نام سُن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا مَیں نے اس نبوّت کا دعوٰی کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہِ راست نبیوں کو ملی ہے۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعوٰی نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپؐ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوّت کے مقام تک پہنچایا۔ اِسلئے مَیں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ظلّ ہے نہ کہ اصلی نبوّت۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق نبوّت کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں جن میں سے پہلی قسم یہ المبشرات والی نبوت ہی ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

تَنْقَسِمُ النُّبُوَّةُ الْبَشَرِيَّةُ عَلٰى قِسْمَيْنِ اَلْاَوَّلُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰى عَبْدِهٖ مِنْ غَيْرِ رُوْحٍ مَلَكِيٍّ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ عَبْدِهٖ بَلْ اَخْبَارَاتٌ اِلٰهِيَّةٌ يَجِدُهَا فِيْ نَفْسِهٖ مِنَ الْغَيْبِ اَوْ فِيْ تَجَلِّيَاتٍ وَ لَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ حُكْمُ تَحْلِيْلٍ اَوْ تَحْرِيْمٍ بَلْ تَعْرِيْفٌ بِمَعَانِي الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ اَوْ بِصِدْقِ حُكْمٍ مَشْرُوْعٍ ثَابِتٍ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ تَعْرِيْفٌ بِفَسَادِ حُكْمٍ قَدْ ثَبَتَ بِالنَّقْلِ صِحَّتُهٗ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ۔ وَكُلُّ ذٰلِكَ تَنْبِيْهٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَاهِدُ عَدْلٍ

مِنْ نَفْسِہٖ وَلَا سَبِیْلَ لِصَاحِبِ ھٰذَا الْمَقَامِ اَنْ یَّکُوْنَ عَلٰی شَرْعٍ یَخُصُّہٗ یُخَالِفُ شَرْعَ رَسُوْلِہِ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ وَ اُمِرْنَا بِاتِّبَاعِہٖ اَبَدًا۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ۲۵ و ۲۸ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

یعنی انسان کو جو نبوت ملتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول کی نبوت خدا تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان روح ملکی کے بغیر ہوتی ہے (یعنی اس میں روح ملکی شریعت جدیدہ نہیں لاتا) بلکہ صرف خدائی غیب کی خبریں ہوتی ہیں۔ جنہیں انسان اپنے نفس میں غیب سے پاتا ہے یا کچھ تجلیات ہوتی ہیں (یعنی مکاشفات ہوتے ہیں) مگر ان کا تعلق کسی امر کو حلال یا حرام کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلق صرف کتاب اللہ کے معانی اور سنتِ رسولؐ کے معانی جاننے اور سمجھنے سے ہوتا ہے۔ یا پھر کسی شرعی حکم کی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو۔ ان تجلیات کے ذریعہ تصدیق مطلوب ہوتی ہے۔ یا کسی حکم کی جو گو نقل (روایت) کے لحاظ سے اس کی صحت ثابت ہو خرابی بتانا مقصود ہوتی ہے وغیرہ۔ اور یہ سب اُمور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کرنے اور (شریعت سابقہ پر) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور شاہد عادل کے ہوتے ہیں۔ اس مقام والے نبی کی اپنی کوئی شریعت نہیں ہوتی جو اس رسُول کی شریعت کے خلاف ہو۔ جو رسول کہ خود اس نبی کی طرف بھی بھیجا گیا ہے۔ اور جس کی ہمیشہ کے لئے پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ (یعنی سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجُود)

اس کے بعد وہ نبوت کی دوسری قسم یعنی تشریعی نبوت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ھٰذَا الْمَقَامُ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِی الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَہِدِیْنَ مِنْ اُمَّتِہٖ۔" (الیواقیتُ الجواہر حوالہ مذکور)

یعنی تشریعی نبوت کے مقام کا کوئی اثر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں۔ سوائے اس اثر کے جو ائمہ مجتہدین میں (اجتہاد کی صورت میں) پایا جاتا ہے۔

پھر آگے چل کر نبوت کی انہی دو قسموں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امام عبد الوہاب شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِعْلَمْ اَنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَ اِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ وصفحہ ۳۹ بلحاظ ایڈیشن مختلف)

یعنی جان لو مطلق نبوت نہیں اٹھی (بند نہیں ہوئی) صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے۔

پس ایک قسم کی نبوت علماء ربانیین کے نزدیک امت محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے۔ اور یہ بموجب حدیث نبوی لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ صرف المبشرات والی نبوت ہی ہے نہ کچھ اور۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

امام عبد الوہاب شعرانیؒ کی مراد پہلی قسم کے نبی پر رُوحِ مَلکی کے نازل نہ ہونے سے یہ نہیں کہ ایسے نبی پر فرشتہ نازل ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی مراد جیسا کہ میں نے خطوطِ وحدانی میں لکھ کر بتایا ہے صرف یہ ہے کہ ایسے نبی پر فرشتہ شریعت جدیدہ لے کر نازل نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

وَالْحَقُّ اَنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَھُمَا اِنَّمَا ھُوَ فِیْ کَیْفِیَّۃِ مَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ لَا فِیْ نُزُوْلِ الْمَلَکِ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۹۵)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ دونوں قسم کے نبیوں کے درمیان فرق صرف اس چیز کی کیفیت میں ہوتا ہے۔

جسے فرشتہ لیکر نازل ہوتا ہے۔ نزولِ فرشتہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یعنی فرق صرف تشریعی اور غیر تشریعی وحی کا ہوتا ہے۔ فرشتہ کے اُترنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کے قول اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ...... الآیۃ (حٰمٓ السجدہ ع ۴) کی تفسیر میں فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ باب معرفۃ الاستقامۃ میں لکھتے ہیں:۔

هٰذَا التَّنْزِيْلُ هُوَ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ لَا نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ کہ استقامت دکھانیوالوں پر یہ فرشتوں کا کلام کے ساتھ اُترنا نبوتِ عامّہ ہی ہے۔ نہ کہ نبوتِ تشریعی۔

غیر تشریعی نبی کی وحی ظنّی نہیں ہوتی

آج کل کے بعض علماء اس غیر تشریعی الہام اور وحی کو محض ظنی قرار دیتے ہیں نہ کہ یقینی۔ لیکن اگر یہ وحی ظنّی ہوتی ہے نہ کہ یقینی تو پھر استقامت دکھانے والوں پر جو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ تم کوئی خوف اور غم نہ کرو اور جنّت کی بشارت پاؤ۔ تو اس سے انہیں کیا تسلّی ہو سکتی ہے۔ یہ وحی تو پھر اصطفاء اور اجتباء کی بجائے ایک قسم کا ابتلاء بن جائے گی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ تو ملائکہ کے ذریعہ تسلّی دینے کے لئے یہ وحی نازل کرتا ہے۔ پس نبوتِ عامّہ حاصل کرنے والے نبی کی وحی اگر قطعی اور یقینی نہ ہو تو پھر اس سے کوئی اطمینان اور تسلّی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو وحی شک کو دُور کر کے یقین پیدا نہ کر سکے وہ کیا تسلّی دے گی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ آیت کو

اِنَّ کے لفظ سے شروع کرتا ہے جو کہ جملہ کے مضمون کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

ماسوا اسکے حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ پہلی قسم کے نبی پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس کو ایسی قطعی اور یقینی قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ان روایات کی بھی غلطی نکالی جاتی ہے جو از رُوئے سند صحیح سمجھی گئی ہوں۔ پس جب اس نبی کی وحی اس طرح سنداً صحیح روایت پر بھی اُن کے نزدیک حَکَم ہوسکتی ہے تو اس کے قطعی اور یقینی ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں جو المُبَشِّرَات سے تعلق رکھتی ہے وارد ہے:۔

"وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَكْذِبُ۔" (مشکوٰۃ باب الرؤیا)

کہ المبشّرات چونکہ نبوت کا حصّہ ہیں اس لئے انہیں جھوٹا نہیں قرار دیا جاسکتا۔ پس المبشّرات کا قطعی ہونا قرآن، حدیث اور اقوالِ بزرگانِ دین سے ثابت ہے۔ جب وہ سچّی ٹھہریں تو قطعی اور یقینی ہوئیں نہ کہ ظنّی اور غیر یقینی۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک ختمِ نبوّت کی حقیقت اور اپنے دعوٰی کی کیفیّت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

وَالنُّبُوَّةُ قَدِ انْقَطَعَتْ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا كِتَابَ بَعْدَ الْفُرْقَانِ الَّذِىْ هُوَ خَيْرُ الصُّحُفِ السَّابِقَةِ وَلَا شَرِيْعَةَ بَعْدَ الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ۔ بَيْدَ اَنِّىْ سُمِّيْتُ نَبِيًّا عَلٰى لِسَانِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ۔ وَذٰلِكَ اَمْرٌ ظِلِّىٌّ مِنْ بَرَكَاتِ

الْمُتَابَعَةِ۔ وَمَا اَرٰی فِیْ نَفْسِیْ خَیْرًا وَ وَجَدْتُ کُلَّمَا وَجَدْتُ مِنْ ھٰذِہِ النَّفْسِ الْمُقَدَّسَةِ وَمَا عَنَی اللّٰہُ مِنْ نُبُوَّتِیْ اِلَّا کَثْرَۃَ الْمُکَالَمَةِ وَ الْمُخَاطَبَةِ وَلَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اَرَادَ فَوْقَ ذٰلِکَ اَوْحَسِبَ نَفْسَهٗ شَیْئًا اَوْ اَخْرَجَ عُنُقَهٗ مِنَ الرِّبْقَةِ النَّبَوِیَّةِ وَ اَنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلَیْهِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَةُ الْمُرْسَلِیْنَ فَلَیْسَ حَقُّ اَحَدٍ اَنْ یَّدَّعِیَ النُّبُوَّۃَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا الْمُصْطَفٰی عَلَی الطَّرِیْقَةِ الْمُسْتَقِلَّةِ وَمَا بَقِیَ بَعْدَہٗ اِلَّا کَثْرَۃُ الْمُکَالَمَةِ وَ الْمُخَاطَبَةِ وَھُوَ بِشَرْطِ الْاِتِّبَاعِ لَا بِغَیْرِ مُتَابَعَةِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ ؕ"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۴)

ترجمہ:۔ نبوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو گئی ہے اور قرآن شریف کے بعد جو پچھلے تمام صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہؐ کے بعد کوئی شریعت ہے۔ اور میرا نام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نبی رکھا گیا ہے تو یہ ظلّی امر ہے جو آپ کی متابعت کی برکات سے ہے۔ اور مَیں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں پاتا جو کچھ مَیں نے پایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مُراد میری نبوت سے صرف کثرتِ مکالمہ و مخاطبہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو اس سے زیادہ مراد لے یا اپنے نفس کو کچھ سمجھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوئے سے اپنی گردن نکالے۔ بیشک ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

ہیں۔ اور آپؐ پر نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ پس کسی کو یہ حق نہیں کہ ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقلہ نبوّت کا دعویٰ کرے۔ آپؐ کے بعد صرف کثرتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہی باقی رہا ہے۔ اور وہ بھی آپؐ کی پیروی کی شرط سے وابستہ ہے نہ کہ پیروی کے بغیر۔

یہ تحریر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عقیدہ دربارہ ختمِ نبوّت اور اپنے دعویٰ کی نوعیّت کے متعلق ایک رُوح اور نچوڑ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ تشریعی نبوّت اور مستقلہ نبوت کا دروازہ خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند مانتے ہیں۔ اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر نبیوں کا سلسلہ منقطع تسلیم کرتے ہیں۔ اور صرف المبشّرات والی نبوّت کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی شرط کے ساتھ کھُلا قرار دیتے ہیں۔ گویا اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دینا تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ غیر مشروط طور پر نبی نہیں بلکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کی شرط کے ساتھ المبشّرات والی نبوت کا مقام علیٰ وجہ الکمال حاصل ہے۔ عجیب بات ہے کہ ایسی واضح عبارتوں کے موجود ہوتے ہوئے بعض لوگ بلا دلیل آپ پر تشریعی نبوّت اور مستقلہ نبوّت کے دعویٰ کا الزام دیتے ہیں (ملاحظہ ہو مسک الختام فی ختم النّبوّۃ صفحہ ۳۹-۴۱-۴۶ مصنفہ مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ)

پھر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اپنے ۲۳ رمئی ۱۹۰۸ء کے خط میں جو نبوّت کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے متعلق آپ کی آخری تحریر ہے اور جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام میں شائع ہوئی ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ مَیں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔ اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو مَیں کیونکر اس سے انکار کرسکتا ہوں۔ مَیں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں"

خاتم النّبیّین بمعنی آخر النّبیّین کی حقیقت

علماء کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ خاتم النّبیّین کے معنی آخر النّبیین ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خاتم النّبیّین کی تفسیر حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ سے کی ہے۔

اس کے متعلّق واضح ہو کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعتِ احمدیّہ بھی تو جیسا کہ مَیں عرض کر چکا ہُوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیّین بمعنی آخر النبیین یقین کرتے ہیں۔ چنانچہ ابھی آپ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تحریر سے معلوم کر چکے ہیں کہ "ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر سلسلۂ نبوت منقطع ہو چکا ہے۔ پس کسی شخص کو حق نہیں کہ آپ کے بعد نبوّتِ مستقلہ کا دعویٰ کرے۔" اِس طرح جماعتِ احمدیّہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مضمون کی بھی سچے دل اور پوری بصیرت سے قائل ہے۔ مگر جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہُوں اس حدیث میں عُرفِ عام والی اسلامی اصطلاح میں جو نبوّت ہے اُسے منقطع قرار دیا گیا ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے نزدیک حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے مطابق شارع اور مستقل انبیاء کے لحاظ سے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم واقعی آخری نبی ہیں۔ ہاں مبشّرات والی نبوّت جو آیاتِ قُرآنیہ اور نصوصِ حدیثیّہ کے مطابق منقطع نہیں۔ صرف اسی کے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ مدّعی ہیں۔ چنانچہ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کی حقیقت بزرگانِ اُمّت اور اکابرینِ مِلّت کے نزدیک بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ جیسا کہ قبل ازیں آپ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ و امام شعرانی علیہ

الرحمۃ اور حضرت مولانا مولانا روم علیہ الرحمۃ کی عبارات سے معلوم کر چکے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بمعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اور یہ معنے آپؐ کے مقام خاتم النبیین کے لوازم میں سے ہیں۔ جیسا کہ اِسی مضمون کے دُوسرے حصّہ میں اس امر پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

اِمام علی القاریؒ کے نزدیک خاتم النّبیّین کے معنی

حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ حنفیہ کے مشہور امام ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لَوْعَاشَ اِبْرَاھِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا کی تشریح کرتے ہوئے اپنی کتاب "موضوعاتِ کبیر" کے صفحہ ۵۸، ۵۹ پر فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؓ زندہ رہتے اور بموجب حدیث ہذا نبی ہوجاتے یا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوجاتے تو وہ دونوں آپؐ کے تابع ہوتے۔ یہ کہہ کر امام موصوف اِس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ کیا اُن کا نبی بن جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا؟ فرماتے ہیں:-

"فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَہٗ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اِذَا الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِہٖ"

یعنی اِن دونوں بزرگواروں کا نبی ہوجانا خاتم النّبیّین کے قول کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ اب کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین کو منسُوخ کرے اور آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ گویا آیت خاتم النبیین سے نبوّت کے انقطاع اور بندش کا ثبوت امام صاحب

موصوف نے دو شرطوں سے مشروط قرار دیا ہے۔ **شرطِ اوّل** یہ ہے کہ ایسا نبی اب نہیں آسکتا جو دینِ محمدیؐ کو منسوخ کرتا ہو۔ **دُوسری شرط** یہ ہے کہ ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو اُمّتِ محمدیہؐ میں سے نہ ہو۔ پس ایسے نبی کا آنا جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تابع اور اُمتی اور خادم اور غُلام ہو۔ حضرت امام صاحب موصوف کے نزدیک ختمِ نبوّت کے منافی اور خلاف نہیں۔

مولوی عبدالحی صاحب کے نزدیک مجرّد نبی کا آنا محال نہیں ہے

حضرت مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "دافع الوسواس" کے صفحہ ۱۶ نیا ایڈیشن پر اپنا مذہب ختمِ نبوّت کے بارے میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مجرّد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحبِ شرعِ جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

اور اپنے اس مذہب کی تائید میں حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے اِسی قول کو پیش کرتے ہیں جو خاتم النّبیین کے معنوں میں ابھی پیش کر چکا ہُوں۔

اِن اقوال سے ظاہر ہے کہ حضرت امام علی القاریؒ اور حضرت مولوی عبدالحی صاحب دونوں بزرگوار ختمِ نبوّت کے دو پہلو مانتے ہیں۔

ختمِ نبوّت کے منفی اور مثبت دو پہلو

اِن دو پہلوؤں میں سے ایک پہلو منفی اور دُوسرا مثبت ہے۔ منفی پہلو

تو یہ ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور غیر اُمتی نبی نہیں آ سکتا۔ اور مثبت پہلو یہ ہے کہ اُمتی نبی کا آنا اُن کے نزدیک محال نہیں ہے اور ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا اِن دونوں بزرگوں سے اتفاق

اِن دو شرطوں یا دو منفی اور مثبت پہلوؤں کے ساتھ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ یعنی آپ کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی اور آخری آزاد اور مستقل نبی ہیں۔ چنانچہ آپ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۵)

نیز فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ اِن معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت اُن پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اُن کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی جو اُن کی اُمّت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمۂ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض

اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ اُمتی کہلاتا ہے۔
نہ کہ کوئی مستقل نبی۔" (تتمہ چشمۂ معرفت صہ۹)

نیز فرماتے ہیں:۔

"ماحصل اِس آیت کا یہ ہُوا کہ نبوّت گو بغیر شریعت ہو۔ اِس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغِ نبوّتِ محمدیہؐ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحبِ کمال ایک جہت سے تو اُمتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتسابِ انوارِ محمدیہؐ نبوّت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔"

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۷)

آپ صاحبان دیکھیں کہ جس طرح حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کے نزدیک خاتم النبیین کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا اور نہ ایسا نبی جو آپؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ اُمّت میں مجرّد نبی کا آنا اُن کے نزدیک محال و ممتنع نہیں۔ اِسی طرح حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام بھی اِس مضمون کی تصدیق کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کا آنا منقطع ہے جو شریعت جدیدہ لائے۔ یا مستقلہ نبوّت کا دعویٰ کرے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی آپؐ کے فیض سے مقامِ نبوّت پاسکتا ہے۔

آخر الانبیاء کے معنے

مَیں یہ بتا چکا ہوں کہ ختم نبوت کے منفی اور مثبت دو پہلو ہیں - اور ان دونوں پہلوؤں کے یہ بزرگوار قائل ہیں - اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے تئیں آخر الانبیاء قرار دیتے ہوئے اِن منفی اور مثبت پہلوؤں کی طرف لطیف اور بلیغانہ رنگ میں اشارہ فرمایا ہے - چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینہ) یعنی مَیں آخری نبی ہوں اور میری یہ مسجدِ مدینہ مسجدوں میں سے آخری مسجد ہے - اب صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کے ساتھ آخر المساجد کا ذکر تقابل اور تمثیل کے لئے بیان فرمایا ہے کہ جس رنگ میں میری مسجد آخری مسجد ہے اُسی رنگ میں مَیں آخری نبی ہُوں - اب غور فرمالیں کہ کیا مسجدِ نبویؐ کے بعد ان مساجد کا بنانا ناجائز ہے جن کا وہی قبلہ ہو جو مسجدِ نبویؐ کا قبلہ ہے ؟ اگر ناجائز ہے تو ہزاروں مساجدِ اسلامیہ جو مسجدِ نبویؐ کے بعد تعمیر ہوئیں مساجد کہلانے کی حقدار نہ ہوں گی لیکن اگر یہ مساجد اس وجہ سے مساجد کہلانے کی حقدار ہیں کہ یہ مسجدِ نبویؐ کا ہی قبلہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظلّ اور اس کے تابع ہیں اور اس طرح مسجدِ نبویؐ آخری مسجد بھی رہتی ہے اور اس کے بعد اُس کی تابعیت اور ظلّیت میں اَور مساجد بنانا بھی جائز ہے تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے آپؐ کی تابعیت اور ظلّیت میں کسی اُمّتی کا مقامِ نبوت حاصل کرنا جبکہ وہ نبی شریعت

محمدیہ کے تابع اور آپ کا اُمتی ہی رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے خلاف نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کو آخر المساجد کے تقابل میں پیش کرتے ہوئے عجیب بلیغانہ انداز میں آخر الانبیاء کے مقام کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔

حضرت پیران پیر علیہ الرحمۃ کا مذہب

پیرِ پیران حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں میں سے مقامِ نبوت پانے والوں کی شان میں لکھتے ہیں:۔

"اُوْتِیَ الْاَنْبِیَآءُ اِسْمَ النُّبُوَّةِ وَاُوْتِیْنَا اللَّقَبَ اَیْ حُجِرَ عَلَیْنَا اِسْمُ النُّبُوَّةِ مَعَ اَنَّ الْحَقَّ سُوِیًّ یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیَ کَلَامِہٖ وَکَلَامِ رَسُوْلِہٖ وَصَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَآءِ الْاَوْلِیَآءِ۔"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵ و نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی حاشیہ صفحہ ۴۴۵)

یعنی انبیاء کو تو نبی کا نام دیا گیا ہے۔ اور ہم اُمتی لقبِ نبوت پاتے ہیں۔ (یعنی ہمیں مرکب نام دیا گیا ہے) ہم سے النبوۃ کا نام روکا گیا ہے (یعنی محض نبی کہلانے کا حق) باوجود اس کے کہ ہمارا پورا حق ہے (کہ ہمیں نبی کا نام دیا جاتا) کیونکہ خدا تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسول کے کلام کے معانی

سے خبر دیتا ہے۔ اور اس مقام کا رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء میں سے ہوتا ہے (یعنی نبی الاولیاء کہلاتا ہے)

حضرت پیرانِ پیرؒ نے اس قول میں نبوّت کو اُمّتِ محمدّیہ میں جاری مانا ہے۔ اور اُمّت کے اندر ہونے والے نبیوں کو نبی کہلانے کا پورا حقدار سمجھا ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ انہیں انبیاء کی بجائے انبیاء الاولیاء کا لقب دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ لقب دیا جانے میں دراصل ختمِ نبوّت کی رعایت مطلوب ہے تا کسی کو یہ شبہ یا وہم پیدا نہ ہو کہ اس مقام کا حامل تشریعی نبوّت کا مدّعی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے تشریعی نبی بھی ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے اُمّتی کو صرف نبی کا نام دئیے جانے سے یہ شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ وہ تشریعی نبوّت کا مدّعی ہے۔

زَالَ اِسْمُ النُّبُوَّةِ کی حقیقت

چنانچہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ زَالَ اِسْمُ النُّبُوَّةِ لکھ کر اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں:—

"فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ لَفْظِ النُّبُوَّةِ عَلٰی هٰذَا الْمَقَامِ مَعَ تَحَقُّقِهٖ لِئَلَّا يَتَخَيَّلَ مُتَخَيِّلٌ اَنَّ الْمُطْلِقَ لِهٰذَا اللَّفْظِ يُرِيْدُ نُبُوَّةَ التَّشْرِيْعِ فَيَغْلُطَ۔" (فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ صـ۳)

یعنی "ہم نے اس مقامِ نبوّت کے لئے خالی نبوّت کا لفظ بولنا اس لئے بند

کیا ہے۔ باوجودیکہ نبوّت اس صاحبِ مقام کو حاصل ہوتی ہے تاکہ کوئی خیال کرنے والا یہ خیال نہ کرے کہ اس لفظ کا بولنے والا شریعت والی نبوّت مُراد لیتا ہے۔ اور اس طرح غلطی میں نہ پڑجائے۔"

اسی طرح فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ صفحہ ۵۶۸ میں فرماتے ہیں:۔

" فَمَا تُطْلَقُ النُّبُوَّةُ اِلَّا لِمَنِ اتَّصَفَ بِالْمَجْمُوْعِ فَذٰلِكَ النَّبِيُّ وَتِلْكَ النُّبُوَّةُ حُجِرَتْ عَلَيْنَا وَانْقَطَعَتْ وَمِنْ جُمْلَتِهَا التَّشْرِيْعُ بِالْوَحْيِ الْمَلَكِيِّ فَذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا لِلنَّبِيِّ خَاصَّةً۔"

یعنی " النّبوۃ " کا اطلاق اسی شخص کے لئے ہوتا ہے جو النّبوۃ (یعنی اجزاءِ نبوّت) کے مجموعہ سے متّصف ہو۔ پس یہ النّبیّ اور یہ النّبوّۃ روکی گئی ہے اور یہی منقطع ہوئی ہے۔ اِس النّبوّۃ میں شریعت والی وحی شامل ہے۔ جو خاص طور پر النّبی کو ملتی ہے۔" یعنی غیر تشریعی نبی کو نہیں ملتی۔ پس حضرت محی الدین ابن عربیؒ وغیرہ صوفیاء کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ النّبی اور النّبوّۃ کا لفظ عُرفاً چونکہ شارع نبی سے مخصوص ہوگیا تھا اس لئے غیر تشریعی انبیاء کے لئے انبیاء الاولیاء کی اصطلاح اختیار کی گئی جو ایک مرکّب لقب ہے۔ تاکہ النّبی اور النّبوۃ کے الفاظ کے استعمال کو کوئی شخص تشریعی نبوّت کا دعویٰ خیال کرکے غلطی میں نہ پڑجائے۔ ورنہ نبوّت غیر تشریعی اُس نبی میں پائی جاتی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی فرماتے ہیں:۔

"میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔ اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظِلّ ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ اِسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیساکہ میرا نام نبی رکھا گیا۔ ایسا ہی میرا نام اُمتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپؐ کے ذریعہ سے ملا ہے"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

اِسی طرح آپؑ نے اپنی اُمتی یا ظلّی یا بروزی نبوّت کے لحاظ سے اپنے متعلق اُمتی نبی یا ظلّی نبی یا بروزی نبی کی اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں۔ تا معلوم ہوتا رہے کہ آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کی برکت سے مقامِ نبوّت پایا ہے۔ اور تا کسی کو یہ دھوکا نہ لگے کہ آپ تشریعی نبوت یا مستقلہ نبوّت کے مدّعی ہیں۔

حضرت ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کی تفہیم کے ماتحت "تفہیماتِ الٰہیہ" تفہیم ۵۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خُتِمَ بِہِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ"

یعنی "خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں پایا جائیگا جس کو خُدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے"

پھر حضرت عبد الکریم جیلیؒ خاتم النّبیین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَہٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ۔"

(الانسان الکامل باب ۳۶)

یعنی "شریعت والی نبوّت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہوگیا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیّین ہیں۔"

آپ حضرات دیکھیں کہ ان ہر دو بزرگوں کے بیان سے بھی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی آیت خاتم النّبیّین کی یہی تفسیر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا۔ یہ اُمّتِ محمدیّہ کے نزدیک خاتم النّبیّین کے اجماعی معنی ہیں اور جماعتِ احمدیہ ان کی قائل ہے۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح بزرگوں کے اقوال سے

اب میں حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح جسے عموماً ہمارے سامنے نبوّت کے من کلّ الوجوہ بند ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے۔ بزرگانِ اُمّتِ محمدیّہ کے اقوال سے پیش کرتا ہوں۔

(۱) اس کی تشریح میں نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں:-

"حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے۔ البتہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرعِ ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔" ("اقتراب الساعۃ" صفحہ ۱۶۲)

(۲) چونکہ اس حدیث کے عوام النّاس یہ معنے بھی لے سکتے تھے کہ میرے

بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا ۔ اور یہ معنے چونکہ "خاتم النبیین" کے حقیقی معنوں کے خلاف تھے اِس لئے حضرت اُم المومنین **عائشہ الصدّیقہ** رضی اللہ عنہا نے جو معلّمۂ نصف الدین ہیں فرمایا :۔

"قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔" (در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی " لوگو ! یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ مت کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ۔"

اِس پر حضرت امام **محمد طاہرؒ** مجمع البحار میں اپنا نقطۂ خیال یوں لکھتے ہیں :۔

"ھٰذَا نَاظِرًا اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ ۔" (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت امّ المومنین عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول اس بناء پر ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نے بحیثیت نبی اللہ نازل ہونا ہے ۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول حدیث لا نبیّ بعدی کے خلاف بھی نہیں ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اِس قول سے یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے ۔ (گویا حضرت عائشہ صدّیقہ نے لا نبیّ بعدہٗ کہنا عام معنوں کے لحاظ سے منع فرمایا ہے)

۳۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ اَيْ مَاثَمَّ مَنْ يُّشَرِّعُ بَعْدِيْ شَرِيْعَةً خَاصَّةً۔" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

یعنی "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا نبیّ بعدی اور لا رسول بعدی سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد شریعت لانے والا نبی نہیں ہوگا۔"

۴۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ شَرْعِهٖ حُكْمًا اٰخَرَ۔ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ اَيْ لَا نَبِيَّ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُّخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ۔"

(فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ "وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود پر منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوّت ہے۔ نبوّت کا مقام بند نہیں ہوا۔ اب کوئی شریعت نہ ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو

منسوخ کرے یا آپ کی شریعت میں کسی حکم کا اضافہ کرے۔ اور یہی معنے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس قول کے کہ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف شریعت رکھتا ہو بلکہ جب بھی کوئی نبی ہوگا تو میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔"

اب دیکھئے اُمّ المومنین عائشہ الصدّیقہ رضی اللہ عنہا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اور حضرت امام محمد طاہر صاحبؒ۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے حدیث لا نبی بعدی کے رُو سے صرف ایسے نبی کا آنا بند مانا ہے جو نئی شریعت کا حامل ہو یا شریعت محمدی میں کوئی ترمیم یا تنسیخ یا اضافہ کرنے والا ہو۔ غیر تشریعی نبی کی آمد کو اُنہوں نے اس حدیث کے منافی نہیں سمجھا۔ چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے تو صاف لفظوں میں فرما دیا ہے۔

"بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ"۔
بلکہ جب کبھی نبی ہوگا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کے تابع ہوگا۔

انقطاعِ نبوّت پر دلالت کرنے والی حدیثوں کی مندرجہ بالا تشریح حدیث نبویؐ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے عین مطابق ہے۔ اِس میں مبشرات والی نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّت میں باقی قرار دیا ہے۔ اور شریعت والی نبوت یا مستقلہ نبوّت کو منقطع قرار دینے کے لئے لَمْ یَبْقَ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ پس انقطاعِ نبوّت والی احادیث..

ہیں نبی یا نبوّت کے الفاظ عرفِ عام والی اسلامی اصطلاح میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور علماءِ ربّانی کی عرفِ خاص والی اسلامی اصطلاح میں۔
لا نبیّ بعدی کی تشریح میں بعض اور احادیث بھی موجود ہیں ۔

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح ازرُوئے احادیث

چنانچہ حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے :۔

(۱) " اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ ۔" (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

(۲) اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ ۔ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صفحہ ۴)

(۱) یعنی " ابوبکرؓ میرے بعد کے سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو "

یا (۲) " ابوبکرؓ اس امت میں افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو "

اِن دونوں حدیثوں میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرف اِلَّا جو استثناء کا حرف ہے استعمال کرکے بتا دیا کہ اُمّتِ محمدیہ میں نبی کا آنا رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ممکن ہے ۔ اگر ممکن نہ ہوتا تو پھر صرف یہ فرماتے کہ " ابوبکرؓ اِس اُمّت میں سب لوگوں سے افضل ہیں " " سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو " کے الفاظ نہ فرماتے ۔ یہ الفاظ اس بات پر قطعی دلیل ہیں کہ خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اُمّت میں نبی کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نزدیک محال اور ممتنع نہیں۔ بلکہ ممکن ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نہ صرف عام کمالاتِ نبوّت ہی مِل سکتے ہیں بلکہ نبی کا ہونا بھی ممکن ہے۔ اگر خاتم النبیین کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک یہ ہوتے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو آپؐ کبھی حرف اِلّا کے ذریعہ نبی کا استثناء نہ فرماتے۔ پس ان ہر دو حدیثوں کو جو استثناء کے ذکر پر مشتمل ہیں لَا نبیّ بعدی اور اس کے مضمون پر مشتمل سب حدیثوں کی تشریح میں مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ پس جہاں انقطاعِ نبوّت بیان کرنے والی حدیثیں خاتم النبیّین کے مفہوم کا منفی پہلو بیان کر رہی ہیں وہاں یہ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ والی حدیثیں خاتم النبیّین کے مثبت پہلو کو بیان کر رہی ہیں۔ اِس طرح احادیث سے خاتم النبیّین کے مثبت اور منفی دونو پہلو متعیّن ہو جاتے ہیں۔

استثناء کا تعلّق!

مَیں نے یہ استثناء والی حدیث ایک تبادلۂ خیالات کے موقع پر ایک غیر احمدی مولوی صاحب کے سامنے پیش کی تو وہ کہنے لگے کہ اِلّا کے استثناء کا تعلق ان حدیثوں میں حضرت مسیح علیہ السلام سے ہے جو اُمّتِ محمدیہ میں نازل ہونے والے ہیں۔ مَیں نے جواباً کہا کہ آپ کا یہ خیال اس حد تک تو درست ہے کہ اِن حدیثوں کا تعلق مسیح موعود سے ہے۔ مگر آپ کا یہ خیال یہ حدیثیں ردّ کرتی ہیں کہ مسیح اسرائیلی علیہ السلام سے ان کا تعلّق ہے۔ کیونکہ اِن حدیثوں

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَکُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظ فرمائے ہیں۔ اور یَکُوْنُ مضارع کا صیغہ ہے۔ جس کا تعلق آئندہ زمانہ میں ہونے والے نبی سے ہے۔ جس کو نبوّت آئندہ زمانہ میں حاصل ہوگی۔ علاوہ ازیں کَوْنٌ کے معنے عدم سے وجود میں آنا ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نبوّت تو آئندہ عدم سے وجود میں نہیں آئے گی۔ اِس لئے یَکُوْنُ کا لفظ ایسے نبی کے متعلق ہی ہو سکتا ہے جس کی نبوّت آئندہ زمانہ میں عدم سے وجود میں آنے والی ہو۔ ماسوا اس کے حدیث کے سیاق میں حضرت ابوبکرؓ کا اُمّت کے افراد سے تقابل مدِّ نظر ہے اس لئے اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ کا تعلق بھی اُمّتی نبی سے ہو سکتا ہے۔ نہ کسی مستقل نبی سے۔ کیونکہ مستقل نبی کی آمد تو خاتم النبیین کے منافی ہے۔ اور اس پر ساری امت کا اجماع ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کا مرتبہ

مسیح موعود اُن سے کیوں افضل ہیں؟

مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے اپنی کتاب "ختم النّبوۃ" میں اس بات پر جذباتی پہلو سے بڑا زور دیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت کو جاری مانا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کیوں نبی نہ بنے۔ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کامل متّبع تھے؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا مقام اُمّتِ محمدّیہ میں بہت بلند

ہے۔ مگر اِن ہر دو حدیثوں کی موجودگی میں اس بات کی وجہ خود مولوی محمد ادریس صاحب اور ہمچو قسم علماء سوچ لیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمادیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام اُمّت سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر اُمّتِ محمّدیہ کے اندر ظاہر ہونے والا نبی تو بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہی ہوگا۔ نبوّت ایک موہبتِ الٰہی ہے۔ اس کا منصب ضرورت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے مِلا کرتا ہے۔ یہ منصب کسب سے حاصِل نہیں ہوتا۔ پس اس منصب کے پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اس کی علّتِ تامّہ نہیں کہ معلول (یعنی منصب) کا پایا جانا اس عِلّت کے پایا جانے کے ساتھ ضروری ہو۔ بلکہ صرف شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہاں اس کامل پیروی کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کو بھی کمالات و انوارِ نبوّت سے حصّۂ وافر مِلا تھا۔ مگر وہ مامور نہ تھے۔ ماموریّت کا مقام حسب حدیث نبویؐ مندرجہ مُسلم باب خروج الدجّال صرف مسیح موعود کے لئے مقرر ہے کیونکہ انہی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں چار دفعہ نبیّ اللہ قرار دیا ہے۔

چونکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کمالاتِ نبوّت سے حصّۂ وافر ملا تھا اِس لئے حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ نے تو انہیں کمالات کے لحاظ سے انبیاء میں ہی شمار کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :۔

"ایں ہر دو بزرگوار از بزرگی وکلانی در انبیاء معدود اند۔ و بفضائلِ انبیاء محفوف۔" (مکتوبات جلد اوّل صہ ۲۵۱ مکتوب ۲۷۱)

ہاں امام ابنِ سیرین علیہ الرحمۃ نے غالباً ان دو حدیثوں کے پیشِ نظر ہی جن میں اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظ آتے ہیں۔ فرمایا ہے:-

"یَکُوْنُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ خَلِیْفَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ قِیْلَ خَیْرٌ مِنْھُمَا۔ قَالَ قَدْ کَادَ یَفْضُلُ عَلٰی بَعْضِ الْاَنْبِیَاءِ۔ (حُجج الکرامہ صفحہ ۳۸۶)

یعنی " اس اُمّت میں ایک خلیفہ ہوگا جو ابوبکرؓ اور عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بڑا ہوگا اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ وہ ان دونوں سے بھی بڑا ہوگا؟ تو امام ابنِ سیرین نے جواب دیا کہ قریب ہے کہ وہ تو بعض نبیوں سے بھی بڑھ جائے۔"

اب یہ خلیفہ بجز مسیح موعود اور مہدی معہود کے اور کون ہو سکتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا بڑا ہونا جب پہلے سے مسلّم ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیوں اُمّتِ محمدیہ کے خلفاء سے بوجہ ماموریت بر منصبِ نبوّتِ غیر مستقلہ افضل نہ سمجھا جائے؟

مولوی محمد ادریس صاحب کی غلط فہمی متعلق حدیث اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ

مولوی محمد ادریس صاحب نے حدیث اَلَا تَرْضٰی اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ (بخاری غزوۂ تبوک) پیش کر کے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مستقلہ نبوّت کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس جگہ لا نبیّ بعدی میں نبوّتِ غیر مستقلہ کی

بھی نفی قرار دی گئی ہے۔

مولوی محمد ادریس صاحب کی یہ تشریح درست نہیں۔ اور اس حدیث سے ہمارے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث دہلوی کی طرح ہم تو اس حدیث کا تعلق غزوۂ تبوک سے غیر حاضری کے زمانہ اور صرف حضرت علیؓ سے سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :-

"باید دانست کہ مدلولِ ایں حدیث نیست الّا استخلافِ علی بر مدینہ در غزوۂ تبوک و تشبیہہ دادنِ ایں استخلاف باستخلافِ موسیٰ ہارون را در وقتِ سفرِ خود بجانبِ طور۔ و معنی بَعْدِیْ ایں جا غیری است۔ چنانچہ در آیت فَمَنْ یَّھْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ گفتہ اند نہ بعدیتِ زمانی۔ زیراکہ حضرت ہارونؑ بعد حضرت موسیٰؑ نماندند تا ایشاں را بعدیتِ زمانہ ثابت بُود۔ واز حضرت مرتضیٰؓ آنرا استثناء کنند۔ پس حاصل ایں است کہ حضرت موسیٰؑ در ایامِ غَیبتِ خود حضرت ہارون را خلیفہ ساخت و حضرت ہارون از اہلِ بیت حضرت موسیٰ بودند و جامع بودند در نیابت و اصالت در نبوت و حضرت مرتضیٰؓ مثلِ حضرتِ ہارون است در بودنِ اہلِ بیتِ پیغمبر و در نیابتِ نبوّت بحسب احکامِ متعلقہ بحکومتِ مدینہ در اصالتِ نبوت۔" (قُرّۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۲۰۶ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی)

یعنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ۔ غزوۂ تبوک میں علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں نائب یا مقامی امیر بنایا جانا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ ؑ سے اس نیابت میں جو حضرت موسیٰ ؑ کے طور کا سفر اختیار کرنے کے وقت تھی تشبیہہ دینا ۔

پھر فرماتے ہیں ۔ اس حدیث میں بعدی کے لفظ کے معنی غیری ہیں نہ کہ بعدیت زمانی ۔ اور بعدیت زمانی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ ؑ کے بعد زندہ نہیں رہے ۔ پس حضرت علی رضؓ کے لئے بعدیت زمانیہ سے اِلّا کے ذریعہ استثناء مراد نہیں ہو سکتا ۔

حاصل مطلب حدیث کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی غیر حاضری میں ہارون علیہ السلام کو جو اُن کے اہلِ بیت میں سے تھے اور حضرت موسیٰ ؑ کے نائب بھی تھے ۔ اور اصالۃً نبی بھی تھے ۔ مقامی امیر بنایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت سے ہوتے ہیں اور مدینہ منوّرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر حاضری میں نائب ہونے میں تشبیہہ دئیے گئے ہیں نہ کہ براہِ راست نبی ہونے میں ۔ اور اس طرح حدیث کے معنے یہ ہیں کہ اس غیر حاضری کے زمانہ میں جو سفرِ تبوک کے ذریعہ ہوگی میرے سوا کوئی نبی نہ ہوگا ۔ بَعْدِیْ کے معنی غَیْرِیْ کے ہیں نہ بعدیت زمانی کے ۔

حضرت ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ کا تعلق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے وقت سے ہے نہ کہ بعدیت زمانی سے ۔ کیونکہ بعدیت زمانی مراد

پس تو حدیث سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ ؑ کے بعد زندہ رہے ۔ حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے ۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے فوت ہو گئے تھے ۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے زمانہ کے لئے نیابت میں تشبیہہ دی گئی ہے ۔ نہ کہ اس مستقلہ نبوت میں بھی جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھی ۔ اس جگہ زمانی بعدیت کے لحاظ سے نبوت کے بند ہونے یا نفی کا قطعاً ذکر نہیں ۔ کیونکہ بعدیت زمانی سیاقِ حدیث کے خلاف ہے ۔ اگر حضرت ہارُون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہے ہوتے تو پھر بعدیت زمانی مراد لی جا سکتی تھی ۔ اس جگہ بعدی کے معنے غیری کے ہیں ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں بیان فرما رہے ہیں ۔ کہ غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے زمانہ میں میرے سوا کوئی نبی نہیں ۔

مولوی محمد ادریس صاحب بعدیت زمانی اور نبوّت غیر مستقلہ مراد لے کر ہمیشہ ہمیش کے لئے نبوّتِ غیر مستقلہ کی بھی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں ۔ مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اِس لطیف اور پُر مغز استدلال کے بالمقابل اُن کی ساری کوشش بے سُود ہے ۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام اصالتاً یعنی براہِ راست اور مستقل نبی تھے ۔ لہذا اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ میں غزوۂ تبوک پر غیر حاضری کے زمانہ میں صرف مستقلہ نبوت کی نفی ہی مُراد ہو سکتی ہے ۔ اب اگر مولوی محمدّ ادریس صاحب

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے قول کے برخلاف نبوتِ غیر مستقلہ کی نفی بھی مراد لیں تو پھر بھی اس نفی کو حضرت علی رضؓ سے غزوۂ تبوک کی غیر حاضری تک ثابت کرنا مقصود ہوگا۔ کیونکہ بعدی سے مراد اس جگہ بعدیتِ زمانی نہیں لی جاسکتی۔ پس ہمیشہ کے لئے غیر مستقلہ نبوّت کی نفی اس حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتی۔

طبقات سعد جلد ۵ صفحہ ۱۵ میں اس حدیث کی دوسری روایت بالمعنٰی غَیْرَ اَنَّكَ لَسْتَ نَبِیًّا کے الفاظ میں وارد ہے۔ کہ اے علیؓ! تو نبی نہیں۔ یہ بھی اس امر کی مؤید ہے کہ اس جگہ بعدیتِ زمانی مراد نہیں۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ"۔ تو یہ مستثنٰی نبی جس کے امت میں ہونے کا امکان تھا۔ آخر غیر مستقل نبی ہی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا زیر بحث حدیث کے الفاظ لا نبیّ بعدی کا تعلق صرف اور صرف حضرت علی رضؓ سے اُس وقت نبوّت کی نفی کے متعلق ہی تسلیم کرنا پڑے گا نہ کہ علی الاطلاق نبوّتِ غیر مستقلہ کی نفی کے متعلق۔

یہ امر تو مسلّم بین الفریقین ہے کہ شارع اور مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ اب رہا غیر مستقل نبی۔ سو اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ کے الفاظِ حدیث سے اس کا اُمتِ محمدیہ کے اندر ہونا متعیّن ہوگیا۔ وَھٰذا ھوالمراد۔

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح میں ایک اور حدیث

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی حدیث کی تشریح ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی میں یہ حدیث یوں درج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَدَّعِیْ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ" (نبراس ص۴۴۵)

کہ میرے بعد تیس آدمی ہوں گے۔ اُن میں سے ہر ایک نبوّت کا دعوٰی کرے گا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اُس نبی کے جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔

صاحبِ نبراس کہتے ہیں درصورتِ تسلیم اِلَّا کے استثناء کا تعلق حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے ہے۔ مگر اِس حدیث کے معنوں کے متعلق نبراس کے حاشیہ پر لکھا ہے:-

"وَالْمَعْنٰی لَا نَبِیَّ بِنُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدِیْ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ مِنْ اَنْبِیَآءِ الْاَوْلِیَآءِ" (حاشیہ ص۴۴۵)

یعنی "حدیث کے فقرہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنے یہ ہیں کہ میرے بعد شریعت والی نبوّت نہیں ہے۔ اور اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ سے مراد وہ انبیاء ہیں جو انبیاء الاولیاء ہیں۔ یعنی جو اولیاءِ اُمّت ہو کر مقامِ نبوّت پانے والے ہیں"۔ گویا غیر تشریعی انبیاء کا آنا اِس حدیث کے رُو سے ممکن ہے۔ اور آیت خاتم النّبیین کے منافی نہیں۔

پس حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ محققین علماءِ اُمّت کے نزدیک صرف مستقل یا تشریعی نبی کے آنے میں روک ہے۔ نہ کہ غیر تشریعی اُمّتی نبی کی آمد میں۔ غیر تشریعی اُمّتی نبی کا استثناء تو خود احادیثِ نبوی سے ثابت ہو چکا ہے۔ نبراس کی اِس

حدیث اور اس کی مندرجہ بالا تشریح سے صحیح بخاری کی وہ حدیث بھی حل ہو جاتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کے اندر تیس دجّالوں کذّابوں کی خبر دی ہے جو مدّعیٔ نبوّت ہوں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ تیس دجّال تشریعی یا مستقلہ نبوّت کے مدّعی ہوں گے۔ اور ایسا ہی دعویٰ خاتم النّبیّین کی آیت اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے منافی ہے۔ کیونکہ خاتم النّبیّین کے حقیقی معنوں کے لوازم میں سے یہ معنے بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم آخری شارع اور مستقل نبی ہیں۔ غیر تشریعی نبوّت کو محققین علماء اور اولیاء اُمّت نے منقطع تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحؒ نے تو اسے قیامت تک جاری قرار دیا ہے۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں خاتم النّبیین کے ساتھ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ جو بطور تفسیر کے ہیں اس بات کے لئے اشارہ ہیں کہ اس جگہ خاتم النّبیّین کے لازمی معنے یعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہی مُراد ہیں۔ جیسا کہ میں بزرگوں کے اقوال سے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنی دکھا چکا ہُوں اور چونکہ لازمی معنے کسی حقیقی معنی کے تابع ہوتے ہیں اس لئے حقیقی معنے خاتم النّبیّین کے اور ہوں گے۔ محلِ استدلال میں چونکہ اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اِس لئے حدیث میں صرف لازمی معنوں کی طرف لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا گیا۔ خاتم النّبیّین کے حقیقی معنی ایسا نبی ہیں جس کی مُہر یا فیض کے واسطہ سے مقامِ نبوّت حاصل ہو سکے۔ اِن معنوں کی تحقیق آپ آگے چل کر اس مضمون کے دوسرے حصّہ میں معلوم کریں گے۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی علمی تحقیق

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ محققین علماء کے نزدیک لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی حدیث میں لَاؔ کا لفظ اپنے مدخول کی ذات یا جنس کی نفی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ لَا نفیٔ کمال کے لئے ہے۔ جیسے حدیث لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ کا لَاؔ ہے۔ اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ فتح مکہ کے بعد کوئی ایسی کامل ہجرت نہ ہوگی جس میں نبی خود مہاجرین کے ساتھ شامل ہو۔ اسی طرح لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنی بزرگانِ دین نے بیان کئے ہیں کہ نبوّت تامّہ کاملہ تشریعیہ کا دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بند ہوگیا ہے۔ ہاں بزرگانِ اُمّت نے غیر تشریعی نبی کا جس میں شریعت جدیدہ والی جزو نہ ہوگی۔ اُمّتِ محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بطور ماتحت غیر مستقل نبی کے آنا ممکن مانا ہے۔ اور اسے منافیٔ ختم نبوّت نہیں سمجھا۔ اسی بناء پر قریباً قریباً تمام مسلمان فرقے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اُمّتِ محمدیہ میں آنے کے قائل رہے ہیں۔ پس لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں محققین علماء کے نزدیک دُوسری حدیثوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے (جن میں اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ یا جو مسیح کی آمد پر مشتمل ہیں) نبیؔ کا لفظ مطلق نبی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ تشریعی نبی اور مستقل نبی کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ پس ایسے ہی نبی کا آنا منافیٔ ختمِ نبوّت ہے۔

علاوہ ازیں جب خود دُوسرے علماء حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی آمدِ

ثانی کے قائل ہیں تو پھر یہ سب فرقے جو اس عقیدہ کے ہیں اپنے اِس مسلک کے لحاظ سے حدیث لَا نبیَّ بعدی کے یہی معنے ماننے کے لئے مجبور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر مستقل نبی آ سکتا ہے۔ ورنہ اگر اس حدیث کا لَا نفی جنس کا قرار دیں اور نبی سے مُراد مطلق نبی لیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی اُمّتِ محمدیہ میں قدم رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جب اس حدیث سے مطلق نبی کا آنا بند مان لیا گیا اور جنسِ نبی کے ہر فرد کا آنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ممتنع تسلیم کر لیا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے آ سکتے ہیں؟ اب اگر دوسرے علماء اس حدیث میں نبی کا لفظ مطلق مان کر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بھی قائل ہوں تو اس سے نہ وہ صرف متضاد عقائد رکھنے والے ہوں گے۔ بلکہ اُن کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے صریح طور پر ختمِ نبوّت کے انکار کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ آخری نبی بجائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن جائیں گے۔ اور ختمِ نبوّت کی خصوصیت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیت ہے آپ سے چھن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

مولوی محمد ادریس صاحب کی توجیہہ
محض آخری نبی بلحاظ پیدائش پر تبصرہ!

مولوی محمد ادریس صاحب اپنے رسالہ "ختم النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی آخر میں پیدا ہونے والا نبی کے لحاظ سے ہیں اس لئے حضرت عیسیٰؑ تو آپؐ کے بعد آسکتے ہیں لیکن مرزا صاحب نبی نہیں ہو سکتے۔

(۱) مگر یہ معنے لیتے ہوئے اُنہوں نے سوچا نہیں کہ اس طرح تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھورے خاتم النبیین رہ جاتے ہیں۔ اور ختم نبوت دو نبیوں میں بٹ جاتی ہے۔ کیونکہ جب خاتم النبیین کے معنی اُن کے نزدیک محض آخری نبی ہیں تو پیدا ہونے کے لحاظ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے اور بقا (باقی رہنے) کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی بن کر خاتم النبیین بن گئے۔ اس طرح دونوں نبی ادھورے خاتم النبیین قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ پُورا آخری تو وہی ہو سکتا ہے جو پیدائش اور بقا دونوں لحاظ سے آخری ہو۔ لیکن مولوی محمد ادریس صاحب کے معنوں کے لحاظ سے تو ختم نبوت کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تقسیم ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ ایک لحاظ سے آخری نبی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ ۲۲ میں لکھتے ہیں:-

"جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نُوَّابٌ لَّہٗ"

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اٰخِرِ الرُّسُلِ
وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ "

یعنی "تمام انبیاء آدمؑ سے لیکر آخر الرُسل عیسٰی علیہ السلام تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں"

(۲) قرأت خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ بفتح التاء کے معنے مولوی محمد ادریس صاحب اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے نزدیک پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی کے ہیں۔ اور قرأت خَاتِمَ النَّبِیِّیْنَ بکسر التاء کے معنے اُنکے نزدیک نبیوں کو ختم کرنے والا ہیں۔ یہ دونوں معنے آپس میں متضاد ہیں۔ کیونکہ پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی کے بعد کوئی پہلا نبی آسکتا ہے تو نبیوں کو ختم کرنے والا معنوں کے لحاظ سے کوئی پہلا نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ کیونکہ جب تمام نبیوں کو آپؐ نے ختم کر دیا تو اب کوئی نبی سابقہ نبیوں میں سے بھی باقی نہ رہا۔ جس کا فیض اُمتِ محمدیہؐ میں جاری ہو سکتا ہے۔ اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اُمتِ محمدیہؐ میں آکر اُسے حَکَم وعَدل بن کر مستفیض کرنا ہے تو پھر وہ کیسے ختم ہوئے۔ مال ختم ہو گیا کے یہ معنے ہیں کہ اب مال باقی نہیں رہا صَرف ہو چکا ہے۔ کھانا ختم ہو چکا ہے پانی ختم ہو چکا ہے کے معنے ہیں اب کھانے اور پانی میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ سب کھلایا پلایا جا چکا ہے۔ اِسی طرح اب تمام نبیوں کے ختم ہونے کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ اُن کی تعلیمیں بھی ختم اور منسوخ ہو گئی ہیں۔ اور ان انبیاء کا فیض بھی ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ہے۔ چنانچہ دیکھو پہلے نبیوں پر ایمان لانے

سے اب کوئی شخص عند اللہ کوئی رُوحانی کمال نہیں پا سکتا۔ حتیٰ کہ مومن بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کمالاتِ رُوحانیہ کے پانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس دُوسرے علماء کے اپنے مسلک کے مطابق جب خَاتَم اور خَاتِم کی قراءتوں میں اس طرح معنوی تضاد پیدا ہو گیا تو پھر اِن علماء کو اِن کے کوئی مشترک معنے لینے چاہئیں تا تضاد اُٹھ جائے۔ اور یہ اسی طرح[ع] اُٹھ سکتا ہے کہ جو نبی پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی ہو اُس کے بعد کسی نبی کا آنا تسلیم نہ کیا جائے۔ تا دوسری قرأت کے معنے قائم رہیں۔ پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی کو یہ لازم تو نہیں ہے کہ ضرور اس سے پہلے کوئی نبی زندہ ہو جو اُس کے بعد آئے۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائش کے لحاظ سے بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں مگر اُن سے پہلے کا کوئی نبی زندہ نہ تھا۔ دُوسرا طریق ان میں تطبیق کا وہ ہے جو ہم اِسی مضمون کے دوسرے حِصّہ میں اپنے مَسلک کے لحاظ سے بیان کر رہے ہیں۔

۳۔ علاوہ ازیں امام علی القاریؒ نے حدیث لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا کے یہ معنے لکھے ہیں کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم نبی ہو جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوتے۔ اور پھر وہ بتاتے ہیں کہ اُن کا تابع نبی ہونا خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد

[ع] ویسے یہ صورت حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ پس خاتم النبیین کے حقیقی معنی ایسا نبی ہوں گے جس کی مُہر سے دوسروں کو نبوت مل سکے۔ تبھی مسیح موعودؑ کو نبی اللہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو شریعت محمدیہؐ کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو۔ دیکھئے خاتم النبیین کے معنے پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی لینے کے باوجود وہ تسلیم کرتے ہیں کہ صاحبزادہ ابراہیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے ان کا نبی بن جانا منافی خاتمیت نہ تھا۔ پس پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی مانتے ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیدا ہو کر اُمتی نبی بننے والے کی نبوت کو نبوتِ خاتم النبیین کے منافی نہیں سمجھتے۔ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی پیدائش کے لحاظ سے آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی قرار دیتے ہیں نہ کہ مطلق آخری نبی۔

۴۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ نَبِیٌّ۔ اس جگہ اِلَّا کا استثناء بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہونے کا امکان ہے۔ یَکُوْنُ کا لفظ جو مضارع کا صیغہ ہے اسی بات پر صاف دلالت کر رہا ہے کہ اس استثناء سے حضرت عیسیٰؑ مراد نہیں ہو سکتے۔ وہ تو کَانَ نَبِیًّا کے مصداق ہیں۔ یَکُوْنَ نَبِیٌّ کا مصداق تو وہی ہو سکتا ہے جس کو آئندہ مقام نبوت ملے۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بھی رہے۔ کیونکہ سیاقِ حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کا تقابل اُمت سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا مستثنیٰ نبی بھی اُمتی نبی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مستقل نبی تھے۔

پس امام علی القاریؒ علیہ الرحمۃ کے قول اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے معنے پیدائش کے لحاظ سے محض آخری نبی مُراد لینا درست نہیں

ہاں آخری شارع اور آخری مستقل نبی مراد لینا درست ہے اور یہ معنی ہمیں مسلّم ہیں۔ عــہ
بہر حال جب دوسرے علماء اور مسلمانوں کے تمام فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آنے کے قائل ہیں۔ باوجودیکہ اس سے اُن کے عقیدہ میں تضاد بھی لازم ہے تو پھر جماعتِ احمدیہ کو اُن کا منکرِ ختمِ نبوّت کا الزام دینا سراسر تحکّم اور سینہ زوری ہے۔ کیونکہ جماعتِ احمدیہ ان تمام فرقوں کے عقیدہ کے مآل اور ماحصل سے اصولی طور پر اتفاق رکھتی ہے۔ اس لئے اگر جماعتِ احمدیہ منکرِ ختمِ نبوّت ہے تو پھر وہ سب فرقے بھی منکرِ ختمِ نبوّت قرار پاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی آمد کے قائل ہیں۔

پس خاتم النبیین کا مقام احادیثِ نبویؐ اور محققین ائمہ اور بزرگانِ دین کے نزدیک تابع اور اُمتی نبی یعنی غیر مستقل نبی کی آمد میں روک نہیں اور ایسی نبوّت ختمِ نبوّت کے منافی نہیں بلکہ یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا فیض اور پرتو اور ظلّ ہے۔ اور کام اس کا نبوتِ تشریعیہ محمّدیہ کی تائید اور اسلام کی تجدید ہے۔

مولوی عبد الماجد صاحب کی تصریح

مولوی عبد الماجد صاحب رقمطراز ہیں کہ :-

”جہاں تک میری نظر سے خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ جناب مرزا صاحب مرحوم کی تصنیفات گزری ہیں اُن میں بجائے ختمِ نبوّت کے انکار کے اس عقیدہ کی خاص اہمیت مجھے ملی ہے۔ بلکہ مجھے ایسا یاد

عــہ کیونکہ یہ معنی خاتم النبیین کے حقیقی معنے کے لوازم میں سے ہیں۔ منہ

پڑتا ہے کہ احمدیت کے بیعت نامہ میں ایک مستقل دفعہ حضرت
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی موجود ہے
لہذا مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے ہیں تو اسی معنی میں
ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ
یہ عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ پس اگر احمدیت وہی ہے جو خود
حضرت مرزا صاحب مرحوم بانیٔ سلسلہ کی تحریروں سے ظاہر
ہوتی ہے تو اسے ارتداد سے تعبیر کرنا بڑی ہی زیادتی ہے"
(منقول از اخبار الفضل ۲۱ر مارچ ۱۹۲۵ء)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعتِ احمدیہ تمام مسلمان فرقوں کے عقیدہ دربارہ ختمِ نبوت سے اصولی طور پر اتفاق رکھتی ہے۔ تمام مسلمان فرقے اور اُن کے علماء بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی اللہ کے اُمتِ محمدیہ میں آنے کے قائل ہیں۔ اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام غیر تشریعی نبی ہوں گے اور اُمتی ہو کر آئیں گے۔ پس وہ سب ایسے شخص کا بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتِ محمدیہ میں آنا مانتے ہیں جسے وہ ایک پہلو سے نبی اللہ قرار دیتے ہیں اور دُوسرے پہلو سے اُمتی۔ اس طرح وہ سب ضرورتِ نبوت کے قائل ہیں۔ جماعتِ احمدیہ بھی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی تسلیم کرتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی سے بڑھ کر دعوٰی کرنے والے انسان کو ملعون اور دجّال یقین کرتی ہے۔ پس جماعتِ احمدیہ کا دُوسرے مسلمان فرقوں سے کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ صرف ایک

جزوی اختلاف

باقی رہ جاتا ہے جو یہ ہے کہ آنے والا مسیح آسمان سے اُتر کر آئے گا یا بموجب حدیث صحیح مسلم فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ یا بموجب حدیث نبویؐ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (صحیح بخاری) اِسی اُمّتِ محمدیہ میں سے پیدا ہوگا۔ اور یہ جزوی اختلاف صرف مسیح موعود کی شخصیت کے بارے میں ہوگا۔ نہ کہ ختمِ نبوّت کے بارہ میں۔

اختلاف کے حل کی صُورت

اِس جزوی اور فروعی اختلاف کا نتیجہ مولوی عبدالماجد صاحب کے بقول ہرگز یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جماعتِ احمدیہ کو، بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو مسیح موعود اور اُمتی نبی اور آپ کی نبوّت کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی خادم سمجھنے کے باوجود اسلام سے مُرتد اور کافر قرار دیا جائے۔

اِس کے حل کی اصل صورت تو یہ ہونی چاہیئے کہ اِس بارہ میں پُوری چھان بین کی جائے کہ آیا حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا چکے یا بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اگر تو حضرت عیسٰی علیہ السلام خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ ثابت ہوں تو پھر جماعتِ احمدیہ غلطی پر ہے۔ اور اگر حضرت عیسٰی السلام وفات یافتہ ثابت ہوں تو صاف کُھل جائے گا کہ امتِ محمدیہ میں آنے والا مسیح موعود جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مندرجہ صحیح مسلم میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا گیا ہے وہ اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ایک رُوحانی فرزند ہے۔ اور اسے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مماثلت اور مشابہت کی وجہ

سے صرف استعارۃً عیسیٰ بن مریم کا نام دیا گیا ہے۔ پس یہ امر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کا ختمِ نبوت کے عقیدہ میں دوسرے مسلمان فرقوں سے اور اُن کے علماء سے کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف ایک فروعی اور جزئی امر کے بارہ میں ہے یعنی مسیح موعود کی شخصیت کے بارہ میں جیسا کہ مولوی عبد الماجد صاحب فرماتے ہیں کہ

"مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے ہیں تو اسی معنی میں ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔"

غیر احمدیوں کے ایک عُذر کا جواب

غیر احمدی جب احمدیوں سے تبادلۂ خیالات میں اپنی کمزوری محسوس کر لیتے ہیں تو بعض اُن میں سے یہ عُذر پیش کر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آئیں گے تو وہ نبی اللہ نہیں ہوں گے۔ محض ایک اُمتی کی حیثیت میں آئیں گے لہٰذا خاتم النبیین کے یہی معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

بزرگانِ دین کے نزدیک مسیحِ موعود نبی اللہ ہے

مگر یہ ایک کچا عُذر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے (صحیح مسلم بروایت نواس بن سمعان باب خروج الدجال و مشکوٰۃ باب خروج الدجال) ایسی حدیثوں کی بناء پر ہی علماءِ اُمت

نے مسیح موعود علیہ السلام کا نبی اللہ ہونا تسلیم کیا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :-

"عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ۔"

(فتوحات مکیہ جلد اوّل ص۵۷)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حَکَم ہو کر بغیر شریعت کے نازل ہوں گے۔ اور وہ بے شک نبی ہوں گے۔"

نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ ص۴۳۱ میں علمائے سلف کے اقوال کی بناء پر لکھتے ہیں :-

"ھُوَ اِنْ کَانَ خَلِیْفَۃً فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ فَھُوَ رَسُوْلٌ وَنَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ۔"

یعنی اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُمت میں خلیفہ ہوں گے مگر وہ اپنے پہلے حال پر نبی اور رسول بھی ہوں گے۔

پھر لکھتے ہیں :-

"مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ فَقَدْ کَفَرَ حَقًّا کَمَا صَرَّحَ بِہٖ السَّیُوْطِیُّ۔"

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر نبوت کے آئیں گے تو وہ یقیناً کافر ہے۔ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کی تصریح کی ہے۔

پھر دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے زمانہ کے ایک مفتی اور فاضل دیوبند مولوی محمد شفیع صاحب اپنے ایک فتویٰ میں تحریر کرتے ہیں:۔

"جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرے۔ وہ کافر ہے۔ یہی حکم بعد نزول بھی باقی رہے گا۔ اُن کے نبی اور رسُول ہونے کا عقیدہ فرض ہوگا۔ اور جب وُہ اس امت میں امام ہوکر تشریف لائیں گے اس بناء پر ان کا اتباعِ احکام بھی واجب ہوگا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول بھی رسول اور نبی ہوں گے۔ اور اُن کی نبوت کا اعتقاد جو قدیم سے جاری ہے، اس وقت بھی جاری رہیگا"

(دیکھو رجسٹر فتاویٰ الف ص۶۹ بحوالہ الفضل)

ہاں اگر کوئی شخص ان احادیثِ نبویہ کا انکار کرے جن میں آنے والے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا گیا ہے اور وہ ان بزرگوں کے اقوال اور علماء کے فتاویٰ کو بھی تسلیم نہ کرے اور خاتم النبیین کے معنے آخری نبی بمعنی مطلق آخری نبی قرار دے اور اپنے ان تاویلی معنوں پر مُصر ہو تو اسے ان تمام بزرگوں کو بھی ختمِ نبوت کا منکر قرار دینا پڑے گا جن کے اقوال میں قبل ازیں پیش کر چکا ہوں کہ غیر تشریعی نبوت بند نہیں۔ ایسا شخص درحقیقت ختمِ نبوت کے مثبت پہلو کا منکر ہوگا جو ختمِ نبوت کے حقیقی معنی ہیں۔ اور لغتِ عربی اور قرآن مجید کی دُوسری آیات کی روشنی میں ثابت ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محض مجازی معنوں میں خاتم النبیین مانتا ہے۔ جیسا کہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔

پس یہ عُذر ازرُوے احادیثِ نبویہ و اقوالِ ائمہ و علماءِ اُمت ہرگز درست

نہیں کہ امتِ محمدیہ کا مسیح موعود نبی اللہ نہیں ہوگا۔ جب مسیح موعود نبی اللہ ہے تو پھر جماعتِ احمدیہ کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کو مسیح موعود ماننے کی بناء پر اور اُمتی نبی سمجھنے پر ختمِ نبوّت کا منکر قرار دینا صریح تحکّم اور ظلم ہوگا۔ اگر جماعتِ احمدیہ ختمِ نبوّت کی منکر ہے تو تمام مسلمان فرقے اور علماء اور بزرگانِ دین جو حضرت عیسٰی نبی اللہ کی آمد کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں، کیوں ختمِ نبوّت کے منکر نہیں؟ پس چونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک غیر تشریعی نبی کی آمد کا عقیدہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جس سے جماعتِ احمدیہ کا بھی اتفاق ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی نبی کی آمد کا عقیدہ ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ اور اس کی بناء پر ہرگز جماعتِ احمدیہ کو ختمِ نبوّت کا منکر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

غیر احمدیوں کا متضاد عقیدہ

تعجب ہے کہ ایک طرف تو بعض دُوسرے علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی حسب قرأت خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بفتح التاء اور نبیوں کا ختم کرنے والا حسب قرأت خَاتِمَ النَّبِيِّيْنَ بکسر التاء قرار دیتے ہیں اور دُوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام زندہ ہیں۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضرور آسمان سے نازل ہوں گے۔ حالانکہ اس طرح محض آخری نبی تو حضرت عیسٰی علیہ السّلام بن کر خاتم النبیین ہو گئے۔ محض آخری نبی تو انہیں ماننا ہی پڑے گا۔ جیسا امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں:۔

"جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نُوَّابٌ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ لَّدُنِ اٰدَمَ اِلٰی اٰخِرِ الرُّسُلِ وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ "۔

یعنی تمام انبیاء کرام علیہم السلام آدم سے لے کر آخری رسول عیسیٰ علیہ السلام تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔

اس جگہ اگر یہ کہا جائے کہ خاتَم النبیین کے معنی آخری نبی بلحاظ پیدائش ہیں تو دُوسری قرأت خاتِمَ النبیین ان معنوں کو قائم نہیں رہنے دیتی۔ کیونکہ اس کے معنی غیر احمدی علماء نبیوں کو ختم کرنے والا لیتے ہیں۔ اب اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں اور وہی دوبارہ آئیں گے تو اُن کا فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ضرور جاری ہوگا۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ختم کیا؟ پس اگر خَاتِمَ النَّبِیّٖنَ کی قرأۃ کے حقیقی معنے ختم کرنے والا ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اُن کو بھی ختم شدہ ہونا چاہیئے۔ اور وہ تبھی ختم شدہ قرار دیئے جاسکتے ہیں کہ اِس دُنیا میں اب اُن کی زندگی کا کوئی حصّہ باقی نہ ہو۔ نہ جسمانی زندگی کے لحاظ سے۔ نہ اُن کا فیض جاری ہونے کے لحاظ سے۔ حدیثوں میں اگر مسیح ابن مریم کے نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے تو اُن میں اسے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (صحیح بخاری) یا فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ (صحیح مسلم) کہہ کر ایک اُمتی فرد ہی قرار دیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ایک رُوحانی فرزند کو استعارہ کے طور پر ابنِ مریم کا نام دیا گیا ہے۔ تا یہ ظاہر ہو کہ امتِ محمدیہ کا یہ موعُود امام آخر الزّمان

مسیح ابن مریم کا مثیل ہوگا۔

مولوی محمد ادریس اور ختم نبوت کے معنے

پھر مولوی محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں:۔

"خاتم کا مادہ ختم ہے۔ جس کے معنے ختم کرنے اور مُہر لگانے کے آتے ہیں۔ اور مُہر لگانے کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ کسی شئے کو اس طرح بند کیا جائے کہ اندر کی چیز باہر نہ آسکے اور باہر کی چیز اندر نہ جاسکے۔"
(ختم النبوۃ صفحہ ۱۵)

پھر خاتَم اور خاتِم کی دونوں قرأتوں کا ماحصل یہ بتاتے ہیں:۔

"حاصل دونوں قرأتوں کا ایک ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود انبیاء کو ختم کرنے والا اور سلسلۂ نبوت پر مُہر کرنے والا ہے۔ آپؐ کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ اور آپ سے پہلے جو اس سلسلہ میں داخل ہوچکا۔ وہ اس سلسلہ سے نکل نہیں سکتا۔"
(ختم النبوۃ صفحہ ۴۹)

جب خاتَم بمعنی مُہر اور خاتِم بمعنی ختم کرنے والے کی یہ کیفیت ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انہیں بہرحال ختم سمجھنا چاہیئے کیونکہ مُہرِ نبوت کے اندر جو چیز بند ہوجائے جب وہ اس سلسلہ سے بقول ان کے باہر نہیں نکل سکتی جس سلسلہ کے ساتھ بند ہوئی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سلسلہ سے جو ختم ہوگیا اور بند ہوگیا باہر نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیسے آسکتے ہیں۔ جب تک کہ

وہ مُہر ٹوٹ نہ جائے جو اُن کی نبوتِ مستقلہ پر لگی ہے۔ کیونکہ ان کا غیر مستقل نبی ہو کر آنا انہیں پہلے سلسلۂ نبوت سے نکالتا ہے۔ اور یہ امر مُہر ٹوٹے بغیر ناممکن ہے۔

ہماری تحقیق

ہماری تحقیق میں لُغتِ عربی کے رُو سے خاتَم (تاء کی زبر سے) اور خاتِم (تاء کی زیر سے) ہر دو لفظوں کے حقیقی لغوی معنی آخری یا ختم کرنے والا نہیں۔ بلکہ مہر کی طرح نقش پیدا کرنے کی تأثیر رکھنے والا وجود ہیں۔ (دیکھو مفرداتِ راغب) اس لئے خاتِم النّبیّین کی جو قرأۃ تاء کی زیر سے ہے اُس کے معنے ایسا نبی ہیں جو اپنے فیض کی تأثیر سے دوسرے شخص کو نبوت ملنے کا ذریعہ ہو۔ کیونکہ خاتَم تاء کی زبر سے اسم آلہ ہے۔ اور خاتِم النّبیّین کی قرأۃ جو تاء کی زیر سے ہے اس کے معنے ایسا نبی ہیں جو دوسرے شخص کو اپنی ختمِ نبوت کے اثر سے مقامِ نبوت پر سرفراز کرنے والا ہو۔ (ان معنوں کی پوری تفصیل آپ آگے چل کر مضمون ہذا کے دوسرے حصہ میں معلوم کریں گے) اِن دونوں قرأتوں کے معنے علی الترتیب مطلق آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنے والا صرف مجازی معنے ہیں۔ اور حقیقی اور مجازی دونوں معنوں کا ایک ذات میں جمع ہونا محال ہوتا ہے۔ اور مجازی معنے وہاں مراد ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنی کا پایا جانا متعذر و محال ہو۔ چونکہ قرآن مجید کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ بابرکات میں حقیقی معنی کا پایا جانا محال نہیں۔ اِس لئے اسجگہ مجازی معنے تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔ ہاں چونکہ قرآن مجید سے یہ امر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اس لئے یہ معنے خاتم النّبیّین

کے حقیقی معنوں کے ساتھ بطور لوازم کے جمع ہیں۔

حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ مَیں قبل ازیں بتا چکا ہُوں خاتَم النبیین کے یہی معنے کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی اُمّت میں سے نہ ہو۔ اِس لئے غیر مستقل نبی یا بالفاظِ دیگر امتی نبی کی آمد خاتَم النّبییّن کے منافی نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کا مقام اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے ایسے نبی کی آمد کے نہ صرف یہ کہ منافی نہیں بلکہ ایسے نبی کے آپؐ کی اُمت میں ظاہر ہونے کا متقاضی ہے۔ اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ میں مبعوث ہونے والے عیسٰی کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو حدیث صحیح مسلم بروایت نواس بن سمعانؓ باب خروج الدجّال)

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے خاتم النبیین کے یہ حقیقی معنے تسلیم کئے ہیں۔ چنانچہ آپ تحذیر الناس مںا میں لکھتے ہیں:-

"جیسے خاتم کا اثر مختوم علیہ پر ہوتا ہے ویسے موصوف بالذّات (خاتم النبیین۔ ناقل) کا اثر موصوف بالعرض (دوسرے انبیاء۔ ناقل) پر ہوگا۔"

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک بالذات ہے۔ اور دوسرے تمام انبیاء آپؐ کی مُہرِ نبوت کے فیض کا اثر ہونے کی وجہ سے موصوف بوصفِ نبوّت بالعرض ہیں۔ اور خاتم النبیین کے انہی معنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو

تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

(تحذیر الناس ص۲۸)

کیونکہ اس بعد میں پیدا ہونے والے نبی کی نبوت بالعرض ہو گی نہ کہ بالذات۔

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی خاتم النبیین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی رُوحِ محمدی پر ختم ہو جاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے"

(تفسیر مولوی محمود الحسن و شیخ الہند شائع کردہ ادارہ اسلامیات ص۵۵)

"جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے" یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ مولوی شبیر احمد صاحب خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی مُہر جو حقیقی معنی ہیں تسلیم کرتے ہیں اور اس کا اثر مولوی محمد قاسم صاحب کی طرح یہ مانتے ہیں کہ باقی تمام انبیاء کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر کے اثر سے ہی ظہور پذیر ہوئی ہے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمیش کیلئے خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کی مُہر کے اس اثر کو آپ کے عالمِ جسمانی میں ظہور پر منقطع قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ آپ کے ذریعہ شریعت کاملہ تامہ آ جانے کی وجہ سے اب اس مُہر کے اثر سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کی شریعت کی پیروی شرط ہو گی۔ اور آپ کی شریعت کے دامن کو چھوڑ کر کوئی شخص مقامِ نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے جسمانی

ظہور پر خاتم النبیین کی مُہر کا اثر بصورت نبوتِ ظلیہ بھی منقطع قرار دے دیا گیا ہے۔ اسی لئے علماءِ ربّانیین نے نبوت الولایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کے لئے باقی تسلیم کیا ہے۔ اور شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے صرف تشریعی نبوّت کو منقطع قرار دیا ہے۔ پس نبوّت الولایت اُمّتی کو کامل طور پر بھی مل سکتی ہے اور جزوی طور پر بھی۔

غیر احمدی علماء ضرورتِ نبوّت کے قائل ہیں

جب غیر احمدی علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ایسے زمانہ میں آنا مانتے ہیں کہ جب اُمّتِ محمدیہ ۷۳ فرقوں میں متفرق ہوگی اور وہ اُمّتِ محمدیہ میں بطور حَکَم وعَدل کے نازل ہوں گے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ضرورتِ نبوّت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت مسیح موعود کی پوزیشن از رُوئے احادیث نبویؐ یہ ہے:-

"لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ۔"

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ مصری باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

مسیح موعودؑ کی یہ حیثیت بتاتی ہے کہ وہ حَکَم وعدل ہوں گے اور کسرِ صلیب کریں گے اور قتلِ خنزیر کریں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت مسلمان متفرق ہوں گے اور عقائد کے لحاظ سے افراط و تفریط کی راہ پر گامزن ہوں گے۔ اور اُن کے علماء اور فقہاء انہیں اعتدال پر نہیں لا سکیں گے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے حَکَم وعدل بھیجا جانے کی ضرورت ہوگی۔ نیز عیسائیت کو اس وقت دُنیا میں غلبہ ہوگا اور مسیح موعود دلائل و

براہین سے اُسے مغلوب کر دیں گے۔ نیز بُری عادات کا استیصال کریں گے اور اُسوۂ حسنۂ نبویؐ کو قائم کریں گے۔

آخری زمانہ کے مسلمانوں اور اُن کے علماء کی حالت کا نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں کھینچا ہے:۔

"یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی عُلَمَاءُهُمْ شَرٌّ مَّنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ۔" (مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام نام کا رہ جائیگا۔ اور قرآن کی صرف تحریر رہ جائے گی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت کے لحاظ سے ویران ہوں گی۔ کیونکہ اُن کے علماء آسمان کے نیچے سخت ترین فتنہ کا موجب ہوں گے۔

جب یہ حال ہو تو اُمّت کو ایک نبی کی ضرورت ہوئی جو بطور حَکَم و عدل اُمّتِ محمدّیہ میں مبعوث ہو۔ اور ایک طرف وہ اُمّتِ محمدّیہ کے عقائد کی اصلاح کرے تو دُوسری طرف کسرِ صلیب کرے۔ یعنی عیسائیت کا دلائل سے ابطال کرے اور عیسائیوں کے سامنے پُر زور دلائل سے اُن کی کتابوں اور تواریخ کے رُو سے ثابت کر دے کہ مسیح علیہ السّلام نے صلیب پر جان نہیں دی۔ اگر یہ کام کسی غیر نبی سے سر انجام پا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے لئے ایک نبی کے آنے کی پیشگوئی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پس جب کامل شریعتِ قرآنیہ آجانے کے بعد بھی علماء آخری

زمانہ میں ایک نبی کی ضرورت کے قائل ہیں تو پھر جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں وہ کیوں کہتے ہیں کہ شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

علامہ اقبال اور ضرورتِ مصلح!

علامہ اقبال پروفیسر نکلسن کو اپنے مکتوب میں رقمطراز ہیں:۔

"ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشری مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے اور بین الملی اخلاق کی بنیاد مستحکم و استوار کر دے" (مکاتیب اقبال صفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۴)

اور پھر اسی خط میں پروفیسر میکنزی کی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی کے دو پیراگراف لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ دو پیراگراف کس قدر صحیح ہیں۔ انہیں لفظ بلفظ نقل کر دیتا ہوں۔

(۱) "غالباً ہمیں پیغمبر سے بھی زیادہ عہدِ نو کے شاعر کی ضرورت ہے۔ یا ایک ایسے شخص کی جو شاعری اور پیغمبری کی دوگونہ صفات سے متصف ہو"

(۲) "ہمیں ایسے شخص کی ضرورت ہے جو درحقیقت روح القدس کا سپاہی ہو"

یہ پیراگراف درج کرنے کے بعد علامہ اقبال تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے افکار کا مطالعہ کریں۔ ہمارے عہد نامے اور پنچائتیں جنگ و پیکار

کو صفحۂ حیات سے محو نہیں کر سکتیں کوئی بلند مرتبہ شخصیت ہی ان مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے ۔ اور اس شعر میں مَیں نے اسی کو مخاطب کیا ہے ؎

باز در عالم بیار ایّامِ صلح
جنگجوئیاں را بدہ پیغامِ صلح

(مکاتیب اقبال جلد اصفحہ ۴۶۰ تا ۴۶۴)

کہ پھر دُنیا میں صُلح کے ایّام لا ۔ اور جنگجو قوموں کو صُلح کا پیغام دے ۔
پھر (مکاتیبِ اقبال جلد اصفحہ ۴۱ میں) لکھتے ہیں :۔

"کاش کہ مولانا نظامی کی دُعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسُول اللہ صلعم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں ۔"

یہ ضرورتِ نبوّت کے قائل ہونے کا علامہ اقبال جیسے آدمی کی طرف سے واضح اعتراف ہے ۔ اُن کے نزدیک دُنیا میں رُوحانی انقلاب پیدا کرنا علماء کے بس کی بات نہیں کیونکہ اپنے زمانہ کے علماء کی حالت کا نقشہ وہ یوں کھینچتے ہیں :۔

مولوی بیگانہ از اعجازِ عشق ؛ ناشناسِ نغمہ ہائے سازِ عشق

(اسرار و رموز ص۶۸)

مولوی عشق کے معجزہ سے بیگانہ ہے اور عشق کے ساز کے نغموں سے ناشناس ہے ۔
واعظوں، شیوخ اور صوفیاء کا حالِ دگر گوں یُوں بیان کرتے ہیں ؎

شیخ در عشقِ بُتاں اسلام باخت ؛ رشتۂ تسبیح را زنّار ساخت

(اسرار و رموز ص۷۹)

شیخ نے بُتانِ مجازی کے عشق میں اسلام کو ہار دیا ہے ۔ اور تسبیح کے رشتہ

کو زنّار بنا دیا ہے ۔

واعظاں ہم صُوفیاں منصب پرست ؛ اعتبارِ ملّتِ بیضا شکست

واعظ اور صُوفی منصب پرست ہو گئے ہیں ۔ اور اُنہوں نے ملّتِ بیضا کا اعتبار توڑ دیا ہے ۔

واعظِ ما چشم بر بُتخانہ دوخت ؛ مفتیٔ دینِ مُبیں فتویٰ فروخت

ہمارے واعظ نے نگاہ بُتخانہ پر جما دی ہے تو مفتیٔ دین نے فتویٰ فروخت کرنا شروع کر دیا ہے ۔

چیست یاراں بعد ازیں تدبیرِ ما ؛ رُخ سوئے میخانہ دارد پیرِ ما

اے دوستو ! اس کے بعد اب ہماری کیا تدبیر ہو سکتی ہے ۔ ہمارے پیر صاحب تو میخانہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہیں ۔

(اسرار و رُموز ص۷۹)

اس کا علاج یہی تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہٗ رُوحانی سے آپؐ کا کوئی ظِلّ اور بروز ظاہر ہو کر رُوحانی اِنقلاب کی نئے سِرے سے بُنیاد رکھتا ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے عین وقت پر مسیح موعود کو بھیج کر اُمّتِ محمدیہ کی دستگیری فرمائی ۔ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں ؎

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
مَیں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا

حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ کے اقوال شطحیات نہیں!

چونکہ شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ نے واشگاف طور پر لکھا ہے :-

"فَالنُّبُوَّۃُ سَارِیَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فِی الْخَلْقِ وَاِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدِ انْقَطَعَ ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

یعنی نبوّت قیامت تک مخلوق میں جاری ہے ۔ گو تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے ۔

پھر واضح طور پر لکھا ہے :-

"بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ ۔"

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا ۔

اور پھر نہایت وضاحت سے لکھا :-

"اِنَّ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ مَنْ لَحِقَتْ دَرَجَتُہٗ دَرَجَۃَ الْاَنْبِیَآءِ فِی النُّبُوَّۃِ ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

کہ اس اُمّت میں ایسے لوگ ہیں جن کا درجہ نبوّت میں انبیاء کے درجہ سے ملتا ہے ۔

اِس لئے اِس قسم کے اقوال کی بناء پر آج کل کے بعض علماء ہماری طرف سے اِن حوالہ جات کے بطور حجّت پیش ہونے پر ان بزرگوں کی ایسی باتوں کو عالمِ سُکر کی باتیں اور شطحیاتِ صوفیاء کہہ کر ناقابلِ توجہ ٹھہراتے ہیں ۔ جیسا کہ مولوی محمدؐ ادریس صاحب نے اپنے بہتان و افتراء والے کتابچہ میں انہیں شطحیات اور اپنی کتاب ختم النبوۃ میں سُکر

کی باتیں قرار دیا ہے۔ اور پھر اُن کی یہ بھونڈی تاویل بھی کی ہے کہ شیخ اکبرؒ کی مراد اس سے برائے تام کمالات نبوّت کا ملنا ہے حالانکہ شیخ اکبرؒ سے جیسا کہ اُن کی عبارتوں سے قبل ازیں دکھایا گیا ہے اسے نبوّت مطلقہ قرار دیتے ہیں۔ اور ان اُمتی انبیاء کے متعلق صاف لکھ رہے ہیں کہ وہ شریعت کے بغیر نبوّت کا درجہ پاتے ہیں۔ اور ان میں نبوّت متحقق ہوتی ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لو کہ شیخ اکبرؒ نے یہ سب مدلّل مضامین عالم سکر میں لکھے ہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے وہی حضرت پیران پیر سیّد عبد القادر جیلانی نے فرمایا ہے وہ ان انبیاء الاولیاء کو نبوّت میں پورا حقدار قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ بھی سکر کی باتیں ہیں؟ پھر امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مطلق نبوت بند نہیں، صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے کیا یہ بھی سکر کی باتیں ہیں؟ اور پھر حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ نے جو یہ فرمایا ہے ؎

مکر کن در راہِ نیکو خدمتے تا نبوت یابی اندر اُمتے

کیا یہ بھی عالم سکر میں ہی فرما گئے ہیں؟ اگر ان بزرگوں کی یہ سب سُکر کی باتیں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ یہی مضمون بزرگ فقیہہ امام علی القاریؒ نے بھی اپنے ایک فقرے میں بیان فرما دیا ہے۔ چنانچہ وہ خاتم النبیین کے معنے یہ بیان فرماتے ہیں " اَلْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ "

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۹) یعنی خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آئندہ ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو شریعت محمدیہ کو منسوخ کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے نہ ہو۔

اور پھر مشہور عالم اور فقیہہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید کا ہونا البتہ ممتنع ہے"

(دافع الوسواس فی اثر ابن عباسؓ صلا نیا ایڈیشن)

صوفیاء کی باتوں کو اگر سُکر کی باتیں کہہ کر ٹال دو گے تو اِن فقہاءِ ملت کے متعلق کیا کہو گے۔ یہ تو صوفیاء میں سے نہیں۔ انہوں نے بھی وہی کچھ کہا ہے جو اِن صوفیاء نے کہا ہے جو علماءِ ربّانی قرار دیئے جاتے ہیں۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے متعلق ہمارا مسلک اور ظلّی نبوّت کی حقیقت

پھر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی حدیث کے متعلق ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ ہم اس حدیث کے رُو سے نہ کسی پُرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں جس طرح غیر احمدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو مستقل نبی ہیں اُمتِ محمدیہ میں آنا مانتے ہیں۔ اور نہ کسی ایسے نئے نبی کی آمد کے قائل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کو ختم کر دے۔ رہا اُمتی نبی۔ سو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی اور مستقلہ نبوّت کے زمانہ کو ختم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی نبوت کا زمانہ تو قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ اُمتی نبی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ایک خادم ہے۔ اور آپؐ کا ایک رُوحانی فرزند ہے۔ اور آپؐ کی شریعت کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ رُوحانیہ سے ظلّی طور پر مقامِ نبوّت کو پانے والا ہے۔ ظلّ اپنے اصل سے الگ نہیں ہوتا۔ اور نہ ظلّ اور اصل میں دُوئی اور غیریّت ہوتی ہے۔ کیونکہ موردِ بُروز تو حکم نفیِ وجود کا رکھتا ہے اور اُس

کے قلبِ صافی پر انوارِ نبوّت کی جو تجلّی ہوتی ہے وہ تو اصل کا ہی ایک عکس ہوتا ہے۔
ظلّی نبوّت کے حصُول کا دروازہ تو فنا فی الرسُول کی اتم درجہ حالت ہے۔ ظلّی نبی کی آمد سے خاتم النبیین کی مُہر نہیں ٹوٹتی۔ بلکہ اس مُہر کے فیضان کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"خدا ایک اور محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بُروزی طور پر محمّدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں۔ اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جُدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم (محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم) میں فنا ہو کر خُدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختمِ نبوّت میں خلل انداز نہیں۔ جیساکہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو۔ اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں۔ صرف ظلّ اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خُدا نے مسیح موعود میں چاہا۔"
(کشتیٔ نوح صـ۱۵)

پھر اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسُول ہونے کے دُوسروں پر علُومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیساکہ آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے۔ پس مصفّیٰ غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّیٰ غیب سے یہ اُمّت محروم نہیں۔ اور مصفّیٰ

غیب حسب منطوقِ آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے ۔ اور وہ طریق براہِ
راست بند ہے ۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اِس موہبت کے لئے
محض بروز اور ظلّیت اور فنا فی الرسُول کا دروازہ کھُلا ہے ۔"
(ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ)

پھر نزول المسیح ص۳ پر فرماتے ہیں:۔
"مَیں نبی اور رسُول نہیں ہوں باعتبار نئے دعویٰ اور نئے نام کے ۔
اور مَیں نبی اور رسُول ہوں یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے وہ آئینہ ہوں
جس میں محمدیؐ شکل اور محمدیؐ نبوت کا کامل انعکاس ہے ۔"

مولوی محمد ادریس صاحب اپنی کتاب ختم النبوّۃ ص۳۸ پر لکھتے ہیں:۔
"یہ اللہ اور رسول کے ساتھ استہزاء ہے کہ مال چوری بھی ہوگیا اور
مُہر نہیں ٹوٹی ۔"

دراصل یہ مولوی محمد ادریس صاحب کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کی ظلّیت سے استہزاء
ہے ۔ ورنہ ختمِ نبوت کی ظلّیت کے دروازہ سے نبوّت پانا چوری نہیں ۔ حضرت مرزا
مظہر جان جاناںؒ "مقاماتِ مظہری" ص۸۸ پر رقمطراز ہیں:۔
"بجز نبوتِ مستقلہ کوئی کمال ختم نہیں ہُوا (یعنی ممکن نہیں کہ خدا ظلّی
طور پر کمالاتِ نبوّت کو بند کردیوے) کیونکہ اس مبداء فیض میں بُخل اور
دریغ ممکن نہیں ۔"

ختمِ نبوت کی ظلّیت کی راہ سے نبوّت پانے کو مولوی محمّد ادریس صاحب چوری
قرار دیتے ہیں ۔ مگر حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ اسے ایک شاہراہ قرار دیتے

ہیں اور لکھتے ہیں کہ اکثر انبیاء نے اسی طریق سے کمالاتِ ولایت حاصل کرنے کے بعد مقامِ نبوّت پایا ہے۔ گو اُن کی الگ الگ اصالت کی راہیں بھی ہیں۔ اُن کی عبارات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزّت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہم ہرگز حاصل نہیں کرسکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۳۸)

پس وہ دروازہ جس سے تمام رُوحانی مدارج ظلّی اور طفیلی طور پر ملتے ہیں وہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم میں فنائیت کا دروازہ ہے۔ اِس راہ سے نبوّت پانے کو چوری قرار دینا خود اِس کوچہ سے ناآشنائی کا ثبوت ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ جو اُن کے رُوحانی باپ ہیں وہ تو تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اظلال قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :۔

"انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظلّ اور عکسِ محمدی ہے۔ کوئی ذاتی کمال نہیں۔ پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمالِ کمالِ محمدی میں تھا۔ اور کسی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہ رہا ہو۔"

(تحذیر النّاس ص ۲۹-۳۰ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

آپ کے نزدیک پُورے تناسب والا نبی ظلّی خاتم النّبیین ہوتا ہے ــــ!

مولوی محمد ادریس صاحب لکھتے ہیں :۔

"ظلّ اور اصل کا عین اور متحد ہونا بدیہی البطلان ہے ۔ اگر مُراد یہ ہو کہ ذی ظلّ کی کوئی صفت اور کوئی شان اس میں آجائے تو اس اعتبار سے تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور کی صفاتِ نبوّت اور کمالاتِ نبوّت اور رسالت کا ایک سایہ اور پرتو ہوں ۔ تو اس سے نہ نبوّت ثابت ہوتی ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ اتحاد اور عینیّت کا دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے ۔ حدیث میں ہے اَلسُّلطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ۔ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے تو کیا خلفاء اور سلاطین کا بعینہٖ خدا ہونا ثابت ہو جائے گا ؟" (ختم النبوۃ صلا)

اب مولانا محمّد قاسم صاحب کا بیان پڑھئے ۔ وہ فرماتے ہیں :۔

" اس صورت میں اگر ظلّ اور اصل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیّت بوجہ اصلیّت پھر بھی ادھر (اصل خاتم النبیین کی طرف) ہی رہے گی ۔" (تحذیر النّاس صت یا ۳۳ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

پھر اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"جیسے آئینہ میں عکس ۔ زمین کی دھوپ کا عکس آفتاب کا طفیلی ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونا چاہیئے ۔"

(ایضاً صت)

مولوی محمّد قاسم صاحب نے تو ظلّی خاتم النبیین کو بھی اپنی کتاب میں اِس کمال کا حامل مانا ہے کہ اس کی ظلیّت سے آگے نبوّتِ تامّہ مل سکتی ہے ۔ مگر ہمارے نزدیک بے شک

ظلّی خاتم النبیین میں ثنائیت کے پہلو کے لحاظ سے تو دوئی نہیں ہوتی۔ مگر اصل خاتم النبیین کی مثال اُس مُہر کی سمجھنی چاہیئے جو نقش پیدا کرتی ہے۔ یہ حقیقی مُہر کہلاتی ہے۔ اور جو نقوش اس سے پیدا ہوں بیشک وہ بھی مُہر کہلاتے ہیں۔ اور اصلی کا ظلّ ہوتے ہیں۔ اور گونہ مساوات اور عینیت رکھتے ہیں۔ اور اُن میں دوئی نہیں ہوتی۔ مگر ان دونوں میں ایک عظیم الشّان فرق بھی ہوتا ہے۔ جو یہ ہے کہ اصل مُہر سے ہزاروں اور مُہریں ایسی ہی لگ سکتی ہیں۔ مگر ظلّی مُہر میں یہ کمال اور خوبی موجود نہیں ہوتی۔ ہاں ظلّی خاتم النبیین چونکہ بہرحال نبی اور رسُول ہوتا ہے۔ اس لئے وہ حقیقی خاتم الاولیاء ضرور ہوتا ہے پھر ظلّ کے ہر کمال کا مرجع تو اصل ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنے وجود کو منفی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:-

"تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم۔" (کشتیٔ نوح صہ ۱۳)

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۴۸ میں فرماتے ہیں:-

"کمّل تابعان انبیاء بجہتِ کمالِ متابعت و فرطِ محبّت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالاتِ انبیائے متبوعہ وخود را جذب مے نمائند وبکلیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتّی کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان وتابعان اِلَّا بِالْاِصَالَۃِ وَ التَّبْعِیَّۃِ وَ الْاَوَّلِیَّۃِ وَ الْاٰخِرِیَّۃِ۔" (مکتوبات جلد ۱ مکتوب ۲۴۸)

یعنی انبیاء کے کامل تابعین اُن کی کمال تابعیّت اور اُن سے انتہائی محبّت رکھنے کی وجہ سے بلکہ محض خدا تعالیٰ کی عنایت اور موہبت سے

اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر اُن کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ متبوع انبیاء اور اُن کے کامل تابعین میں سوائے اصالت اور تبعیّت (ظلیّت) اور اوّلیّت اور آخریّت کے کوئی فرق نہیں رہتا۔

اس عبارت میں ایک طرح انہوں نے اصل و ظلّ میں مساوات بھی تسلیم کی ہے۔ اور فرق بھی تسلیم کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ اصل اور ظلّ کے مبادی تعیّنات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے (کَیْفَ یُتَصَوَّرُ الْمُسَاوَاتُ بَیْنَ الْاَصْلِ وَ الظِّلِّ) اصل اور ظلّ میں مساوات کا کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے۔

نبی کا لقب

مولوی محمّد ادریس صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر فنا فی الرسول کی وجہ سے غیر تشریعی اور غیر مستقل نبی کا لقب مل سکتا ہے تو مستقل رسول اور مستقل نبی کا لقب کیوں نہیں مل سکتا؟ اور فنا فی اللہ کی وجہ سے اللہ اور خدا کا لقب کیوں نہیں مل سکتا؟"

(ختم النبوۃ صـ۳۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا خدا بننا ممتنع بالذّات اور محال ہے۔ مگر کسی انسان کا نبی بننا ممتنع بالذّات نہیں۔ اِس لئے نبوّت کا لقب بطور ظلیّت و بروزیت ملنے کو خدا تعالیٰ کی ظلیت و بروزیت پر پُورے طور پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اِسی لئے خلفاء اور بادشاہ بلکہ انبیاء بھی حقیقی طور پر خدا نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ وہ خدا کے مجازی بروز اور

ظلّ ہوتے ہیں۔ مگر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کا کامل ظلّ و بروز حقیقی ظلّ و بروز ہونے کی وجہ سے نبی کے لقب کا مستحق ہوگا۔ ہاں مستقل نبی اور رسُول کا لقب شریعتِ کاملہ آجانے کی وجہ سے نہیں مل سکتا۔ کیونکہ شریعت تامّہ کاملہ آجانے پر اب اس کی پیروی ظلّیت اور بروزیت کے لئے شرط ہے۔ اور کوئی شخص شریعت کی پیروی کے واسطہ کے بغیر یعنی اصالتاً کوئی رُوحانی مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ لہذا مستقل اور آزاد نبی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا محال ہے۔ اگر مولوی محمد ادریس صاحب یا اُن کی قسم کے معترضین ظلّیت اور بروزیت کی حقیقت سے کماحقہٗ واقفیت رکھتے تو وہ کبھی خدا تعالیٰ کے ظلّ و بروز کا خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ظلّ و بروز پر قیاس کرتے ہوئے السُّلطان العادل ظلّ اللہ کی حدیث سے یہ استدلال نہ کرتے کہ جس طرح عادل بادشاہ خدا نہیں ہوسکتا اُسی طرح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کا کوئی ظلّ بھی نبی نہیں ہوسکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بروز کی دو قسمیں حقیقی اور مجازی قرار دیتے ہیں۔ عادل بادشاہ خدا کا صرف مجازی ظلّ ہوتا ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال حقیقی بھی ہوسکتے ہیں اور مجازی بھی۔ مسیح موعود اور مہدئ معہود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کا حقیقی ظلّ و بروز ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تفہیماتِ الٰہیہ صفحہ ۱۹۷ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اَلْکُمُوْنُ وَالْبُرُوْزُ عَلٰی ضَرْبَیْنِ حَقِیْقِیٌّ وَّمَجَازِیٌّ وَلِھٰذَا اَلْمَجَازِیُّ شُعَبٌ کَثِیْرَۃٌ مِنْھَا اَنْ یَتَمَثَّلَ تِلْکَ الْحَقِیْقَۃُ فِی الْمِثَالِ فَیَرٰی فِیْ بَعْضِ وَاقِعَاتِہٖ کَاَنَّہٗ خَلَقَ الْعَالَمَ

ثُمَّ اَفْنَاهُ "۔

یعنی کمون اور بروز کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور مجازی۔ اس مجازی بروز کی کئی شاخیں ہیں۔ اِن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حقیقت (بروزیہ) عالمِ مثال میں متمثّل ہوتی ہے اور بروز اپنے بعض واقعات میں یہ دیکھتا ہے کہ گویا اُس نے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ پھر اُسے فنا کیا ہے۔

اِسی طرح حقیقی بروز کے متعلق لکھتے ہیں :—

" وَ اَمَّا الْحَقِيْقِيُّ فَعَلٰى ضُرُوْبٍ ...... وَتَارَةً اُخْرٰى بِاَنْ تَشْتَبِكَ بِحَقِيْقَةِ رَجُلٍ اٰلُهٗ اَوِ الْمُتَوَسِّلِيْنَ اِلَيْهِ كَمَا وَقَعَ لِنَبِيِّنَا بِالنِّسْبَةِ اِلٰى ظُهُوْرِ الْمَهْدِيِّ "۔

یعنی حقیقی بروز کی کئی قسمیں ہیں...... کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص کی حقیقت میں اُس کی آل یا اس کے متوسّلین داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مہدی سے تعلّق میں اس طرح کی بروزی حقیقت وقوع پذیر ہوگی۔

ماحصل یہ ہے کہ مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا حقیقی بروز ہے۔ اور سلطانِ عادل خدا تعالیٰ کا مجازی بروز ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا حقیقی بروز کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ خیال مشرکانہ ہے۔ لیکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کا حقیقی بروز ہو سکتا ہے۔ اور مہدی موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا حقیقی بروز ہے۔

امام عبد الوہاب شعرانیؒ " الیواقیت والجواہر " صنؔ۹ میں رقمطراز ہیں :—

" مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا قَرَّرَ

الدِّیْنَ الَّذِیْ لَایُنْسَخُ وَ الشَّرْعَ الَّذِیْ لَایُبَدَّلُ دَخَلَتِ الرُّسُلُ کُلُّھُمْ فِیْ شَرِیْعَتِہٖ لِیَقُوْمُوْا بِھَا فَلَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ رَسُوْلٍ حَیٍّ بِجِسْمِہٖ اِذْھُوَ قُطْبُ الْعَالَمِ الْاِنْسَانِیِّ وَلَوْ کَانُوْا اَلْفَ رَسُوْلٍ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ ھٰؤُلَآءِ ھُوَ الْوَاحِدُ ۔" (الیواقیت والجواہر صفحہ ۹۰ مبحث ۴۵)

(۲) "فَمَا زَالَ الْمُرْسَلُوْنَ وَلَا یَزَالُوْنَ فِیْ ھٰذِہِ الدَّارِ وَ لٰکِنْ مِنْ بَاطِنِیَّۃِ شَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔"

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۹۰، ۴۲ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ مبحث ۴۵)

ترجمہ:- دین جو منسوخ نہ ہوگا اور شرع جو تبدیل نہ ہوگی کو قائم کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو اب تمام رسول آپؐ کی شریعت میں داخل ہوگئے تا اُسے قائم کریں۔ (یعنی اب ایسا رسول نہیں آسکتا جس کی غرض آپؐ کی شریعت کی پیروی اور اُسے قائم کرنا نہ ہو) پس زمین کبھی مجسّم زندہ رسول سے خالی نہ رہے گی۔ خواہ ایسے رسول شمار میں ہزار بھی ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ انسانی کے قطب ہیں اور اُن رسولوں سے مقصود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واحد شخصیت ہے۔ (یعنی یہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا ہی بروز ہوں گے)

(۲) پس پہلے بھی رسول دُنیا میں رہے اور آئندہ بھی اس دُنیا میں رسول رہیں گے۔ لیکن یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی باطنیت سے ہونگے

(یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے فیض سے اُن کا مقام رسالت کا ہوگا) لیکن اکثر لوگ اس (باطنیتِ شرع) کی حقیقت سے واقف نہیں "

علامہ موسیٰ جار اللہ نے ہُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ...... اِلیٰ ...... وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ جمعہ) کی تفسیر میں لکھا ہے :-

"مَعْنٰی هٰذِهِ الْاٰیَةِ الْکَرِیْمَةِ الثَّالِثَةِ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنَ الْاُمِّیّٖنَ وَ بَعَثَ فِی الْاٰخَرِیْنَ رُسُلًا مِنْ اٰخَرِیْنَ فَکُلُّ اُمَّةٍ لَهَا رَسُوْلٌ مِنْ نَفْسِهَا وَهٰؤُلَآءِ الرُّسُلُ هُمْ رُسُلُ الْاِسْلَامِ فِی الْاُمَمِ مِثْلَ اَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ هُمْ رُسُلُ التَّوْرٰیةِ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ." (اوائل السور ص۱۳۲ شائع کردہ بیت الحکمۃ)

ترجمہ :- "اس تیسری آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے اُمیوں میں ایک رسول اُمیوں میں سے بھیجا ہے۔ اور آخرین میں آخرین سے رسول بھیجے ہیں۔ (یعنی بھیجنے مقدر کئے ہیں) پس آخرین کے ہر گروہ کا رسول خود آخرین میں سے ہے۔ اور یہ سب رسول ان گروہوں میں اسلام کے رسول ہیں۔ جس طرح انبیاءِ بنی اسرائیل قوم بنی اسرائیل میں تورات کے رسول ہیں"

یہ رسول آنحضرتؐ کے ہی بروز اور ظل ہیں۔ [عـہ] موسیٰ جار اللہؒ کے نزدیک یہ اُمیوں میں سے

عـہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث قرار دیئے ہیں۔ اور دُوسرے بعث کے ثبوت میں آیت کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ پیش کی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص۱۷۵ جلد اوّل مطبوعہ اصح المطابع۔ کراچی)

نہیں بلکہ ان کے علاوہ خواندہ لوگوں میں سے ہیں۔ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ آخرین آیت کے نزول تک ان اُمیوں کو لاحق نہیں ہوئے یعنی صحابہ نہیں بنے بلکہ غیر اُمیوں میں رسول الاسلام ظاہر ہونے پر صحابہ سے لاحق ہوں گے یعنی صحابہ کا درجہ پائیں گے۔

مولوی محمد ادریس صاحب ظلیت کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں :۔

"علاوہ ازیں یہ ظلیت امتِ محمدیہ کے تمام علماء اور صلحاء کو حاصل ہے اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے۔ اُمت میں جو بھی کمال ہے حضور کی نبوت کا سایہ اور پرتو ہے"

مولوی صاحب! اسے کہتے ہیں "حق بر زبان جاری"۔ جب علماء ربانی اور صلحاء اُمت آنحضرتؐ کے اظلال ہیں تو ظلیت چور دروازہ نہ رہا بلکہ شاہراہ ثابت ہوا۔ حضرت مرزا صاحب کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ قرار دیا ہے اور دوسرے صلحاء کو آپ نے نبی اللہ نہیں کہا۔ کیونکہ مسیح موعود آنحضرتؐ کا حقیقی ظل اور بروز ہے اور علماء ربانی اور صلحاء اُمت مجازی اظلال و بروز ہیں۔ دونوں کی ظلیت میں یہ فرق ظاہر ہے۔

حضرت عیسیٰ کی آمد سے مُہرِ ختمیت ٹوٹتی ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں :۔

"لیکن اگر حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دُنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مُہر توڑنے کے کیونکر دُنیا میں آسکتے ہیں؟" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

کیونکہ ختمِ نبوت کی مُہر جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوتِ مستقلہ پر لگ چکی ہے جب تک وہ مُہر نہ ٹوٹے وہ اُمتی نبی بن نہیں سکتے۔

نیز فرماتے ہیں :۔

"جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اس کا ان حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اُمتی بھی. مگر کیا مریم کا بیٹا اُمتی ہو سکتا ہے؟ کون ثابت کرے گا کہ اُس نے براہِ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے درجۂ نبوت پایا تھا"

(حقیقۃ الوحی صہ ۲۹)

"حضرت عیسیٰؑ جن کے دوبارہ آنے کے بارہ میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ اُمّتی کیونکر بن سکتے ہیں؟ کیا آسمان سے اُتر کر نئے سرے وہ مسلمان ہونگے؟ یا کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟" (مکتوب اخبار عام ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء)

پس ایک مستقل نبی کا ختمِ نبوّت کی مُہر توڑے بغیر اُمّتی نبی بننا محال ہے۔ کیونکہ جب تک اس کی پہلی نبوتِ مستقلہ زائل نہ ہو وہ اُمّتی نبی نہیں بن سکتا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ سے مستقلہ نبوّت زائل کر کے اُن کا اُمّتی نبی بنایا جانا فرض کیا جائے تو اُمّتی نبی کا مرتبہ ملنا خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مُہر سے ممکن ثابت ہُوا۔ لہذا کیا ضرورت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ختمِ نبوت کی جو مُہر لگی ہوئی ہے اُسے توڑا جائے؟

مسیح موعودؑ کا نام ابنِ مریم بطور استعارہ ہے

اور کیوں نہ یہ یقین کیا جائے کہ اُمّتِ محمدیہ میں آنے والا مسیح موعود درحقیقت خاتم النّبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک حقیقی اُمّتی فرد ہے۔ اور اُسے صرف بروز اور استعارہ کے طور پر

ابنِ مریم کا نام دیا گیا ہے ۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث میں اپنی اُمت کو مخاطب کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر مسیح موعود کو اِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ یعنی تم میں سے تمہارا امام کہہ کر ایک اُمتی قرار دیا ہے ۔ صحیح بخاری باب نزول عیسی ابن مریم جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ مصری میں پوری حدیث یوں ہے :۔

"کَیۡفَ اَنۡتُمۡ اِذَا نَزَلَ ابۡنُ مَرۡیَمَ فِیۡکُمۡ وَ اِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ"

اس جگہ نزول کا لفظ مسیح موعود کے اعزاز کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا (سورۂ طلاق ۲۶) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر رسول کو نازل کیا ہے ۔ اور ابنِ مریم کا نام اسی طرح بطور استعارہ ہے جس طرح انجیل میں یحییٰ علیہ السّلام کو بطور استعارہ الیاس علیہ السّلام کا نام دیا گیا ہے ۔ الیاس کی آمد کی پیشگوئی جو ملاکی نبی نے کی تھی (دیکھو ملاکی ۴/۵) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اس کا یحییٰ علیہ السلام کے وجود میں پورا ہونا بیان فرمایا ہے ۔ (دیکھو انجیل متی ۱۱/۱۴)

پھر متی ۱۷/۱۲ میں لکھا ہے :۔

"مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور اُنہوں نے اس کو نہ پہچانا ۔ بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا ۔ اسی طرح ابنِ آدم اُن کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا ۔"

پس جس طرح الیاسؑ کا نزول بروزی تھا ویسے ہی مسیح موعودؑ کا نزول بروزی ہے ۔

خزائن الاسرار الکلم مقدمہ شرح فصوص الحکم مصنفہ شاہ مبارک احمد صاحب حیدرآبادی مطبوعہ کانپور صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے :۔

"واضح ہو بروز عبارت ہے تعلق اور تمثل روحی سے بجائے دیگر۔ اور ایسا ہی حکم ہے بروز ادریس علیہ السلام کا بنام الیاس علیہ السلام کے"۔

حضرت عیسیٰؑ کا اُمّتِ محمدیہؐ میں خلیفہ ہونا محال ہے

ازروئے قرآن مجید مسیح موعود از روئے احادیث امتِ محمدیہؐ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خلیفہ ہے۔ قرآن مجید کی رُو سے یہ منصب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کو ہی مل سکتا ہے نہ کسی مستقل نبی کو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ـ" (سورۃ نور)

یعنی خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لاکر اعمالِ صالح بجا لائیں یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم میں سے پہلے گذر چکے ہیں ۔

اِس آیت میں منکم سے مراد اُمتِ محمدیہؐ کے افراد ہیں جن سے خلافت کا وعدہ ہے ۔ اور اس اُمّت کے خلفاء کو پہلے خلفاء کے مشابہ قرار دیا گیا ہے ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانہ کے نبی اور خلفاء مشبّہ بہ اور اُمّتِ محمدیہؐ کے زمانہ کے خلفاء مشبّہ ہیں ۔ اور مشبّہ ہمیشہ مشبّہ بہ کا غیر ہوا کرتا ہے نہ کہ عین ۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جو پہلے خلفاء میں داخل ہیں وہ اُمّتِ محمدیہؐ میں خلافت کا کوئی حق نہیں رکھتے ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ خود ہی مشبّہ بہ اور خود ہی مشبّہ قرار پاتے

ہیں۔ اور مشبّہ بہ کے لئے مشبّہ کا غیر ہونا ضروری ہے۔ اور عین ہونا از رُوئے نصِ استخلاف (آیت ہذا) محال ہے۔ پس اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کا پہلے مسیح کا مشبّہ اور مثیل ہونا ضروری ہُوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اُمّتِ محمدیہؐ میں خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اِسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے ؏

"عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مسیح موعود کے منبر پر جو خلافتِ محمدیہؐ کا منبر ہے قدم نہیں رکھ سکتے۔

از روئے حدیث ماسوا اس آیتِ قرآنیہ کے حدیثِ نبویؐ سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے زمانہ کا کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نہ نبی ہو کر ظاہر ہو سکتا ہے نہ خالی اُمتی ہو کر۔ چنانچہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطّیب[عـ۵] فی ذکر الحبیب کے صفحہ ۲۶۱ و ۲۶۲ پر ایک حدیثِ نبویؐ حلیۂ ابونعیم اور الرحمۃ المہداۃ سے لیکر اس کا ترجمہ اِن الفاظ میں درج کرتے ہیں کہ:۔

"اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطّلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا منکر ہو گا تو مَیں اس کو دوزخ میں داخل کر دوں گا خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السّلام نے عرض کیا۔ احمدؐ کون ہیں؟ ارشاد ہُوا۔ اے موسیٰ! قسم ہے مجھے اپنے عزّ و جلال کی۔ مَیں نے کوئی مخلوق

عـ۵ یہی حدیث ترجمان السنۃ (مجموعہ احادیث بزبانِ اُردو) کے صـ۲۴۴ میں نسیم الریاض کی شرح سے درج کی گئی ہے مولوی بدرعالم صاحب حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔ خفاجی فرماتے ہیں رواہ ابونعیم فی الحلیہ و ورد لمعناہ علی طرقٍ کثیرۃٍ کما فی الخصائص (نسیم الریاض جلد ۱ صـ۲۰۳) پس اس حدیث کو کئی طرق سے قوت حاصل ہے۔

ایسی پیدا نہیں کی جو اُن سے زیادہ میرے نزدیک مکرّم ہو۔ مَیں نے اُن کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین اور شمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا ہے۔ قسم ہے اپنے عزّ وجلال کی کہ جنّت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمدؐ اور اُن کی اُمّت داخل نہ ہو جائیں۔ (پھر اُمّت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! مجھ کو اس اُمّت کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا۔ اس اُمّت کا نبی اس میں سے ہوگا۔ عرض کیا۔ مجھ کو اُن (محمدؐ) کی اُمّت میں سے بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا۔ تم پہلے ہو گئے۔ وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اور اُن کو دارالجلال (جنّت) میں جمع کر دوں گا۔"

اِس حدیث نبوی سے ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی امّت کے فضائل معلوم ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پہلے یہ خواہش کی کہ مجھے اس اُمّت کا نبی بنا دیا جائے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ اس اُمّت کا نبی اس امت میں سے ہی ہوگا۔ پھر اُنہوں نے خالی اُمّتی بنایا جانے کی خواہش کی تو وہ اس بناء پر منظور نہ ہوئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام آنحضرتؐ سے پہلے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اُن سے بعد ہوں گے۔

اِس حدیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کا نبی نہیں بن سکتے۔ ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام بھی اس اُمّت کا نبی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام

کو یہ جواب دیا ہے کہ "اِس اُمّت کا نبی اُس میں سے ہوگا۔" پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اُمّتِ محمدیّہ کا فرد بھی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی یہ خواہش اس وجہ سے ردّ ہوئی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّتِ محمدیّہ میں آنے والے مسیح موعود کو ایک حدیث میں چار دفعہ نبیّ اللہ قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ مسیح موعود نبی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کا ہی فرد ہے نہ کہ وہ مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تو بموجب حدیث ہذا نہ امّتِ محمدیّہ کے نبی ہو سکتے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی امّت کا فرد ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں اِس حدیث کے رُو سے بھی ایک نبی ضرور ظاہر ہونے والا تھا۔ تبھی تو خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ " اس اُمّت کا نبی اس میں سے ہوگا۔"

یاد رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے یہ درخواست نہیں کی تھی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی جگہ اُن کی اُمّت کا نبی بنا دیا جائے۔ کیونکہ ایسا سوال اُن کی شانِ نبوّت کے منافی ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے اپنی عزّت و جلال کی قسم کھا کر موسیٰ علیہ السّلام سے کہا کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام زمین و آسمان اور شمس و قمر کے وجود میں آنے سے بیس لاکھ سال پہلے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ رکھا ہے تو اس کا علم ہونے پر وہ یہ درخواست کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بحیثیت نبی نہ بھیجا جائے اور اُن کی جگہ مجھے نبی بنا دیا جائے۔ یہ تو خُدا تعالےٰ کی شان میں گستاخی ہوتی جس سے خدا تعالیٰ کا نبی پاک ہوتا ہے۔ پس

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اُن کی اُمت میں نبی بنا دیا جائے۔ مگر اُن کی یہ درخواست اِس وجہ سے قبول نہ ہوئی کہ خُدا تعالیٰ کے نزدیک اس اُمت کا نبی اُمت میں سے ہونا مقدّر ہو چکا تھا۔

پس یہ حدیث اس بات پر قطعی نص ہے کہ اُمتِ محمدیہ کا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اُمتی فرد ہے۔ اور وہ ایک پہلو سے اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ اور اُمتی نبوت ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ بلکہ اُمتی نبی کا بھیجا جانا بموجب حدیث نبویؐ مقدّر امر تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا طبعی تقاضا تھا کہ ایک اُمتی نبی آپؐ کی اِس شان کے کمالِ فیضان کو ظاہر کرنے کے لئے مبعوث ہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ایک دلچسپ تبادلۂ خیالات
اور
درود شریف سے اُمت میں نبوّت جاری ہونے کا ثبوت

ایک دفعہ مولوی محمدؐ صاحب سے جو سرگودہا کے علاقہ میں رہتے ہیں اور فاضلِ دیوبند ہیں میرا تبادلۂ خیالات ہوُا۔ مولوی صاحب موصوف نے نہایت ہوشیاری سے اپنے ایک ہمخیال شخص کو خود بخود ثالث بنا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ اس پر مَیں نے بھی اپنی طرف سے ایک احمدی کو ثالث تجویز کر دیا۔ ختمِ نبوت کی تحقیق پر دو دن سرگرم بحث ہوتی رہی۔ بالآخر مَیں نے کہا۔ جناب مولوی صاحب! کل سے آپ

مجھ سے یہ بحث کر رہے ہیں کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور کوئی اُمتی مقامِ نبوّت نہیں پا سکتا۔ مگر میں حیران ہوں کہ کہتے آپ کچھ ہیں اور عمل آپ کا کچھ اور ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور پانچ وقت نمازیں تو آپ دُعا کرتے ہیں کہ خدایا! امت میں نبی بھیج۔ اور مجھ سے آپ یہ بحث کر رہے ہیں کہ اب اُمتی نبی بھی نہیں آسکتا۔ مولوی صاحب جھنجھلا کر فرمانے لگے کہ میں ایسا کب کرتا ہوں۔ اس پر میں نے کہا۔ مکرمی! ذرا وہ دُرود شریف تو پڑھ کر سُنائیں جو آپ نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔ میرے کہنے پر مولوی صاحب نے یوں دُرود شریف پڑھا:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

پھر میں نے مولوی صاحب سے اس کا ترجمہ کرایا اور پوچھا کہ مولوی صاحب! وہ رحمتیں اور برکتیں جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ طلب کرتے ہیں، آیا وہ وہی رحمتیں اور برکتیں ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملی تھیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک وہی ہیں۔ میں نے کہا۔ تو مکرم مولوی صاحب! ان رحمتوں اور برکتوں میں تو نبوت بھی شامل ہے جو آپ آلِ محمدؐ کے لئے طلب کرتے ہیں۔

اور اسی طرح اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دُعا کے ذریعہ وہ سب انعامات طلب کئے جاتے ہیں جو منعم علیہ لوگوں

کو ملے اور جو سورۂ نساء رکوع ۹ کی آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ میں مذکور ہیں۔ پس آپ امّت محمّدیہ میں نبوّت بھی طلب کرتے ہیں اور صدّیقیت، شہادت اور صالحیت بھی۔ کیونکہ جب آپ اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ اور الضَّآلِّیْنَ کے رستہ سے بچنے کی دُعا مانگتے ہیں تو اسی لئے کہ مغضوب اور ضالّ نہ بن جائیں۔ لہٰذا جب صراطِ مستقیم کے لئے دُعا مانگتے ہیں تو اس کے معنے بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ آپ منعم علیہ گروہ کے انعامات طلب کرتے ہیں۔ جو نبوّت۔ صدّیقیت۔ شہادت اور صالحیت ہیں۔ پس آپ اُمّت کے لئے نبوّت بھی طلب کرتے ہیں۔

میرے استدلال کو سُن کر مولوی صاحب موصوف کے ثالث نے مجھے کہا کہ اب آپ بیٹھ جائیں۔ مَیں مولوی صاحب سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ پھر وہ مولوی صاحب کی طرف متوجّہ ہوئے اور اُن سے پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب! کیا آپ دُرود شریف میں آلِ محمدؐ کے لئے حلوہ مانڈہ طلب کیا کرتے ہیں یا کچھ رُوحانی نعمتیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ نہیں رُوحانی نعمتیں طلب کرتا ہوں۔ اس پر ثالث صاحب نے اُن سے دُوسرا سوال کیا کہ کیا آپ آلِ محمدؐ کے لئے وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتے ہیں جو آلِ ابراہیمؑ کو ملیں یا کچھ اَور؟ مولوی صاحب موصوف فرمانے لگے۔ وہی رحمتیں اور برکتیں طلب کرتا ہوں۔ اس پر ثالث صاحب نے پُوچھا کہ اچھا مولوی صاحب فرمائیے۔ آلِ ابراہیمؑ کو کون کونسی رحمتیں اور برکتیں مِلیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ آلِ ابراہیمؑ میں بڑے بڑے اولیاء کرام پیدا ہوئے۔ اس پر اُن کے ثالث نے کہا کہ الحمدللہ تو پھر دُرود شریف کی دُعا سے آلِ محمدؐ میں بھی بڑے بڑے اولیاء

ہونے چاہئیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ہاں۔ پھر ثالث نے سوال کیا۔ اچھا فرمائیے آلِ ابراہیمؑ کو اَور کیا کیا رحمتیں اور برکتیں ملیں؟ مولوی صاحب کہنے لگے۔ اُن میں بڑے بڑے مقرّبینِ بارگاہِ الٰہی پیدا ہوئے۔ اس پر ثالث نے کہا کہ پھر درُود شریف کی دُعا سے آلِ محمدؐ میں بھی مقرّبینِ بارگاہِ الٰہی پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس پر مولوی صاحب فرمانے لگے۔ ہو سکتے ہیں۔ آخر ثالث نے کہا۔ اچھا مولوی صاحب۔ یہ بھی بتائیے کہ آلِ ابراہیمؑ میں کوئی نبی بھی ہوا ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں نبی بھی ہوئے ہیں۔ اس پر ثالث نے فی الفور کہا۔ کہ اچھا مولوی صاحب! اگر یہ بات ہے تو پھر مَیں آپ کے خلاف اور قاضی محمدّ نذیر کے حق میں ڈگری دیتا ہوں۔ کیونکہ جب آلِ ابراہیمؑ میں نبی ہوتے رہے تو آلِ محمدّؐ میں بھی نبی ہونے چاہئیں۔ اِس پر مولوی صاحب بڑے پریشان ہوئے۔ اور ایک عجیب عالم میں فرمانے لگے کہ یہ شخص مرزائیوں سے مل گیا ہے۔ اِس پر مَیں اُٹھا اور مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب سچ فرماتے ہیں۔ کل یہ صاحب مولوی صاحب سے ملے ہوئے تھے۔ اور آج مَیں نے احمدیّت کے دلائل کی قوّت سے اِن کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ آخر ثالث صاحب کو از رُوئے انصاف ایک کے ساتھ ہی ملنا چاہیئے تھا۔ مَیں نے ان کو رشوت دیکر تو اپنے ساتھ نہیں مِلایا۔ اگر آپ سے کچھ جواب بن سکتا ہے تو اپنے ثالث کی تسلّی کر دیں۔ یہ ثالث جن کا نام رائے خان محمدّ صاحب بھٹی ہے کوٹ سلطان کے نمبردار ہیں اور تعلیم یافتہ آدمی ہیں۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے اب احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور اپنی قوم میں سِلسلہ احمدیّہ کے ایک سرگرم ممبر ہیں۔ فالحمد للہ علےٰ ذٰلک۔

حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ کا درود شریف سے اُمّت میں نبی ہونیکا استدلال

درُود شریف سے جو استدلال ہیں نے پیش کیا ہے یہی استدلال حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیّہ جلد اوّل کے صفحہ ۵۶۹ و ۵۷۰ پر بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چنانچہ شروع میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ آلِ محمدؐ سے کیا مُراد ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وَاعْلَمْ اَنَّ اٰلَ الرَّجُلِ فِیْ لُغَۃِ الْعَرَبِ ھُمْ خَاصَّتُہٗ الْاَقْرَبُوْنَ اِلَیْہِ وَخَاصَّۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَاٰلُھُمْ ھُمُ الصَّالِحُوْنَ الْعُلَمَاءُ بِاللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔"

یعنی جان لو کہ عربی زبان میں ایک آدمی کی آل سے مُراد اس کے خاص اقارب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خواص اور اُن کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔

پھر پُوری تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"فَکَانَ مِنْ کَمَالِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَنْ اَلْحَقَ اٰلَہٗ بِالْاَنْبِیَاءِ فِی الرُّتْبَۃِ۔ وَزَادَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ بِاَنَّ شَرْعَہٗ لَا یُنْسَخُ۔"

یعنی یہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کمال ہے کہ آپ نے درُود شریف کی دُعا کے ذریعہ اپنی آل کو رُتبہ میں انبیاء سے ملا دیا۔ اور ابراہیمؑ سے بڑھ کر آپؐ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ آپؐ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی۔

اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

"فَقَطَعْنَا اَنَّ فِی هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَنْ لَحِقَتْ دَرَجَتُهٗ دَرَجَةَ الْاَنْبِیَاءِ فِی النُّبُوَّةِ عِنْدَ اللّٰهِ لَافِی التَّشْرِیْعِ ۔"

(فتوحاتِ مکیّہ جلد اوّل صفحہ ۵۶۹ و ۵۷۰)

"ہم نے قطعی طور پر جان لیا ہے کہ اس اُمّت میں وہ شخص بھی ہیں جن کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبوّت میں انبیاء سے مل گیا ہے۔ نہ کہ شریعت لانے میں ۔"

شیعوں کے بزرگوں کا استدلال

شیعہ اصحاب کے ائمہ بھی درود شریف سے یہی استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابوجعفرؑ ابراہیمی نسل کی نعمتوں (الرّسل و الانبیاء و الاولیاء) کے ذکر پر فرماتے ہیں:۔

"فَکَیْفَ یُقِرُّوْنَ فِیْ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَیُنْکِرُوْنَهٗ فِیْ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ ۔"

(الصافی شرح اصول الکافی جزو ۳ صفحہ ۱۱۷ و ایضاً صفحہ ۱۱۹)

یعنی کس طرح یہ لوگ آلِ ابراہیمؑ میں تو رُسل و انبیاء اور ائمہ کے پائے جانے کا اقرار کرتے ہیں لیکن آلِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم میں ان نعمتوں کے پائے جانے کے منکر ہیں

آلِ محمدؐ سے مُراد

امام جعفر صادق ؓ آلِ محمدؐ میں اُمّت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"وَالْاُمَّۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ صَدَّقُوْا مَاجَاءَ بِہٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْمُتَمَسِّکُوْنَ بِالثَّقَلَیْنِ"

(تفسیر صافی زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا سورۃ آلِ عمران ع)

کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آلِ محمدؐ میں شامل ہیں۔

پس اُمّتِ محمدیہ کے اندر نبوّت کو حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی طرح شیعہ بزرگ نے بھی جاری اور ساری تسلیم کیا ہے۔

اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاء والی نبوّت کی شان اور مسیح موعودؑ کا مرتبہ

بالآخر یہ بات یاد رہے کہ یہ انبیاء الاولیاء والی نبوّت بزرگانِ اُمّت کے نزدیک کوئی ادنیٰ قسم کی نبوّت نہیں۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہٗ نے اس مقام کے پانے والے کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا حق انبیاء سے برابر کا ہے اور حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ اس مرتبہ کے پانے والوں کو نبوّتِ مطلقہ کا حامل قرار دیتے ہیں۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں:-

"یَنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ یَشْرَکُہٗ فِیْھَا الْاَوْلِیَاءُ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ فَھُوَ مِنَّا وَھُوَ سَیِّدُنَا" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۹)

یعنی مسیح علیہ السّلام نازل ہوں گے تو وہ ایسے ولی ہوں گے جنہیں نبوّتِ مطلقہ حاصل ہوگی۔ اور اس نبوّتِ مطلقہ میں اُن کے ساتھ خاص خاص محمدی اولیاء بھی شریک ہیں۔ پس وہ ہم میں سے ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔

پھر فرماتے ہیں :۔

"عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْنَا حَكَمًا مِنْ غَيْرِ تَشْرِيْعٍ وَهُوَ نَبِيٌّ بِلَا شَكٍّ ۔" (فتوحاتِ مکیّہ جلد اوّل ۵۷)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حَکَم ہو کر نازل ہونگے بغیر نئی شریعت کے اور وہ بلاشبہ نبی ہوں گے ۔

پس انبیاء الاولیاء کا مقام جو حضرت محی الدین ابن عربیؒ اُمّت میں جاری مانتے ہیں یہ نبوّتِ مطلقہ کا مقام ہے ۔ جو اُن کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حاصل ہوگا ۔ جن کو وہ نازل ہونے کے وقت بلاشبہ غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں ۔

ہاں ایک بات کا واضح کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دُرود شریف کے ذریعہ درجۂ نبوّت پانے والے افرادِ اُمّت کی نبوّت مخفی ہے اور قیامت کو ظاہر ہوگی ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ مسیح موعود علیہ السلام کا اِن انبیاء الاولیاء سے ایک واضح امتیاز بھی تسلیم کرتے ہیں ۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ انہیں نبوّۃ الاختصاص حاصل ہوگی ۔

مسیح موعود کا اختصاص بالنّبوّۃ

وہ لکھتے ہیں :۔

"فَكَانَ اَوَّلَ هٰذَا الْاَمْرِ نَبِيٌّ وَهُوَ اٰدَمُ وَاٰخِرُهٗ نَبِيٌّ وَهُوَ عِيْسٰى اَعْنِيْ نُبُوَّةَ الْاِخْتِصَاصِ فَيَكُوْنُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَشْرَانِ ۔ حَشْرٌ مَعَنَا وَحَشْرٌ مَعَ الرُّسُلِ وَحَشْرٌ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ ۔" (فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ صفحہ ۴۹)

ترجمہ:- اس امر کے اوّل میں ایک نبی ہے۔ اور وہ آدم علیہ السلام ہیں اور اس کے آخر میں ایک نبی ہے اور وہ عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ وہ بالاختصاص نبی ہوں گے۔ پس قیامت کے دِن اُن کے دو حشر ہوں گے۔ ایک حشر ہم اُمتیوں کے ساتھ اور دُوسرا حشر رسُولوں اور انبیاء کے ساتھ۔

اِس اختصاص بالنّبوۃ سے مُراد اُن کی یہی ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی نبوّت کا مامُور ہونے کی وجہ سے اعلان کرینگے اور دُوسرے اُمّتی انبیاء الاولیاء کو مامُور نہ ہونے کی وجہ سے اعلان کا حق نہیں دیا گیا۔ گو مرتبۂ نبوّت اُن کو حاصِل ہے۔ پس اِن دوسرے انبیاء الاولیاء میں یہ ماموریّت والی جُزو کم ہوگی۔ مسیح موعودؑ کو یہ خصوصیت بھی حاصِل ہے کہ اُسے خود رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری شریف کی حدیث میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کہہ کر اُمّتی قرار دیا ہے۔ اور مُسلم شریف کی حدیث کے مطابق چار دفعہ نَبِیّ اللّٰہ بھی قرار دیا ہے۔ اور پھر خدا تعالٰے نے بھی آپ کو نبی کے لقب سے مشرّف فرمایا ہے۔

بانئ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک اپنی خصوصیّت

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بانئ سلسلۂ احمدیہ اپنے اِس اختصاص بالنّبوۃ کو یُوں بیان فرماتے ہیں:-

"غرض اِس حصّۂ کثیر وحئ الٰہی اور اُمورِ غیبیہ میں اِس اُمّت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمّت میں سے گذر چکے ہیں اُن کو یہ حصّۂ کثیر اس نعمت کا

(تریاق القلوب)

نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اِس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی صفائی سے پُوری ہوجاتی۔ کیونکہ اگر دُوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے تو اس صُورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہوجاتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے اِن بزرگوں کو اس نعمت کو پُورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیساکہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پُوری ہوجائے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۳۹۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس جگہ اپنے اختصاص بالنّبوّۃ کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک[1] وجہ یہ ہے کہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کی نعمت کو علیٰ وجہ الکمال اُمّت میں سے صرف آپ نے پایا ہے۔ دوسرے صلحاءِ اُمّت میں اس نعمت کے پانے میں مصلحتِ الٰہی کے ماتحت جزوی کمی رہی ہے۔ دوسری[2] وجہ یہ ہے کہ پیشگوئی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صرف مسیح موعود علیہ السّلام کو نبیّ اللہ کے نام سے ذکر فرمایا ہے نہ کسی اور اُمّتی کو۔

اَنْبیاءُ الاَوْلیاء صرف محدّثین ہی نہیں بلکہ غیر تشریعی انبیاء بھی ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے انبیاء الاولیاء صرف محدّثین

امت کو قرار دیا ہے۔ مگر یہ بات سراسر غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ تمام غیر تشریعی نبی جو نبوّتِ مطلقہ کے حامل ہوتے ہیں اُن کے نزدیک انبیاء الاولیاء ہیں اور محدّثین نبوت مطلقہ کو جزوی طور پر حاصل کرتے ہیں۔

محدّث اور نبی میں فرق

چنانچہ نبی اور محدّث کا فرق بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں :۔

"مَا الْفَرْقُ بَیْنَ النَّبِیّیْنَ وَ الْمُحَدَّثِیْنَ۔ اَلْجَوَابُ التَّکْلِیْفُ۔ فَاِنَّ النُّبُوَّۃَ لَا بُدَّ فِیْھَا مِنْ عِلْمِ التَّکْلِیْفِ وَلَا تَکْلِیْفَ فِیْ حَدِیْثِ الْمُحَدَّثِیْنَ جُمْلَۃً وَ رَأْسًا ھٰذَا اِنْ اَرَادَ اَنْبِیَاءَ التَّشْرِیْعِ۔ فَاِنْ اَرَادَ اَصْحَابَ النُّبُوَّۃِ الْمُطْلَقَۃِ فَالْمُحَدَّثُوْنَ اَصْحَابُ جُزْءٍ مِّنْھَا۔ فَالنَّبِیُّ الَّذِیْ لَا شَرْعَ لَہٗ فِیْمَا یُوْحیٰ اِلَیْہِ بِہٖ ھُوَ رَأْسُ الْاَوْلِیَاءِ وَجَامِعُ الْمَقَامَاتِ مَقَامَاتِ مَا تَقْتَضِیْہِ الْاَسْمَاءُ الْاِلٰھِیَّۃُ مِمَّا لَا شَرْعَ فِیْہِ مِنْ شَرَائِعِ اَنْبِیَاءِ التَّشْرِیْعِ وَ الْمُحَدَّثُ مَا لَہٗ سِوَی الْحَدِیْثِ وَمَا یُنْتِجُہٗ مِنَ الْاُمُوْرِ وَ الْاَعْمَالِ وَ الْمَقَامَاتِ۔ فَکُلُّ نَبِیٍّ مُحَدَّثٌ وَمَا کُلُّ مُحَدَّثٍ نَبِیٌّ وَھٰؤُلَاءِ ھُمْ اَنْبِیَاءُ الْاَوْلِیَاءِ وَ اَمَّا الْاَنْبِیَاءُ الَّذِیْنَ لَھُمُ الشَّرَائِعُ فَلَا بُدَّ مِنْ تَنَزُّلِ الْاَرْوَاحِ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ بِالْاَمْرِ وَ النَّھْیِ"

ترجمہ :۔ اِس سوال کا جواب کہ محدّثین اور نبیوں میں کیا فرق

ہے جواب یہ ہے کہ نبوت میں ایسا علم ہوتا ہے جس کے انسان مکلّف کیے جاتے ہیں۔ اور محدّثین کی حدیثوں کا انہیں بالکل مکلّف نہیں کیا جاتا۔ یہ فرق تشریعی انبیاء کے مقابلہ پر ہے۔ لیکن اگر اصحابِ نبوّتِ مطلقہ مراد لیں تو محدّث اس کے اصحاب جزو ہیں۔ پس وہ نبی جو غیر تشریعی ہو وہ رأس الاولیاء ہوتا ہے۔ اور جامع المقامات یعنی ان مقامات کا جامع جن کو وہ اسماءِ الٰہیہ چاہتے ہیں جن میں شریعت نہیں ہے۔ محدّث کو صرف تحدیث اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امور اور اعمال اور مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ پس ہر نبی ضرور محدّث ہوتا ہے اور ہر محدّث نبی نہیں ہوتا۔ اور یہ سب انبیاء الاولیاء ہیں۔ لیکن وہ نبی جو نئی شریعتیں رکھتے ہیں اُن کے دِلوں پر ارواحِ ملائکہ اوامر و نواہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

(فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ صفحہ ۷۹ و ۸۷ بلحاظ ایڈیشن مختلفہ)

حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ نے اس جگہ نبی الاولیاء کی اصطلاح کو غیر تشریعی انبیاء اور محدّثین میں اس طرح مشترک قرار دیا ہے کہ غیر تشریعی انبیاء تو نبوتِ مطلقہ کو کامل طور پر رکھتے ہیں اور محدّثین جزوی طور پر۔ پس محدّثین پر انبیاء الاولیاء کی اِصطلاح کا اطلاق نبوّتِ مطلقہ کے لحاظ سے جزوی طور پر ہوگا۔ اور غیر تشریعی انبیاء الاولیاء نبوّتِ مطلقہ کے پُورے حقدار ہوں گے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہ فرق ملحوظ رکھنے سے وہ شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے جو بعض لوگوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت

محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ محدثیت کو غیر تشریعی نبوت قرار دیتے ہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ وہ مسیح موعود علیہ السلام کو بنبوۃ الاختصاص نبوتِ مطلقہ کا حامل اور بلا شک غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اس کے لئے نبی الاولیاء کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ پس نبوت الولایت علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو تو اُن کے نزدیک نبوتِ مطلقہ کی قسم غیر تشریعی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالکریم جیلانی رح اپنی کتاب "الانسان الکامل" میں تحریر فرماتے ہیں:—

"اِنَّ کَثِیْرًا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نُبُوَّتُہٗ نُبُوَّۃُ الْوَلَایَۃِ کَالْخِضْرِ فِیْ بَعْضِ الْاَقْوَالِ وَکَعِیْسٰی اِذَا نَزَلَ اِلَی الدُّنْیَا فَاِنَّہٗ لَایَکُوْنُ لَہٗ نُبُوَّۃُ تَشْرِیْعٍ وَکَثِیْرٍ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ" (الانسان الکامل ص۸۴)

یعنی بہت سے انبیاء کی نبوت نبوت الولایت ہی تھی جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت بعض اقوال میں اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت۔ جب وہ دُنیا کی طرف نازل ہوں گے تو اُن کی نبوت تشریعی نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح بہت سے بنی اسرائیل کا حال ہے۔ یعنی ان کی نبوت نبوت الولایت تھی نہ کہ تشریعی نبوت۔

پھر وہ تحریر فرماتے ہیں:—

"کُلُّ نَبِیٍّ وَلَایَتِہٖ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِیِّ مُطْلَقًا وَمِنْ ثَمَّ قِیْلَ بِدَایَۃُ النَّبِیِّ نِہَایَۃُ الْوَلِیِّ فَافْہَمْ وَتَاَمَّلْہُ فَاِنَّہٗ قَدْ خَفِیَ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ اَھْلِ مِلَّتِنَا" (الانسان الکامل ص۸۴)

یعنی ہر "نبیٔ ولایت" مطلق ولی سے افضل ہے۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہا ہے۔ پس (اس نکتہ کو) سمجھ لو۔ اور اس میں غور کرو۔ کیونکہ یہ ہمارے بہت سے اہلِ ملت پر مخفی رہا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ علمائے ربانی کے نزدیک بہت سے انبیاء بنی اسرائیل بھی نبی الاولیاء تھے۔ اور اُن کی نبوت "نبوت الولایت" تھی۔ یعنی وہ غیر تشریعی انبیاء تھے۔ یہ سب غیر تشریعی نبی اور اُمتِ محمدیہ کے انبیاء الاولیاء بھی مطلق اولیاء سے افضل ہیں۔ اور اُمتِ محمدیہ کا مسیح موعود بھی نبی الاولیاء ہے۔ تشریعی نبی نہیں۔ اِن علمائے ربانی نے چونکہ بنی اسرائیل کے غیر تشریعی انبیاء کو جو مستقل نبی تھے انبیاء الاولیاء ہی قرار دیا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "نبی الاولیاء" کی اصطلاح کی بجائے اپنے لئے "امتی نبی" یا "ظلی نبی" کی اصطلاح اختیار فرمائی ہے۔ تا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی اور آپؐ کے افاضۂ روحانیہ پر دلیل رہے۔ امتی نبی اور ظلی نبی کی اصطلاح میں انبیاء الاولیاء کی اصطلاح کی نسبت زیادہ احتیاط ہے۔ اس لئے کہ امتی نبی اور ظلی نبی کی اصطلاح استعمال کی جانے سے کسی شخص کو یہ اشتباہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص مستقلہ نبوت کا مدعی ہے بلکہ اس دعویٰ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کمالات اور افاضۂ کاملہ کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اَلْمُبَشِّرَات نبوتِ مطلقہ ہیں

مَیں بتا چکا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَمْ یَبْقَ

مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (صحیح بخاری کتاب التعبیر) کہ النبوۃ میں سے مبشّرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ اس جگہ المبشرات سے مراد نبوّت کی ہی ایک نوع ہے۔ اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نبوتِ مطلقہ کی اقسام میں سے اب صرف المبشّرات والی نبوت جو نبوتِ غیر تشریعی ہے باقی ہے۔ اور تشریعی نبوت کی اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ قرآنِ مجید نے شریعت کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اسی نبوت کو صوفیاءِ کرام نبوت الولایت قرار دیتے ہیں۔ اور اس نبوت کا دروازہ بموجب حدیث ہذا امّتِ محمدیہ کے لئے قیامت تک کھلا قرار دیتے ہیں۔

رؤیا المومن کی تشریح

جب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نبوت میں سے المبشّرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تو صحابۂ کرامؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ المبشّرات کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ مومن کی رؤیائے صالحہ ہیں۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ المبشّرات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان رکھنے والے یا دُوسرے لفظوں میں آپؐ کے اُمتی کو ہی مل سکتی ہیں۔ المبشّرات کو رؤیائے صالحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ یا عام مؤمنوں کے لحاظ سے فرمایا ہے ورنہ اس جگہ رؤیا کے لفظ کو اس کے وسیع معنوں میں لیا جانا چاہیئے جن میں مومنوں کی خوابوں کے علاوہ مکاشفاتِ صحیحہ اور وحی غیر تشریعی بھی داخل ہے۔ کیونکہ محدّثینِ امت کے تجارب سے مکاشفاتِ الٰہیہ کے علاوہ ان پر وحی و الہام کا نزول بھی ثابت ہے۔ حضرت مجدّد الفِ ثانی رح بموجب حدیث نبوی محدّث کے لئے کثرت سے خدا کی ہمکلامی کا شرف پانا بیان فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۵۱) اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید

یں فرمایا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔" (حٰم السجدۃ ع ۴)

یعنی جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور اس پر استقامت دکھائی۔ اُن پر خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں (ان بشارتوں کے ساتھ) کہ تم کوئی خوف نہ کرو اور غم نہ کرو۔ اور اس جنّت (یعنی کامیاب زندگی) کی بشارت پاؤ جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ (فرشتے انہیں کہتے ہیں) ہم دُنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی مددگار ہیں۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا کلام استقامت دکھانے والے مومنوں پر نازل ہوتا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے ملائکہ کے اس نزول کو نبوتِ عامہ قرار دیا ہے۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص ۲۴۲) اور آیت ہذا کی روشنی میں وہ نبوت کا دروازہ تا قیامت کھلا قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فَالنُّبُوَّۃُ سَارِیَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فِی الْخَلْقِ وَ اِنْ کَانَ التَّشْرِیْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِیْعُ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص ۱۰۰ باب ۷۳ س ۸۲)

یعنی نبوت قیامت تک مخلوق میں جاری ہے ۔ گو تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے ۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے ۔

پھر وہ شریعت لانے کو نبوت کی ایک جزوِ عارض قرار دیتے ہیں نہ کہ جزوِ ذاتی ۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد اوّل صفحہ ۵۷۸) اور نبوت ان کے نزدیک صرف اخبارِ الٰہی کا نام ہے (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ سوال ۱۸۸) اور اس نبوت کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ اخبارِ الٰہی کا منقطع ہونا ایک امرِ محال ہے کیونکہ اگر یہ منقطع ہو جائیں تو دنیا کے لئے کوئی روحانی غذا نہیں رہے گی جس سے وہ اپنے روحانی وجود کو باقی رکھ سکے ۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱ باب ۷۳ سوال ۸۲) یہ سب حوالہ جات قبل ازیں ان کی عربی عبارات میں بیان ہو چکے ہیں ۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ تھے جن سے خدا ہمکلام ہوتا رہا ہے ۔ میری امت میں کوئی ایسا ہے تو حضرت عمرؓ ضرور ایسے ہیں (صحیح بخاری مناقب عمرؓ) اس حدیث کے رو سے محدثینِ امت خدا کی ہمکلامی کا شرف پاتے رہے ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا المبشرات کی تشریح میں صحابہؓ کی دریافت پر اسے رؤیا صالحہ قرار دینا اگر صحابہؓ یا عام مومنوں کے لحاظ سے نہ سمجھا جائے تو پھر اولیاء اللہ کے تجارب اور قرآنی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اور حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ کی اس آیت کی تفسیر کے لحاظ سے رؤیا کے لفظ کو وسیع معنوں میں لینا ضروری ہوگا ۔ اور مکاشفاتِ صحیحہ اور الہام و وحی پر بھی مشتمل

قرار دینا ہوگا۔ یہ مکاشفات صحیحہ اور وحی و الہام جن کے نزول کا شرف اولیاء اللہ اور محدثینِ اُمت کو ہوتا رہا۔ سب المبشرات میں داخل قرار دینا ضروری ہوں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے المبشرات کے سوا نبوت میں سے کچھ بھی باقی قرار نہیں دیا۔ پس مسیح موعود کی نبوت اور وحی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے المبشرات کا حامل ہونے کی وجہ سے ہوگی۔ اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو المبشرات کی وجہ سے ہی نبی اللہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ جو نبوت منقطع ہو چکی اس کا حامل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو روایت مندرجہ صحیح مسلم باب خروج الدجال میں چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور اس پر وحی کے نزول کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ تو پھر المبشرات کو صرف سچی خوابوں تک محدود ماننا ہرگز درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کی دریافت پر المبشرات کو رُویائے صالحہ قرار دینا صحابہؓ اور عام مومنوں کے لحاظ سے ہے نہ کہ محدثینِ اُمت یا مسیح موعود کے لحاظ سے۔ کیونکہ ان کا مکالمۂ الٰہیہ کا شرف پانا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مُسلّم ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ جیسے جلیل القدر مفسر نے قرآنی آیت مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِسراء پر چسپاں کیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات رات بیت المقدس کی سیر کی۔ اور انبیاء کی امامت کرائی۔ اِس اِسراء میں

جبرائیل علیہ السلام شروع سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپؐ سے مکالمہ کرتے رہے۔ اور آخر میں آپؐ کو اسراء کے واقعات کی تعبیر بھی بتائی۔ پس اسراء رؤیا تھا۔ اور اس میں وحیٔ الٰہی کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رؤیا کا لفظ اپنی ذات میں وسیع معنے بھی رکھتا ہے۔ اور وحیٔ الٰہی پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ کیونکہ جبرائیل کی گفتگو بہرحال وحیٔ الٰہی ہی تھی۔

نبوّت کے چھیالیسویں حصّہ کی تشریح

المبشّرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں رؤیا صالحہ اور پھر رؤیا صالحہ کو ایک حدیث میں نبوّت کا چھیالیسواں حصّہ قرار دیا ہے۔ اِس سے آپؐ کی یہ مراد نہیں کہ یہ المبشّرات غیر تشریعی نبوّت کا چھیالیسواں حصّہ ہیں. کیونکہ المبشّرات کو پانے کی وجہ سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبیّ اللہ قرار دیا ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ اس کی نبوّتِ غیر تشریعی نبوّتِ کاملہ نہیں ہوگی۔ ہاں المبشّرات کو نبوّتِ تشریعی کا جزو تو قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر چونکہ شریعت، نبوّت پر امرِ عارض ہے نہ کہ جزوِ ذاتی۔ اِس لئے غیر تشریعی نبوّت اپنی ذات میں نبوّتِ کاملہ ہوتی ہے جیسا کہ قبل ازیں حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ وغیرہ بزرگانِ اُمّت کے اقوال سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ نبوّتِ مطلقہ کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔

حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ اور اُن کے تتبع میں امام عبدالوہاب شعرانیؒ کے نزدیک رؤیا صالحہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوّت کا چھیالیسواں حصّہ

اپنی نبوّتِ تامہ کاملہ کے زمانہ کے لحاظ سے قرار دیا ہے۔ نبوّتِ تامّہ کاملہ محمّدیّہ کا زمانہ ۲۳ سال ہے۔ اور اس کے چھیالیس حصّے بنائیں تو چھیالیسواں حِصّہ چھ ماہ بنتے ہیں[عہ]۔ یہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا رؤیا صالحہ اور مکاشفاتِ صحیحہ مشتمل بر امورِ غیبیہ کثیرہ والی وحی کا زمانہ ہے۔ اور یہ نبوتِ مطلقہ کا ہی زمانہ ہے جس کے بعد آپ پر شریعت نازل ہونی شروع ہوئی۔ آپ کی رؤیا صالحہ کو صحیح بخاری کی ایک حدیث میں وحی ہی قرار دیا گیا ہے۔ سو جو نبوت آپ کو شریعت نازل ہونے سے پہلے اس چھ ماہ کے عرصہ میں حاصل تھی وہ نبوّتِ مطلقہ بہرحال تھی۔ اور نبوتِ مطلقہ آپ کے بعد بزرگانِ اُمّت کے نزدیک جاری ہے اور تشریعی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔

پس یہ حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ بتا رہی ہے کہ بابِ نبوّت من کل الوجوہ بند نہیں بلکہ ایک قسم کی نبوت کے لئے جو المبشّرات کی حامل ہوتی ہے یہ دروازہ کھلا ہے۔ اس میں سے علٰی قدرِ مراتب مومنین اور اولیاء اللہ اور محدّثین و مجدّدینِ امت کو بھی حصّہ ملتا ہے اور اسلام کے مجدّدِ اعظم مسیح موعودؑ و مہدی معہودؑ کو یہ نبوت علٰی وجہ الکمال حاصل ہوئی ہے۔ اسی نبوت کے کامل طور پر حاصل کرنے کے لحاظ سے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کو نبی اللہ

[عہ] حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ نے فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶۵ سوال ۲۵ میں اسکی یہی وجہ تحریر کی ہے۔ اور پھر الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں امام شعرانی علیہ الرحمۃ نے بھی رؤیائے صالحہ کے نبوّت کا چھیالیسواں حصّہ ہونے کی یہی وجہ تحریر فرمائی ہے۔ منہ۔

قرار دیا ہے۔ اور اسی بناء پر حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے نبی کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔ پس شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محدثین نبوت مطلقہ کے اصحاب جزو ہیں۔ یعنی نبوتِ مطلقہ یا نبوت الولایت انہیں جزوی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ شریعت کو نبوتِ مطلقہ پر وہ ایک امرِ عارض یعنی نبوتِ مطلقہ پر ایک زائد جزو غیر ذاتی قرار دیتے ہیں۔ نبوتِ مطلقہ اُن کے نزدیک امورِ غیبیہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

"لَيْسَتِ النُّبُوَّةُ بِاَمْرٍ زَائِدٍ عَلَى الْاِخْبَارِ الْاِلٰهِيِّ"

کہ نبوت خدا سے غیب کی خبریں ملنے سے زیادہ کوئی امر نہیں۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ سوال نمبر ۱۸۹)۔

علماءِ اُمت کے نزدیک مسیح موعود صاحبِ وحی ہوگا

اُن کے نزدیک یہ اخبارِ الٰہی بذریعہ کشف و الہام نازل ہوتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انبیاء الاولیاء والی نبوت بالاختصاص بصورت نبوتِ مطلقہ حاصل ہوگی جو المبشرات والی نبوت ہی ہے۔ اور اُن پر وحی نازل ہونے کے متعلق رُوح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۵ میں ہے کہ ان پر صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق وحی نازل ہوگی۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"نَعَمْ يُوْحٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْيٌ حَقِيْقِيٌّ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ"

بلکہ علامہ ابن حجر الہیثمی تو صاف لکھتے ہیں:-

"ذٰلِكَ الْوَحْيُ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيْلَ اِذْهُوَ السَّفِيْرُ

بَیْنَ اللّٰہِ وَ اَنْبِیَآءِہٖ۔"
کہ یہ وحی جبریل کی زبان سے نازل ہو گی۔ کیونکہ انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وہی سفیر ہے۔" (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)
پھر وہ لکھتے ہیں:۔
" حَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَ مَا اشْتَہَرَ اَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ لَا اَصْلَ لَہٗ۔"
(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)
یعنی حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ جھوٹی ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ جبریلؑ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زمین پر نازل نہیں ہوں گے یہ بے اصل ہے۔
نواب صدیق حسن خان صاحب بھی حجج الکرامہ صفحہ ۴۳۱ میں یہی باتیں بیان کرتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔
" ظاہر آن است آرندۂ وحی بسوئے او جبریل باشد بلکہ ہمیں یقین داریم۔ دراں تردد مے کنیم چہ جبریل سفیرِ خدا است درمیان انبیاء علیہم السلام۔ فرشتۂ دیگر برائے ایں کار معروف نیست۔"
یعنی مسیح موعود کی طرف وحی لانے والا فرشتہ جبرئیل ہو گا۔ کیونکہ جبریلؑ ہی خدا تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر ہے۔

کوئی اور فرشتہ اس کام کے لئے معروف نہیں۔

تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں فرق

پھر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مبشّرات والی وحی اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ شریعتِ جدیدہ پر مشتمل نہیں ہوتی۔ غیر تشریعی نبوت اور تشریعی نبوت میں فرق فرشتہ کے نازل ہونے میں نہیں بلکہ صرف کیفیتِ وحی میں فرق ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"وَالْحَقُّ اَنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَھُمَا اِنَّمَا ھُوَ فِیْ کَیْفِیَّۃِ مَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ لَا فِیْ نُزُوْلِ الْمَلَکِ۔"

(الیواقیت والجواھر جلد ۲ صفحہ ۸۵)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ دونوں تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں فرق صرف اس وحی کی کیفیت میں ہوتا ہے جس کے ساتھ فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ فرشتہ کے نزول میں دونوں وحیوں میں کوئی فرق نہیں۔

گویا تشریعی نبی پر شریعتِ جدیدہ اور اخبارِ غیبیہ نازل ہوتی ہیں اور غیر تشریعی نبی کی وحی صرف اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

اِن بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود پر وحی بذریعہ جبریل نازل ہونا بھی محقّقین کو مسلّم ہے۔ پھر حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

"نبیوں کے کامل تابعداروں سے خدا انبیاء کی طرح بالمشافہ کلام بھی کرتا ہے۔" (دیکھو مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۵۱ صفحہ ۹۹)

پس اُمتی پر کلامِ الٰہی کا نزول مُسلّم ہے۔ پھر مسیح موعود کو المبشّرات والی نبوّت علیٰ وجہ الکمال حاصل ہے۔ اسی لئے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اور اس پر وحی کا نزول بھی صحیح مسلم کی اسی حدیث سے ثابت ہے۔ پس صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان دونوں حدیثوں کو ملا کر لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے وسیع معنے لینے کی صورت میں وحیِ الٰہی کو اُن میں داخل قرار دینا پڑتا ہے۔ جو غیر تشریعی نبی کو حاصل ہوتی ہے۔ تشریعی نبی اور غیر تشریعی نبی کی وحی میں صرف کیفیتِ وحی کا فرق ہوتا ہے۔ تشریعی نبی کی وحی احکامِ جدیدہ پر اور امورِ غیبیہ کثیرہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور غیر تشریعی نبی کی وحی احکامِ جدیدہ پر مشتمل نہیں ہوتی۔ بلکہ اُمورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس پر شریعتِ جدیدہ پر مشتمل وحی نہیں آسکتی۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل ہو چکی ہے۔ صرف مبشّرات والی کامل وحی آسکتی ہے۔ جو غیر تشریعی نبوّت ہے۔ پس حضرت محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک تشریعی نبوّت کے مقابلہ میں غیر تشریعی نبوّت جو تمام غیر تشریعی انبیاء کو حاصل تھی جزوی حیثیت رکھتی ہے مگر وہ نبوّت مطلقہ بہر حال ہوتی ہے۔ اور محدّثینِ اُمّت نبوّتِ مطلقہ کے جزوی طور پر حامل ہوتے ہیں۔ اور مسیح موعود نبوّتِ مطلقہ کا پورے طور پر حامل ہے۔

شیخِ اکبرؒ اور بعض صوفیاء کے نزدیک مسیح کا بروزی نزول اور مہدی اور مسیح ایک شخص

یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے بروزی نزول کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں:۔

"وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ"

(تفسیر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی برحاشیہ عرائس البیان صفحہ ۲۶۲)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخری زمانہ میں کسی دوسرے بدن کے تعلق سے ہوگا۔ (یعنی بروزی نزول ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نہیں آئیں گے)

پھر اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ پر بعض صوفیاء کا مذہب لکھا ہے:۔

"بعضے بر آنند کہ رُوحِ عیسیٰ درمہدی بروزکند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِیْسٰی (ابنِ ماجہ صفحہ ۳۰۲)"

ترجمہ:۔ بعض صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ کی رُوح (یعنی روحانیت) کا مہدی میں بروز ہوگا۔ اور عیسیٰ کے نزول سے مطابق حدیث لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِیْسٰی (یعنی کوئی مہدی نہیں سوا عیسیٰ کے) یہی بروز مراد ہے۔

خریدۃ العجائب مصنفہ سراج الدین ابی حفص عمرو بن الوردی کے صفحہ ۲۱۴ میں لکھا ہے۔
ایک جماعت مسلمانوں کی یہ کہتی ہے کہ عیسیٰؑ کے نزول سے مراد یہ ہے کہ ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جو حضرت عیسیٰؑ سے اپنی بزرگی اور اپنے کمالات میں مشابہ ہوگا۔ جس طرح کہ ایک آدمی کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ فرشتہ ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند احمد کی احادیث کے رُو سے بھی مسیح موعود کا امتِ محمدیہ میں سے ہونا ضروری ہے۔

(۱) کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ

اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ ۔" (بخاری جلد ۲ باب نزول عیسیٰ ابن مریم مصری صفحہ ۱۶۶)

یعنی تم کیسے ہو گے جب تم میں ابنِ مریم نازل ہو گا اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہو گا۔ (یعنی یہ مسیح امتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہو گا۔)

گویا ابنِ مریم کا نام اُسے بطور استعارہ و بروز دیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں میں مماثلتِ تامّہ کا بیان مقصود ہے۔

(۲) صحیح مسلم کی حدیث میں بجائے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ وارد ہے۔ لہٰذا اِس حدیث میں بھی صاف طور پر نازل ہونے والے مسیح کو اُمتِ محمدیہ کا ایک فرد قرار دیا گیا ہے۔

(۳) پھر مسند احمد بن حنبلؒ میں بھی واضح حدیث موجود ہے کہ:-

"یُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَهْدِیًّا حَكَمًا عَدْلًا یَكْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ ۔" (جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

یعنی قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم کو امام مہدی اور حَکَم و عدل پائے۔ پس وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔

اِس حدیث میں مسیح کو ہی امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ پس مسیح اور امام مہدی دو شخص نہیں ایک ہی اُمتی فرد کو عیسیٰ اور امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔

پس ان لوگوں کا مذہب درست ہے جو مہدی کو عیسیٰ کا بروز قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کا صرف بروزی نزول مانتے ہیں نہ اصالتاً کیونکہ وہ اُنکے نزدیک وفات پا چکے ہیں۔

امام مہدی کا مرتبۂ عظمیٰ

امام مہدی علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ عبدالرزاق کاشانیؒ شرح فصوص الحکم میں یہ قرار دیتے ہیں کہ :-

"اَلْمَھْدِیُّ الَّذِیْ یَجِیْءُ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ فِی الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فِی الْمَعَارِفِ وَ الْعِلْمِ وَ الْحَقِیْقَۃِ تَکُوْنُ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْاَوْلِیَآءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ کُلُّھُمْ وَلَا یُنَاقِضُ مَا ذَکَرْنَاہُ لِاَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

(شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۲-۵۳)

یعنی مہدی جو آخری زمانہ میں آئے گا وہ احکامِ شرعیہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوگا - اور معارف، علم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء سب کے سب اس کے تابع ہوں گے - کیونکہ مہدی کا باطن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا - یعنی مہدی باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات رکھنے والا ہوگا - اور آپ کا کامل ظلّ اور بروز ہوگا -

گویا مہدی عیسیٰ کا بروز بھی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بروزِ کامل ہے - پس جب مہدی اور مسیحؑ ایک اُمتی شخص ثابت ہُوا تو اس کی نبوّت

امتی نبوت ہوگی نہ کہ مستقل نبوت۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے اپنا بروزِ کامل ہونے کی وجہ سے ہی حدیث میں نبی اللہ قرار دیا ہے۔

دعویٰ میں تدریج کا شبہ

بعض لوگ شُبہ پیش کرتے ہیں کہ بانیٔ سلسلۂ احمدیّہ کے دعویٰ میں تدریج پائی جاتی ہے۔ پہلے آپ اپنے آپ کو محدَّث کہتے رہے۔ پھر نبی کہنا شروع کر دیا۔ یہ بات شبہ پیدا کرتی ہے۔

اِس کے جواب میں واضح ہو کہ اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ میں تدریجی ترقی بھی تسلیم کی جائے تو یہ ہرگز کسی شُبہ کا محل نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اُمّتی چونکہ پیروی کے واسطہ سے مدارجِ کمال حاصل کرتا ہے۔ اِس لئے اگر بالفرض وہ ولایتِ عامّہ سے زینہ بزینہ ترقی کرکے اُمّتی نبی کا کمال حاصل کرے تو یہ بات ہرگز قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ نے کمالاتِ نبوّت کے حصُول کے دو طریق بیان فرمائے ہیں۔ اور دوسرا طریق یہ بیان فرمایا ہے کہ پہلے کمالاتِ ولایت کو بطور ظلّیت حاصل کرکے اِنسان اِن کمالاتِ ولایت کے توسّط سے کمالاتِ نبوّت حاصل کرتا ہے۔ اور مقامِ نبوّت کو پاتا ہے۔ وُہ اِس راستہ کو شاہ راہ اور حصُولِ مدارج کے لئے قریب ترین راستہ قرار دیتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ اکثر انبیاء نے اسی طریق سے مقامِ نبوّت حاصل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"راہِ دیگر آں است کہ بتوسّط حصُولِ ایں کمالاتِ ولایت وصُول

بکمالاتِ نبوت میسّر مے گردد۔ راہِ دوم شاہراہ است و اقرب است بوصول کہ بکمالاتِ نبوّت رسد اِلّا ماشاء اللہ۔ ایں راہ رفتہ است از انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام و اصحاب ایشاں بہ تبعیّت و وراثت " (مکتوبات جلد ۱ مکتوب ۳۰۱ صفحہ ۴۳۲)

ترجمہ:- دوسری راہ یہ ہے کہ اُن کمالاتِ ولایت کے حصُول کے واسطہ سے کمالاتِ نبوّت تک پہنچنا میسّر ہوتا ہے۔ یہ دوسری راہ شاہراہ ہے اور کمالاتِ نبوت تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راہ ہے۔ اور اسی راہ پر اکثر انبیاء کرام علیہم السّلام اور اُن کے ساتھی پیروی اور وراثت سے چلے ہیں۔

اِس سے ظاہر ہے کہ اگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مدارج میں بھی بالفرض تدریج تسلیم کی جائے تو یہ جائے اعتراض نہیں۔ کیونکہ رُوحانی ترقی کا یہ بھی ایک طبعی طریق ہے۔ لہٰذا جس رُوحانی منزل پر پہنچنے کا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو پہلے علم ہُوا پہلے آپ نے اس کا اظہار کر دیا۔ پھر جب اگلی منزل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے افاضۂ رُوحانیہ اور موہبتِ الٰہی سے پہنچ گئے اور اللہ تعالےٰ نے اس دوسری منزل کا آپ پر انکشاف فرما دیا تو آپ نے اس کا اعلان فرما دیا۔ اگر بدظنّی کو راہ دی جائے تو اس کے مواقع تو ہر قدم پر موجود ہوتے ہیں۔

تدریجی انکشاف میں حکمتِ الٰہی

دیکھئے مخالفینِ اسلام نے اعتراض کیا تھا۔

لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کہ قرآن مجید

اِس نبی پر یکدم کیوں نازل نہیں ہُوا ؟ کیونکہ وہ پہلے سُن چکے تھے کہ تورات کے احکام چالیس دن میں نازل ہو گئے تھے ۔ خدا تعالےٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ کہ بات اسی طرح ہی ہے ۔ مگر قرآنِ مجید کے تدریجاً نازل کرنے سے نبی کے دِل کو مضبوط کرنا مقصود ہے ۔

چونکہ یہ عقیدہ مسلمانوں میں عام طور پر پھیلا ہُوا تھا کہ رسُول کریم صلی اللہ علیہ و سلّم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا اِس لئے اللہ تعالےٰ نے مصلحت کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر آپ کا مقام تدریجاً منکشف فرمایا ۔ گو آپ ماموریت کے پہلے دن ہی اللہ تعالےٰ کے نزدیک کامل اُمّتی نبی تھے ۔ اِس طریق میں بنی نوعِ انسان پر خدا تعالےٰ کی ایک مہربانی اور عنایت کا ثبوت ملتا ہے ، تا اِس طریق سے اُن کے دِل مضبوط ہوں اور جب وہ ایک شخص کی صُحبت میں رہ کر اس کی صداقت کو سمجھ جائیں اور اُس کے رُوحانی کمالات کا مشاہدہ کر لیں تو اُن کے لئے اس کے اصل مرتبہ اور مقام کا سمجھنا آسان ہو جائے ۔ رسُولِ کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم اپنی شان میں خدا تعالےٰ کے نزدیک پہلے دن سے ہی خاتم النبیین اور افضل النبیین تھے ۔ مگر خاتم النبیین کے مقام کے متعلّق وحی آپؐ پر وفات سے چند سال ہی پہلے نازل ہوئی ۔ اور اُس وقت آپ نے اُمّت کو اپنے اِس مرتبہ سے آگاہ فرمایا ۔ پہلے اگر کوئی آپؐ کو خیر النّاس کہہ دیتا تو آپؐ فرماتے ذَاكَ اِبْرَاهِيْمُ (صحیح مسلم جلد ۲ فضائل ابراہیمؑ) یہ ابراہیمؑ کا مقام ہے ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ خاتم النبیین ہی کی شان و مرتبہ تھا کہ وہ خیر الورٰی ہوں ۔ لیکن چونکہ ابھی آپ پر اپنا مرتبہ پُورے طور پر منکشف

نہ ہوا تھا اس لئے آپؐ ایسا کہنے سے اُمت کو روکتے تھے۔ پھر ایک وقت آپؐ فرماتے ہیں۔ لَا تُخَيِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی (صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۹ مصری) کہ مجھے موسیٰؑ پر ترجیح مت دو۔ لیکن ایک وقت آپؐ پر ایسا آیا کہ آپؐ نے فرمایا اَنَا سَيِّدُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مِنَ النَّبِيِّيْنَ (فردوس دیلمی) کہ میں تمام پہلے اور پچھلے نبیوں کا سردار ہوں۔ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ (دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۹) میں نبیوں کا قائد اور راہنما ہوں۔ نیز فرمایا فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ (صحیح مسلم باب الفضائل) کہ میں تمام نبیوں پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ اور فرمایا۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰی حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا تو اُسے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

پس شان اور مقام کے متعلق تدریجاً انکشاف بھی ہرگز قابلِ اعتراض نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے مقام کا انکشاف جو ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بعد میں ہوا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے شروع دعویٔ ماموریت میں ہی نبی قرار دیا تھا۔ چونکہ ہر نبی محدَّث ضرور ہوتا ہے آپ نے نبی کے لفظ کو محدَّث اور جزوی نبی کے مفہوم میں سمجھا۔ حالانکہ اس کے ساتھ ماموریت کا شمول آپ کو کامل اُمتی نبی ثابت کر رہا تھا۔ مگر مصلحتِ الٰہی نے آپ کو اس سے ایک وقت تک نہ روکا جیسے مصلحتِ الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لَا تُخَيِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی کہنے سے نہ روکا تھا۔ بعد میں خدا تعالیٰ کی تصریح سے آپ نے محض محدَّثیت اور جزوی نبی کا استعمال ترک کر دیا اور اُمتی نبی کا لفظ صراحت سے اختیار فرمالیا۔ جس طرح رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اپنی شان یہ بیان فرمائی کہ میں تمام انبیاء سے افضل ہوں حالانکہ مکہ شریف میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ آپؐ کَافَّۃً لِلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ہیں۔ اور یہ امر آپؐ کی تمام انبیاء پر افضلیت کی دلیل تھا۔ مگر آپؐ نے اسے اجتہاداً وجہ فضیلت قرار نہ دیا۔ لیکن بعد میں جب خاتم النبیین کی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے اس بات کو بھی تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کی وجہ قرار دے دیا۔ (دیکھو حدیث فضیلت علی الانبیاء صحیح مسلم باب الفضائل) اس میں ایک وجہ اپنی فضیلت بر انبیاء کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُرْسِلْتُ اِلَی کَافَّۃً لِلنَّاسِ بیان فرمائی ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے مامورین ایسے اُمور میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ بن بلائے نہیں بولتے۔ بلکہ خدا تعالیٰ جوں جوں اُن کی شان کے متعلق پردہ اُٹھاتا جاتا ہے اور اُن پر حقیقت منکشف ہوتی جاتی ہے وہ اس کا اعلان کرتے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:—

> "جب تک مجھے اُس (خدا تعالیٰ۔ ناقل) سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اُس کے مخالف کہا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

لیکن اس جزوی تبدیلی کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ میں بلحاظ حقیقت و کیفیت ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ شروع سے لے کر آخر تک آپ کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہیں۔ اور وہ آپ سے بکثرت کلام کرتا ہے۔ اور آپ پر اُمورِ غیبیہ کا اظہار کرتا ہے اور آپ اقوام عالم کی اصلاح

کے لئے مامور کئے گئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبی اور رسول کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ اِن اُمور کے اعلان میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پس آپ کا دعویٰ بلحاظ اصلی حقیقت شروع سے ایک ہی رہا ہے۔ بلحاظ کیفیت و حقیقت اس میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

درحقیقت محدّثیت نبوّت سے اشدّ مشابہت رکھتی ہے اور اس کے ساتھ ماموریت کا دعویٰ مل کر کامل اُمتّی نبی کے دعویٰ کے مترادف تھا۔ کیونکہ محض محدّث میں ماموریت کی جزوی کمی ہوتی ہے۔ اِسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں فرمایا ہے:۔

"جس جس جگہ مَیں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف اِن معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ ہی مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر اِن معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسولِ مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔"

نبوّت کی عُرفی حقیقت!

نبوّت و رسالت کی عوام علماء کے نزدیک عُرفی حقیقت یہ ہے کہ رسول اور نبی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعتِ جدیدہ لائے

یا شریعتِ سابقہ میں کوئی ترمیم و تنسیخ یا اضافہ کا حق رکھے۔ یا کم از کم مستقل حیثیت رکھتا ہو۔ یعنی بلا استفادہ نبی سابق کے اصالتاً اور براہِ راست اس مقام کو پانے والا ہو۔ کسی دوسرے نبی کا امتی نہ ہو۔ غیر مستقل نبی اُن کے نزدیک کوئی ہوتا ہی نہیں۔ اور نہ یہ اُن کے نزدیک نبوت کی کوئی قسم اور مرتبہ ہے۔ اور عام مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہے کہ نبی ہوتا ہی وہ ہے جو نئی شریعت لائے۔ وہ یہ جانتے ہی نہیں نبوت، شریعت کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے۔ عقائد کی کتابیں نبراس شرح مقاصد وغیرہ اس پر شاہد ہیں کہ نبی عام ہے اور رسُول خاص۔ قَالَ بَعْضُھُمْ یُشْتَرَطُ فِی الرَّسُوْلِ شَرْعٌ جَدِیْدٌ۔ یعنی بعض کے نزدیک رسول کے لئے نئی شریعت کی شرط ہے۔ (ص۴۲۴ نبراس)۔

شرح مقاصد جلد اوّل ص۱۲۸ میں رسُول کی تعریف میں لکھا ہے:۔

"ھُوَ مَنْ لَہٗ کِتَابٌ اَوْ نَسْخٌ لِبَعْضِ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ السَّابِقَۃِ" یعنی رسُول وہ ہے جس کے پاس کوئی کتاب ہو۔ یا شریعتِ سابقہ کے بعض احکام کو منسُوخ کرے۔

پس اس عقیدہ کے علماء کے نزدیک نبی اور رسُول دونوں اوصاف کا حامل وہی شخص ہوگا جو کم از کم شریعتِ سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرتا ہو۔ گویا تشریعی نبی ہو۔ یہ ہے اُن کے نزدیک نبوّت و رسالت کی جامع حیثیت کی حقیقت۔

گو قرآنِ مجید سے یہ حقیقت واضح ہے کہ غیر تشریعی انبیاء کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے رسول کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد

جو غیر تشریعی انبیاء ہوئے ہیں اُن کے متعلق فرمایا ہے قَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ (سورہ بقرہ ع ۱۱) کہ ہم نے موسیٰؑ کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور انہی کو دوسری جگہ نبی قرار دے کر فرمایا:—

"اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا ـ"

(سورہ مائدہ ع ۷)

یعنی ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے اس کے ذریعہ کئی نبی جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے یہودیوں کے لئے حَکَم تھے۔

پھر قرآن مجید میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو رَسُوْلًا نَّبِيًّا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ابراہیمی شریعت پر تھے۔ اور حضرت ہارونؑ کو بھی رسول کہا گیا ہے۔ حالانکہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ یہ تحقیق علامہ آلوسی صاحب "روح المعانی" کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:—

"اِنَّ الرَّسُوْلَ لَا يَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ صَاحِبَ شَرِيْعَةٍ جَدِيْدَةٍ فَاِنَّ اَوْلَادَ اِبْرٰهِيْمَ كَانُوْا عَلٰى شَرِيْعَتِهٖ"

(روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۹۸۶)

یعنی بے شک رسول کیلئے صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہونا ضروری نہیں کیونکہ اولادِ ابراہیمؑ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ہی شریعت پر تھی۔

بہرحال یہ عقیدہ چونکہ اکثر علماء میں رائج تھا کہ نبی اور رسول یا تو شریعتِ جدیدہ لاتا ہے یا شریعتِ سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرتا ہے۔ یا

اصالتاً یعنی براہِ راست مقامِ نبوت پاتا ہے ۔ یہ تعریفِ نبوت علماء کے نزدیک نبوت کی عرفی حقیقت تھی اس لئے اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام نے اعلان فرمایا کہ :۔

" سُمِّیْتُ نَبِیًّا مِنَ اللّٰہِ عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ فَلَا تَھِیْجُ ھٰھُنَا غَیْرَۃُ اللّٰہِ وَلَا غَیْرَۃُ رَسُوْلِہٖ فَاِنِّیْ اُرَبّٰی تَحْتَ جَنَاحِ النَّبِیِّ وَقَدَمِیْ ھٰذِہٖ تَحْتَ الْاَقْدَامِ النَّبَوِیَّۃِ "

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵)

یعنی میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاز کے طریق پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقت کے طریق پر ۔ پس میری نبوت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کی غیرت نہیں بھڑکتی ۔ پس میں رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو کے نیچے تربیت پا رہا ہُوں ۔ اور میرا یہ قدم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے ہے ۔

اس اعلان میں آپ نے نبوت کی اسی حقیقت کے حامل ہونے سے انکار کیا ہے جو عام علماء اور عوام النّاس کے نزدیک نبوّت و رسالت کی حقیقت ہے جس کے لئے یا تو جدید شریعت لانا یا بعض احکامِ شریعت کا منسوخ کرنا ۔ یا مستقل طور پر اور براہِ راست مقامِ نبوّت کا حامل ہونا ضروری ہوتا ہے ۔ مگر آپ کی مراد اپنی نبوّت سے صرف یہ تھی کہ آپ کثرتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیّہ مشتمل بر اُمورِ غیبیہ کی نعمت سے مشرّف ہیں اور یہ مرتبہ آپ کو شریعتِ محمدیّہ

کی پیروی کے واسطہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ کے ذریعہ سے حاصل ہے۔ اس مرتبہ اور مقام کو اور اس حقیقت کو علماءِ زمانہ ہٰذا حقیقتِ نبوت یقین ہی نہیں کرتے تھے۔ اور یہ مقام ان کی معروف تعریفِ نبوّت کی ذیل میں ہی نہیں آتا تھا۔ تو ایسی نبوت کا دعویٰ تو ان علماء کی تعریفِ نبوت وحقیقتِ نبوت کے مقابلہ میں صرف ایک مجازی مرتبہ ہی قرار پاسکتا تھا۔ پس جب زمانۂ حال کے عُلماء کی اِس تعریف کے ماتحت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کو حقیقی نبی قرار ہی نہیں دیا جاسکتا تھا تو ایسی نبوت کے دعویٰ کی بناء پر جو علماء کی نبوّت کی تعریف کے ذیل میں نہیں آتا تھا۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر ان علماء کا ختمِ نبوّت کے منکر ہونے کا فتویٰ دینا سراسر اِن عُلماء کا ظُلم اور تعدّی اور تجاوز عن الحقّ تھا۔ کیونکہ

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ نبوت کے ذکر میں فرماتے ہیں :-

"فَالْمَنْزِلَةُ الْمَجَازِيَّةُ لَا تُوْجِبُ الْكُفْرَ وَ لَا الْبِدْعَةَ" (شرح شفا قاضی عیاض مؤلفہ امام علی القاری جلد ۲ صفحہ ۵۱۹)

یعنی نبوّت کے مجازی مرتبہ کا دعویٰ نہ کفر کا موجب ہے اور نہ ہی بدعت ہے۔

یہ اسی لئے فرمایا کہ ایسا دعویٔ نبوت اُن کے نزدیک ختمِ نبوت کے منافی نہیں۔ اُن کے نزدیک ختمِ نبوّت کے منافی صرف تشریعی نبوت یا ایسی نبوت ہے جس کا مدّعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تئیں اُمّتی قرار نہ دے یعنی وہ مستقلہ نبوّت کا دعویٰ کرے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تشریعیّہ اور مستقلہ نبوت کے دعویٰ کا افتراء

جب غیر احمدی علماء نے دیکھا کہ ان کا ہاتھ دلائل کے ساتھ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام پر نہیں پڑتا اور وہ اپنے دلوں میں محسوس کر لیتے ہیں کہ اُمّتی نبی کے دعویٰ پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ اُسے تو حضرت پیرِ پیران سیّد عبد القادر صاحب جیلانی قدّس سرہ' اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ وغیرہ جیسے بزرگانِ ملّت نے اُمّت میں جاری مانا ہے ۔ اور کئی بزرگوں نے صرف تشریعی نبوت کو ختمِ نبوت کے منافی قرار دیا ہے ۔ نہ کہ غیر تشریعی نبوت کو ۔ تو پھر بعض علماء حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر یہ افتراء کرتے ہیں کہ آپ نے نبوتِ تشریعیّہ کا دعویٰ کیا ہے ۔ چنانچہ مولوی محمد ادریس صاحب نے اپنی کتاب "ختم النبوّۃ" میں اس افتراء کو بہت دوہرایا ہے ۔ اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تو اپنی کتاب "ختم النبوّۃ فی القرآن" ص۷ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض عبارتوں کو پیش کر کے اس افتراء کو ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے ۔ اس لئے اُن کی پیش کردہ عبارتوں کی حقیقت بتانا اس موقعہ پر ضروری ہے ۔ وہ عبارات یہ ہیں :-

(۱) "مجھے بتایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔" (اعجاز احمدی ص۷)

الجواب:۔ اِس کے متعلق عرض ہے کہ تفاسیر[۱] میں لکھا ہے کہ اس آیت کا تعلق مسیح موعود علیہ السّلام سے بھی ہے۔ کیونکہ دینِ حق اور ہدایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم لائے ہیں اس کا تمام ادیان پر غلبہ مسیح موعود کے زمانہ سے وابستہ ہے۔ آیت کے پہلے حصّہ کا براہِ راست تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ دُوسرے حصّہ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے مسیح موعود علیہ السّلام کا تعلّق خود مفسّرین نے تسلیم کیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کے اُٹھ جانے اور ایک رجل فارسی کے ایمان کو ثریّا سے لانے کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے[۲]۔ پھر مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں يُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ[۳]۔ کہ خدا تعالیٰ اس کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ہلاک کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ یہ زمانہ حسب سنّتِ انبیاء تین صد سال کا زمانہ ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا کام تکمیلِ ہدایت تھا۔ چونکہ مسیح موعود آپؐ کا خلیفہ اور نائب ہے۔ اس کا کام تکمیلِ اشاعتِ ہدایت ہے۔ مگر اس زمانہ میں جو کام ہوگا اس کا مرجع بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اسی لئے مسیح موعود کا نام اِس آیت میں نہیں لیا گیا۔ بلکہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہی قرار دیا گیا ہے۔ یہ پیشگوئی ویسی ہی ہے جیسے رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں اپنے ہاتھ میں دیکھیں۔ مگر یہ فتوحات بظاہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئیں۔

---

[۱] ابن جریر جلد ۱۵ ص۲ و جلد ۲۵ ص۵۴۔ [۲] بخاری تفسیر سُورۂ جمعہ۔

[۳] ابو داؤد جلد ۲ ص۲۳۸۔

چونکہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ اس لئے عند اللہ اس پیشگوئی میں ظلی طور پر آپ مراد ہیں۔ اور آپ کے ہاتھوں کو اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس طرح یہ پیشگوئی ظلی طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر حقیقی مرجع اس کامیابی کا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(۲) "اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کرکے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری۔ تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس[1] میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی۔ اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶)

(۳) "چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔" (اربعین ۴ حاشیہ صفحہ ۳۶)

---

[1] یعنی براہین احمدیہ میں۔

الجواب:- اِن حوالہ جات کے متعلق عرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں بطور تجدیدِ دین اور بیانِ شریعت کے ہیں جس پر فقرہ حوالہ ۳ شاہد و ناطق ہے۔ اور جسے مولوی محمد شفیع صاحب نے خود بھی پیش کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فقرہ ۲ ایک اعتراض کے جواب میں ہے۔ مولوی کہتے تھے، صرف وہ جھوٹا مدعی ۲۳ سال تک عمر نہیں پاتا جو صاحبِ شریعت ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ جواب دیتے ہیں کہ اے مولویو! تم لوگ کہتے ہو کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (الحاقۃ) کی آیت کے رُو سے خدا تعالےٰ اُس جھوٹے مدعی کو ۲۳ سال کی مہلت نہیں دیتا (جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی عمر ہے) جو صاحبِ شریعت ہو۔ اوّل تو تمہارا یہ دعوےٰ باطل ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے افتراء کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ پھر الزامی رنگ میں بطور حجتِ ملزمہ یہ جواب دیتے ہیں کہ جس امر کو تم شریعت کہتے ہو وہ اوامر و نواہی ہی ہوتے ہیں۔ سو اوامر و نواہی بھی بطور تجدیدِ دین کے (کہ کن احکامِ شریعت پر اس زمانہ میں زور دینا ضروری ہے) مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب شریعت کے احکام پر مشتمل وحی بھی بطور تجدیدِ دین مجھ پر نازل ہوتی ہے تو اگر مَیں مفتری ہوتا تو اس وحی کی وجہ سے مجھے اس آیت کے معیار کے مطابق ۲۳ سال کی لمبی مہلت نہیں ملنی چاہیئے تھی۔ اب مجھ پر تجدیدِ دین کے طور پر شریعتِ محمدیہ کے اوامر و نواہی نازل ہونے کی وجہ سے تم ملزم ہو۔ تمہیں میرے انکار کا کوئی حق نہیں رہا۔

اِس جگہ یا د رہے جو شخص تجدیدِ دین کے لئے مامور ہو وہ بالواسطہ صاحب الشریعت ہی ہوگا۔ مگر صاحب شریعتِ جدیدہ نہیں ہوگا۔ جو امر دعویٰ کو تشریعی نبوّت کا دعویٰ بناتا ہے وہ توجدید اوامر ونواہی یا ناسخ شریعت احکام کا نزُول ہے۔ اگر مجدّدِ دین بالواسطہ بھی صاحب شریعت نہ ہو تو اُس نے تجدیدِ دین کیا کرنی ہے۔ پھر مستقلہ نبوت کے دعویٰ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص نے براہِ راست مقامِ نبوت پایا ہے نہ کہ شریعتِ محمدیہؐ کی پیروی کے واسطہ سے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہ شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ ہے نہ کسی حکم کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم کا دعویٰ۔ اور نہ یہ دعویٰ ہے کہ آپ نے براہِ راست بغیر پیروی شریعت محمدیہؐ کے آزادانہ طور مقامِ نبوت حاصل کیا ہے۔ بلکہ آپ اسی طرح دعویٰ کے بعد بھی شریعتِ محمدیہؐ کے کے تابع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہیں جس طرح پہلے تھے۔ تو پھر آپؑ کے دعویٰ کو تشریعی نبوت کا دعویٰ قرار دینا ظلمِ عظیم ہے۔ دیکھو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام نے اس عبارت کے آخر میں صاف فرمایا ہے:-

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔" (اربعین ۴ ص۸)

یہ عبارت مولوی محمد شفیع صاحب نے مخفی رکھی ہے۔ ناحق پر پردہ پڑا رہے۔ وہ منسوب تو آپ کی طرف یہ کرتے ہیں کہ "آپ نے کھلے بندوں نبوّتِ مستقلہ اور شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ کیا ہے۔" مگر خود وُہ حق کو یُوں چھپاتے ہیں کہ اگلی عبارت جو اصل حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے اُسے درج نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پس کسی غیر تشریعی اُمتی نبی کے الہامات میں قرآنِ مجید کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید یا بیانِ شریعت پایا جانا ہرگز شریعتِ جدیدہ لانے کا دعویٰ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اور نہ مستقل نبوت کا دعویٰ قرار پا سکتا ہے۔

اولیاءاللہ پر قرآن کا نزول!

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ جب قرآن مجید کو ربّانی کتابوں کا خاتم یقین کرتے ہیں تو انہیں تشریعی نبوّت کا مدّعی قرار دینا درست نہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

" اَمَّا الْاِلْقَاءُ بِغَیْرِ التَّشْرِیْعِ فَلَیْسَ بِمَحْجُوْرٍ وَلَا التَّعْرِیْفَاتُ الْاِلٰهِیَّةُ بِصِحَّةِ الْحُکْمِ الْمُقَرَّرِ اَوْ فَسَادِهٖ وَکَذٰلِكَ تَنَزُّلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِیَاءِ مَا انْقَطَعَ مَعَ کَوْنِهٖ مَحْفُوْظًا لَهُمْ وَلٰکِنْ لَهُمْ ذَوْقُ الْاِنْزَالِ وَهٰذَا لِبَعْضِهِمْ۔"

(فتوحاتِ مکیّہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷)

یعنی غیر تشریعی الہام ممنوع نہیں۔ اور نہ ایسا الہام ممنوع ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کسی پہلے ثابت حکم کی شناخت کرائے یا کسی حکم کے فساد یا خرابی کو ظاہر کرے۔ یہ دونوں قسم کے الہام منقطع نہیں۔ ایسا ہی قرآنِ کریم کا نزول اولیاء کے قلوب پر منقطع نہیں۔ باوجودیکہ قرآنِ مجید اپنی اصلی صورت میں محفوظ

ہے۔ لیکن اولیاء کو نزولِ قرآنی کا ذوق عطا کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔ اور ایسی شان بعض کو عطا کی جاتی ہے۔

علماءِ اُمّت کے نزدیک مسیح موعود کا کام وحی کے ذریعہ بیانِ شریعت

حضرت امام علی القاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴ پر لکھتے ہیں:-

"اَقُوْلُ لَامُنَافَاۃَ بَیْنَ اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا وَ یَکُوْنَ تَابِعًا لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیَانِ اَحْکَامِ شَرِیْعَتِہٖ وَ اِتْقَانِ طَرِیْقَتِہٖ وَلَوْ بِالْوَحْیِ اِلَیْہِ کَمَا یُشِیْرُ اِلَیْہِ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ اَیْ مَعَ وَصْفِ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ وَ اِلَّا فَمَعَ سَلْبِہٖ لَا یُفِیْدُ زِیَادَۃَ الْمَزِیَّۃِ۔"

ترجمہ:- میں کہتا ہوں کہ حضرت مسیح کے نبی ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر احکامِ شریعت کے بیان اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقوں کے پختہ کرنے میں کوئی منافات موجود نہیں۔ خواہ وہ اس وحی سے یہ کام کریں جو اُن پر نازل ہو۔ جیسا کہ اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اشارہ کرتا ہے کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ وصفِ نبوّت اور رسالت کے ساتھ (میرے تابع ہوتے۔ ناقل) ورنہ سلبِ نبوّت (نبوّت چھینا جانے) کے ساتھ تابع ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا فائدہ نہیں دیتا۔

حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی وحی کو جو احکام شریعت پر مشتمل ہو بیانِ احکام شریعت ہی قرار دیا گیا ہے اور اس وحی کے باوجود مسیح موعود کو تابع نبی ہی قرار دیا گیا ہے۔ نہ کہ تشریعی نبی۔

اور امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۸۹ بحث ۴۷ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:—

"فَيُرْسَلُ وَلِيًّا ذَا نُبُوَّةٍ مُطْلَقَةٍ وَيُلْهِمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ وَيَفْهَمُهُ عَلٰى وَجْهِهِ۔"

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نبوّتِ مطلقہ کے ساتھ ولی کر کے بھیجے جائیں گے۔ اُن پر شریعتِ محمّدیہ الہاماً نازل ہوگی۔ وہ اس کو ٹھیک ٹھیک سمجھیں گے۔"

اب دیکھو مسیح موعود پر شریعتِ محمدیہ کا الہاماً نازل ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہے مگر اس کے باوجود انہیں غیر تشریعی اور تابع نبی ہی سمجھا گیا ہے۔ اِسی لئے ان کو انبیاء الاولیاء میں شامل کیا گیا ہے۔ پس علماءِ امت کے نزدیک مسیح موعود اس طرح شریعتِ محمدیہ کے الہاماً پانے سے ان الہامات کے احکامِ شریعۃ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایک رنگ میں صاحب الشریعت تو ہوا مگر اُسے صاحبِ شریعتِ جدیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ بعد از نزول تشریعی نبی قرار دیا جاتا ہے۔

اولیاء اللہ پر علومِ شرعیّہ کا الہاماً کھلنا

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:—

"ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آں علوم را از وحی حاصل مے کرد
ایں بزرگواں بطریق الہام آں علوم را از اصل اخذ مے کنند۔
علماء ایں علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند ہماں
علوم چنانچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را حاصل بود تفصیلاً وکشفاً
ایشاں را نیز بہماں وجوہ حاصل مے شود اصالت وتبعیت درمیان
است۔ بایں قسم کمال اولیائے کمّل بعضے از یشاں را از قرون
متطاولہ وازمنہ متباعدہ انتخاب مے فرمائند۔"

(مکتوبات جلد ۱ صفحہ ۴۰)

یعنی جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علوم وحی سے حاصل کئے، یہ
بزرگانِ ملت الہام کے ذریعہ وہی علوم اصل یعنی خدا تعالےٰ سے
حاصل کرتے ہیں۔ اور عام علماء اُن علوم کو شریعتوں سے اخذ کر کے
بطریق اجمال پیش کرتے ہیں۔ وہی علوم جس طرح انبیاء کو تفصیلاً
اور کشفاً حاصل ہوتے ہیں ان بزرگوں کو بھی اسی طرح حاصل ہوتے
ہیں۔ صرف اصالت اور تبعیت یعنی اصل اور ظِل کا فرق درمیان
ہوتا ہے۔ ایسے بزرگ لوگوں کو لمبے زمانہ کے بعد منتخب کیا
جاتا ہے۔

اِس قول کی روشنی میں اصل اصلی طور پر صاحب الشریعت ہوتا ہے تو ظِل بالواسطہ
طور پر صاحب الشریعت ہوتا ہے۔ اِس لئے ظِل کا مرتبہ شریعت جدیدہ
لانے کا نہیں ہوتا، شریعت جدیدہ کے لئے اصالت شرط ہے۔

انبیاء کے تابعین بطریقِ الہام جو علوم اصل سے اخذ کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ الہام وحی کی قسم نہیں ہے۔ بلکہ الہام کا لفظ وحی کے مقابل صرف غلط فہمی سے بچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اُسے وحی تشریعی نہ سمجھ لیں۔ ورنہ حقیقت میں یہ الہام وحی غیر تشریعی ہی ہوتا ہے۔ خواہ عُلُوم شریعت یعنی اوامر و نواہی پر ہی مشتمل ہو۔ یا امورِ غیبیہ پر۔

الہامِ الٰہی وحی ہے

چنانچہ سیّد اسمٰعیل صاحب شہید "منصبِ امامت" صـ۳۱ پر فرماتے ہیں:۔

"باید دانست ازانجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی گویند و اگر بغیر ایشاں ثابت میشود اورا تحدیث مے گویند وگاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بانبیاء ثابت مے شود خواہ باولیاء اللہ وحی نامند۔"

یعنی خدا تعالےٰ کی نعمتوں میں سے ایک الہام بھی ہے۔ یہی الہام جو جو انبیاء کو ہوتا ہے۔ اس کو وحی کہتے ہیں۔ اور جو انبیاء کے غیر کو ہوتا ہے تو اس کو تحدیث کہتے ہیں۔ کبھی مطلق الہام کو خواہ انبیاء کو ہو یا اولیاء کو قرآن مجید کے رُو سے وحی کہتے ہیں۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رح فرماتے ہیں ؎

نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب ۞ وحیِ حق و اللہ اعلم بالصواب
از پے روپوشِ عامہ درمیاں ۞ وحیِ دل گویند اورا صوفیاں

یعنی جو باتیں اُوپر کہی گئی ہیں یہ نجوم، رمل اور خواب کی باتیں نہیں

بلکہ یہ خدا کی وحی ہیں ۔ اور خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے عوام النّاس
سے چھپانے کے لئے صوفی اسے دل کی وحی کہہ دیتے ہیں ۔
(مثنوی دفتر چہارم ص۱۵۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر اگر امر و نہی والی وحی بطور تجدیدِ دین اور بیانِ شریعت نازل ہو تو اس سے شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ لازم نہیں آتا ۔ شریعتِ جدیدہ کے مدّعی کو تو ترمیم و تنسیخ کا حق ہوتا ہے مگر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام تو صاف فرماتے ہیں :۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربّانی کتابوں کا خاتم ہے ۔ تاہم خدا تعالےٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو ۔ جھوٹی گواہی نہ دو ۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو ۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیحِ موعود کا بھی کام ہے ۔"

(اربعین ۴ ص۸)

یہ وہ عبارت ہے جسے مولوی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیا تاکہ حقیقت پر پردہ پڑا رہے ۔ اور وہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام پر شریعتِ جدیدہ لانے کے دعویٰ کا الزام لگا سکیں ۔ مَیں بتا چکا ہوں کہ شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ خالی امر و نہی کے الہام نازل ہونے سے لازم نہیں آتا ۔ امر و نہی کا نزول تو مسیح موعود پر ہونا بزرگانِ دین کو مسلّم ہے ۔ جیسا کہ قبل ازیں

امام شعرانیؒ۔ محی الدین ابن عربیؒ اور امام علی القاریؒ وغیرہ کی عبارات سے دکھا چکا ہوں۔ شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا حق رکھنے سے لازم آتا ہے۔ اور ایسا مدّعیٔ نبوت ہی تشریعی نبی کہلاتا ہے۔ تجدیدِ دین اور بیانِ شریعت کے طور پر امر و نہی کا نازل ہونا شریعتِ جدیدہ کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ آپؑ کے نزدیک ایسا دعویٰ کفر ہے۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا تشریعی نبوّت اور مستقلہ نبوّت سے اِنکار

چنانچہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی واضح عبارات اِس بارہ میں موجود ہیں کہ آپؑ نے ہرگز تشریعی یا مستقلہ نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ایسے دعویٔ نبوت کو آپؑ کفر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

(۱) "اور لعنت ہے اُس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت ہے نہ کوئی نئی نبوّت۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقّانیت دُنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچّائی دِکھلائی جائے"

(چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۵)

(۲) "یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوتِ تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بالکل مسدود ہے اور قرآنِ مجید کے بعد اور

کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے۔ یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے۔ یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔"
(الوصیت ص۱۲ حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں :۔

(۳) "ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔"
(چشمۂ معرفت حاشیہ ص۳۲۴)

(۴) "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمہ معرفت ص۳۲۴ و ص۳۲۵)

(۵) "نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدیدِ دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اُس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی پیروی سے پایا ہے۔ نہ براہِ راست۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صہ۹)

یہ سب تحریریں اربعین کے بعد کی ہیں۔ اور صاف بتا رہی ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو تشریعی نبی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہ تھا۔ آپؑ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اگر کوئی شخص تشریعی نبوّت کا دعویٰ کرے تو وہ بے دین اور مردود ہے۔

مضمون کا دُوسرا حصّہ

خاتم النبیّین کا مفہوم بلحاظ سیاقِ آیت

خاتم النبیین کے مقام کے متعلق ایک عام تحقیقی بحث کے بعد اَب مَیں اِس مقام اور مرتبہ کی ٹھوس علمی تحقیق بتانا چاہتا ہوں۔ سو اِس سلسلہ میں اِس کی لُغوی تحقیق سے پہلے مَیں سیاقِ آیت سے اِس مفہوم پر روشنی ڈالتا ہوں ـــــ !!

واضح ہو کہ آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ الآیۃ کا شانِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے جب حضرت زیدؓ کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کے بعد منشاء الٰہی کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی

اور متبنیؓ کی رسم کو مٹانے کے لئے حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا تو مخالفین نے آپؐ پر یہ اعتراض کیا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے زیدؓ کو متبنیٰؓ بنا رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ ہی نہیں۔ لہذا نہ زیدؓ آپؐ کا بیٹا ہے اور نہ زینب رضی اللہ عنہا آپؐ کی بہو تھیں۔ جن سے زیدؓ کے طلاق دینے پر آپؐ نے اپنا نکاح کیا ہے۔

گویا آیت کے اس حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوّتِ جسمانی کی بلحاظ بالغ نرینہ اولاد رکھنے کے نفی کی گئی ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے حرف لٰكِنْ استعمال کرتے ہوئے فرمایا ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ حرف لٰكِنْ استدراک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی پچھلے کلام میں اگر کوئی شبہ یا وہم پیدا ہوتا ہو تو اس کے بعد لٰكِنْ کا لفظ ذکر کر کے جو کلام لایا جاتا ہے اس سے اس پیدا ہونے والے شبہ یا وہم کو دُور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ شرح جامی میں جو عربی علمِ نحو کی مستند کتاب ہے لکھا ہے:-

"لٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ۔ فَمَعْنَى الْاِسْتِدْرَاكِ دَفْعُ تَوَهُّمٍ مِنْ كَلَامِ الْمُقَدَّمِ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ نَفْيًا وَ اِثْبَاتًا مَعْنًى"

کہ لٰكِنْ کا لفظ استدراک کے لئے (یعنی تدارکِ مافات کیلئے)

استعمال ہوتا ہے۔ اور استدراک کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ کلام مقدم سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اس وہم کو دُور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور لٰکِنْ سے مقدم اور مابعد کلام آپس میں ایک دُوسرے سے نفی اور اثبات کی صورت میں معنیً مختلف ہوتے ہیں ۔

اب اس جگہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ منفی کلام سے شبہ پیدا ہوتا تھا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتر ہونا اور نرینہ بالغ اولاد کے لحاظ سے آپؐ کا مقطوع النّسل ہونا اور لاوارث ہونا تسلیم فرما لیا ہے۔ حالانکہ وہ اِس سے پہلے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے قول میں کفّار کے اِس اعتراض کی خود تردید کر چکا تھا کہ (معاذ اللہ) آپؐ ابتر ہیں ۔ اور بتا چکا تھا کہ آپؐ کا دشمن ابتر ہے نہ یہ کہ آپؐ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ۔ یا آپؐ لاوارث ہیں ۔ اِس جگہ اس شبہ کا ازالہ لٰکِنْ کے مثبت کلام رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔
رَسُوْلَ اللّٰهِ کے الفاظ سے تو اِس شبہ کا ازالہ یوں کیا گیا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسُول ہیں اور رسُول اپنی اُمّت کا رُوحانی باپ ہوتا ہے اس لئے گو آپؐ کی جسمانی بالغ اولاد موجود نہیں ۔ لیکن آپؐ کی رُوحانی اولاد آپؐ کی اُمّت کی صورت میں تو ضرور موجُود ہے ۔ لہٰذا آپؐ ابتر اور مقطُوع النّسل اور لاوارث نہیں۔ آپؐ کے وارث آپؐ کی اُمّت کی صورت میں آپؐ کے رُوحانی فرزند موجود ہیں ۔ پھر رَسُوْلَ اللّٰهِ کے لفظ پر خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا عطف کیا گیا ہے ۔ اور عطف کرنے کے لئے ضروری ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف

میں ایک پہلو سے مناسبت ہو ۔ اور دوسرے پہلو سے مغائرت ۔ اس سے ظاہر ہے کہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ سے اُبُوّتِ روحانی ہی ثابت کرنا مقصود ہے ۔ ورنہ معطوف علیہ اور معطوف میں مناسبت نہ رہے گی ۔ اَب مغائرت یُوں ہی متصوّر ہو سکتی ہے کہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ میں تو آپؐ کی اُبُوّتِ روحانی بلحاظ عمومیّت مراد ہو اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ میں بلحاظ خصوصیّت اُبُوّتِ رُوحانی مراد ہو ۔ تا تغائر کا پہلو بھی موجود ہو ۔ اور مناسبت کا پہلو بھی پایا جائے ۔ اور چونکہ معطوف، معطوف علیہ پر معنوں کی زیادتی پیدا کرتا ہے ۔ اس لئے بلاغتِ کلام مقتضی ہے کہ اِس جگہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا عطف رَسُوْلَ اللّٰہِ پر بطور تاسیس مع تاکید کے ہو ۔ (یعنی اُبُوّتِ رُوحانی کے معنوں میں زیادتی بھی پیدا کرے اور رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ میں جو اُبُوّتِ رُوحانی ہے ۔ اس کی تاکید بھی کرے)

پس ماحصل رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا یہ ہے کہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے لفظوں میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُمّت کا رُوحانی باپ قرار دیا گیا ہے اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ میں اس اُبُوّتِ رُوحانی کو اس سے بڑی شان میں یوں پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نبیوں کے بھی باپ ہیں ۔ پس آپؐ کے وارث صرف آپؐ کے عام اُمتی ہی نہیں ہوں گے بلکہ انبیاء بھی آپؐ کے وارث ہوں گے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اِسی سیاقِ کلام کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے "ریویو بر مباحثہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی"

میں اس آیت کی ایسی ہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ بانیٔ مدرسہ دیوبند بھی ان معنوں کے مصدق ہیں۔ اور اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء کا بھی باپ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ خاتم النبیین کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"حاصلِ مطلب آیتِ کریمہ کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوتِ معروفہ تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوتِ معنوی اُمتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔ اوصافِ معروض اور موصوف بالعرض (دونوں۔ ناقل) موصُوف بالذات کی فرع ہوتے ہیں۔ اور موصوف بالذات اوصافِ عرضیہ کا اصل ہوتا ہے۔ اور وہ اس کی نسل" (تحذیر الناس ص۱۰)

پس اِس آیت کی تفسیر میں جب سیاقِ کلام کو مدنظر رکھا جائے تو خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوحانی اور معنوی فرزندوں میں ایسے لوگ بھی ہونے چاہئیں جو آپؐ کی پیروی اور آپؐ کے فیضان سے مقامِ نبوت پائیں۔

دائمی خاتم النبیینؐ

اگر آپؐ کو پہلے انبیاء کا ہی باپ قرار دیا جائے اور آئندہ کے لئے آپؐ کی ابوتِ روحانی منقطع قرار دی جائے تو پھر آپؐ معاذ اللہ عالمِ جسمانی میں ظاہر

ہونے کے بعد حقیقی معنوں میں قیامت تک خاتم النبیین نہیں رہتے۔ نیز اس دعویٰ پر بھی معترضین کے مقابلہ میں کوئی دلیل نہیں رہتی کہ آپؐ تمام انبیاء کے باپ ہیں کیونکہ دشمن کہہ سکتا ہے کہ اگر آپ انبیاء کے باپ ہیں تو اب کیوں آپؐ کی امت میں سے کوئی خاتم النبیین والی ابوت کے اثر سے فرزندِ معنوی و روحانی تاقیامت پیدا نہیں ہوسکتا ؟

پس اس دعویٰ کا کہ آپؐ تمام انبیاء کے باپ ہیں قطعی ثبوت مخالفین اسلام کے لئے یہی ہوسکتا ہے کہ آپ کی روحانی اور معنوی فرزندی میں آپؐ کے اُمتی کے لئے مقامِ نبوت پانا آپؐ کی پیروی اور افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے ممکن ہو۔ پہلے انبیاء تو براہِ راست نبی تھے اور صرف آپؐ کی ختمِ نبوت کے نقطۂ نفسی سے اثر پذیر ہوکر مقامِ نبوت پا رہے تھے۔ کیونکہ ابھی آپؐ کی شریعت نہیں آئی تھی کہ اس کی پیروی کا واسطہ شرط ہوتا۔ لیکن اب شریعت کاملہ تامہ محمدیہ کے آجانے اور اس شریعت کی کامل پیروی کرنے کے بعد اگر خاتم النبیین کی ابوتِ معنوی کا وہ اثر فیضانِ نبوت کی صورت میں منقطع ہو جائے تو اس بات کے سوائے اس کے کچھ معنے نہیں کہ آپؐ کی ابوتِ روحانی بلحاظ خاتم النبیین ہونے کے پیچھے رہ گئی ہے۔ اور اب قیامت تک اس کا اثر اور فیض اور افاضہ ظاہر نہ ہوگا۔ اب غور کرنے والے حضرات سوچ لیں کہ کیا ایسا عقیدہ آپؐ کو خاتم النبیین بمعنی ابوالانبیاء (نبیوں کا باپ) قیامت تک کے لئے ثابت کرتا ہے یا یہ کہ آپؐ صرف عالمِ جسمانی میں ظہور تک خاتم النبیین بنتے ہیں ؟

ابوّتِ معنوی مانعِ توریث نہیں!

مولوی محمد ادریس صاحب اپنی کتاب ختم النبوۃ میں سیاقِ آیت کے رُو سے بحث کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کہنے سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ شفقتِ پدری بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں رہی۔ اس شبہ کا ازالہ خدا تعالیٰ نے رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ سے کیا۔ کہ آپ چونکہ اُمّت کے رُوحانی باپ ہیں۔ اسلئے یہ شبہ باطل ہے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں رُوحانی باپ قرار دینے سے دوسرا وہم پیدا ہوتا تھا کہ اب آپ کا ورثہ چلے گا۔ سو ورثہ جاری ہونے کے وہم کا ازالہ خاتم النبیّین کہہ کر کر دیا۔

مولوی صاحب موصوف کا یہ خیال سراسر اُن کی ایجاد ہے۔ جس کا سیاقِ مضمون سے بھی کوئی تعلّق نہیں۔ ان کا یہ بیان سیاقِ کلام، نصوصِ حدیثیہ اور اقوالِ بزرگانِ دین کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر توریث کا وہم دُور کرنا مقصود ہوتا تو پھر رَسُوْلَ اللّٰہِ اور خاتم النبیّین کے درمیان ایک اَور لٰکِنْ لایا جاتا۔ جب نہیں لایا گیا تو معطوف اور معطوف علیہ کی مناسبت چاہتی ہے کہ جس شبہ کا ازالہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ کر رہے ہیں اُسی کا ازالہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ سے کرنا مقصود ہے۔

مولوی محمد شفیع صاحب شفقتِ پدری کے زوال کے شبہ کے ساتھ ابتر ہونے کا شبہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ختم النبوۃ فی القرآن صہ ۲۴)۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ شفقتِ پدری کے زوال کا شبہ اس جگہ قطعاً پیدا نہیں ہوتا۔ صرف ابتر اور لاوارث ہونے کا شبہ پیدا ہوتا تھا۔ کیونکہ زید رضؓ آپ کے متبنیٰ

(شانِ خاتم النبیین صہ ۱۰)

تھے اور عرب میں متبنیٰ وارث ہوتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوّتِ جسمانی کی نفی کر دی گئی تو یہ شبہ پیدا ہوا کہ آپؐ اب لاوارث رہیں گے۔ اس کے ازالہ کے لئے رَسُوْلَ اللّٰہِ اور خاتم النَّبِیّٖن کے الفاظ لائے گئے مگر مولوی محمد ادریس صاحب رَسُوْلَ اللّٰہِ کے الفاظ سے نیا شبہ یہ ایجاد کر رہے ہیں کہ اس سے وراثت کا شبہ ہوتا ہے۔ حالانکہ رَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ کر تو اس جگہ روحانی وراثت ثابت کرنا مقصود تھا۔ شبہ پیدا ہونے کے کیا معنے؟ شبہ ابتر اور لاوارث ہونے کا تھا۔ رَسُوْلَ اللّٰہِ کہہ کر وراثتِ عامہ جاری ثابت کی گئی۔ اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کہہ کر وراثتِ خاصّہ یعنی نبوت میں بھی وراثت ثابت کی گئی۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ لوگ آنا مانتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے ساتھ ہی آئیں گے۔ تو پھر وراثت کیسے بند ہوگی؟ جب اُن پر وحی کے ذریعہ شریعتِ محمدیہ کا نزول بھی مسلّم ہے تو منصبِ نبوت کے ساتھ اُن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہونا بھی مسلّم ہوا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:—

"یُلْهِمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ وَيَنْزِلُ وَلِيًّا ذَا نُبُوَّةٍ مُطْلَقَةٍ" (دیکھو الیواقیت والجواہر مصنفہ امام شعرانیؒ جلد ۲ صفحہ ۸۹)

یعنی حضرت عیسیٰؑ پر شریعتِ محمدیہ نازل ہوگی اور وہ نبوتِ مطلقہ کے ساتھ ولی ہو کر نازل ہوں گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوحانی ورثہ تو جاری ہے۔ ہر رُوحانی عالم اپنے ظرف کے مطابق علوم رُوحانیہ اور کمالاتِ محمدیہ میں آپ کا وارث ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کمالاتِ نبوت کا حصول پیروی اور وراثت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ (مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۷۱ ص۴۳۲)

امام راغبؒ مفردات میں فرماتے ہیں:—

"يُسَمّٰى كُلُّ مَنْ كَانَ سَبَبًا فِيْ اِيْجَادِ شَيْءٍ اَوْ اِصْلَاحِهٖ اَوْ ظُهُوْرِهٖ اَبًا وَ لِذٰلِكَ سُمِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَبًا لِلْمُؤْمِنِيْنَ"

یعنی ہر وہ شخص جو کسی شئے کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور کا سبب ہو وہ باپ کہلاتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو المؤمنین ہیں۔ یعنی مومنوں کے موجد۔ اُن کے ظہور کا باعث اور مصلح ہونے کی وجہ سے اُن کے باپ ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ تو اُمّت کے لئے بطور روحانی باپ ہونے کے مسلّم ہے۔ مولوی محمد ادریس صاحب کے معنوی باپ مولوی محمد قاسم صاحب تو خاتم النبیین کے معنے ابو الانبیاء بیان فرماتے ہیں۔ مگر اُن کے یہ معنوی فرزند اُن کے اُلٹ راہ اختیار کر رہے ہیں۔ چونکہ خاتم النبیین کہہ کر آپ کو ابو الانبیاء قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے باپ کے معنے کے لحاظ سے آپؐ انبیاء کی ایجاد و ظہور کا بھی تا قیامت موجب ہوں گے۔ کیونکہ آپ قیامت کے دن بھی ضرور ابو الانبیاء

ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث نبویؐ میں وارد ہے۔ کہ ایک نبی قیامت کے دن بھی مبعوث کیا جائے گا۔ جیساکہ طریق الہجرتین لابن قیمؒ میں باسناد صحیح ص۵۲۱ میں لکھا ہے:-

"فَمِنْهَا مَارَوَاهُ الْإِمَامُ اَحْمَدُ فِی مُسْنَدِهٖ وَ الْبَزَّازُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِیْعٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَۃٌ یَحْتَجُّوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَجُلٌ اَصَمُّ لَا یَسْمَعُ وَ رَجُلٌ ھَرِمٌ وَرَجُلٌ مَاتَ فِی الْفَتْرَۃِ وَرَجُلٌ اَحْمَقُ۔ اَمَّا الْاَصَمُّ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَ اَنَا مَا اَسْمَعُ شَیْئًا۔ وَ اَمَّا الْاَحْمَقُ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَ الصِّبْیَانُ یَحْذِفُوْنِیْ بِالْبَعْرِ۔ وَ اَمَّا الْھَرِمُ فَیَقُوْلُ رَبِّ لَقَدْ جَاءَ الْاِسْلَامُ وَ مَا اَعْقِلُ۔ وَ اَمَّا الَّذِیْ فِی الْفَتْرَۃِ فَیَقُوْلُ رَبِّ مَا اَتَانِیْ رَسُوْلٌ فَیَاْخُذُ مَوَاثِیْقَھُمْ لَیُطِیْعُنَّہٗ فَیُرْسِلُ اِلَیْھِمْ رَسُوْلًا (اَنِ ادْخُلُوا النَّارَ) فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ دَخَلُوْھَا لَکَانَتْ عَلَیْھِمْ بَرْدًا وَ سَلَامًا۔ بروایت ابوہریرہ وَمَنْ دَخَلَھَا کَانَتْ عَلَیْہِ بَرْدًا وَّسَلَامًا وَمَنْ لَمْ یَدْخُلْھَا سُحِبَ اِلَیْھَا (مسند احمد حنبل وتفسیر روح المعانی جلد ۱۵)

ترجمہ:۔ ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے جسے امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور البزازؒ نے اسود بن سریع سے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار آدمی قیامت

کے دن احتجاج کریں گے ایک بہرہ جو کچھ سُنتا نہیں تھا۔ اور ایک بہت بوڑھا اور ایک احمق آدمی۔ اور ایک وہ جو فترۃ کے زمانہ میں تھا۔ (جبکہ کوئی نبی موجود نہ تھا) بہرہ کہے گا۔ اَے ربّ! اسلام آیا اور مَیں کچھ سُنتا نہ تھا۔ اور احمق کہے گا۔ اَے ربّ! اسلام آیا تو بچے مجھے مینگنیاں مارتے تھے۔ اور بوڑھا کہے گا۔ اَے ربّ! اسلام آیا تو مَیں عقل نہیں رکھتا تھا۔ اور وہ جو فترۃ کے زمانہ میں تھا کہے گا۔ اے ربّنا! میرے پاس کوئی رسُول نہیں آیا۔ اس پر خدا تعالیٰ اُن سب سے عہد لے گا کہ وہ اس کی ضرور اطاعت کرینگے۔ پس اُن کی طرف ایک رسُول مبعوث کرے گا (کہ آگ میں داخل ہو جاؤ) پس مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو وہ آگ اُن کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث ہوتی۔ بروایت ابوہریرہؓ جو اُس میں داخل ہوگا اس کیلئے ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی اور جو اس میں داخل نہ ہوگا اُس کو اس کی طرف گھسیٹا جائیگا۔

اِس حدیث میں خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد قیامت کے دِن ایک رسُول کے مبعوث کیا جانے کی خبر دی گئی ہے۔ اگر خاتم النّبیّین کے معنے محض آخری نبی درست ہوتے تو پھر قیامت کے دِن بھی آپؐ کے ظہور کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو سکتا۔ پس خاتم النّبیّین کے معنے محض آخری نبی اس حدیث کی روشنی میں درست نہیں کیونکہ آخری نبی کے بعد کسی فرد کا انبیاء کے گروہ میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ پس خاتم النّبیّین کے معنے نبوّت میں مؤثر وجود کے ہیں۔ نہ کہ محض آخری نبی۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے نزدیک خاتم النّبیّین کے حقیقی معنیٰ

خاتم النبیین کا لقب جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید میں ملقب کئے گئے ہیں تمام انبیاء پر آپؐ کی امتیازی شان اور شرف کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُن تمام کمالات اور محاسن کا مظہر ہے جو آپؐ کی ذاتِ بابرکات میں جمع ہیں۔ جس طرح عام مخلوقات میں سے انسان اشرف ہے۔ اسی طرح انسانوں میں سے انبیاء کرامؑ افضل و اشرف ہوتے ہیں۔ پھر انبیاء میں سے سیّد الاصفیاء و الاتقیاء سیّدنا و مولٰنا فخرِ دو عالم حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اشرف ہیں۔ خاتم النبیین کے لقب کے ذریعہ ہی آپؐ کا افضل النبیین اور اشرف الانبیاء ہونا بیان کیا گیا ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :—

"رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتبِ کمال اُسی طرح ختم ہو گئے۔ جیسے بادشاہ پر مراتبِ حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلئے بادشاہ کو خاتم الحکّام کہہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔"

گویا جس طرح آپؐ خاتم الکاملین ہیں ویسے ہی خاتم النّبیین۔ اگر خاتم الکاملین کے بعد کامل پیدا ہو سکتے ہیں تو خاتم النبیین کے بعد نبی بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہاں خاتم الکاملین اور خاتم النّبیّین کے فیض کے واسطہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے بغیر نہیں۔

پھر فرماتے ہیں :۔

"حسب مثال خاتمیت بادشاہ خاتم وہی ہوگا جو سارے جہان کا سردار ہو۔ اس وجہ سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔"

(حجۃ الاسلام مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب صفحہ ۳۴-۳۵)

پس خاتم النبیین کے معنے افضل النّبیّین بھی ہوئے۔

جو ہستی کسی گروہ کی حقیقۃً خاتم ہو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اُس گروہ کے کمال کو اپنی ذات میں انتہائی نقطہ پر حاصل کرے۔ پس خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ النّبیّین کا وصف جو نبوّت ہے وہ آپؐ میں انتہائی کمال پر پہنچا ہوا ہو۔ اور نبوّت کے مراتب میں سے جو انتہائی مرتبہ اس دُنیا میں کسی اِنسان کے لئے ممکن ہوسکتا ہے وہ آپؐ کو حاصل ہو۔ اور دوسرے انبیاء میں سے کوئی اِس انتہائی نقطہ پر نہ پہنچا ہو۔ اور نہ عملاً اِس نقطہ پر پہنچنا کسی کے لئے ممکن ہو۔

پس خاتم النّبیّین کے لئے ضروری ہے کہ نبوّت کی حقیقت و ماہیت کو انتہائی کمال تک پہنچادے۔ اِس لئے خاتم النبیین کے لئے خاتم النبوّۃ ہونا ازبس ضروری ہے۔ ورنہ اگر اس کے معنے محض آخری نبی ہوں تو خاتم النّبیّینؐ کا خطاب ایک معمولی خطاب بن جاتا ہے۔ کیونکہ محض آخری ہونا کسی ذاتی کمال کا مشعر نہیں۔ اِسی لئے مولوی محمّد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ :۔

"تقدّم و تأخّرِ زمانی میں بالذّات کچھ فضیلت نہیں۔" (تحذیر النّاس صفحہ ۳)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام اِسی حقیقت کے پیشِ نظر خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبوّۃ ہونے یا بالفاظِ دیگر آپؐ کی خَتمِ نبوت (مہرِ نبوت) کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں :-

"وَلَا مَعْنیٰ لِخَتْمِ النُّبُوَّۃِ عَلیٰ فَرْدٍ مِنْ غَیْرِ اَنْ تَخْتَتِمَ کَمَالَاتُ النُّبُوَّۃِ عَلیٰ ذٰلِکَ الْفَرْدِ وَمِنَ الْکَمَالَاتِ الْعُظْمیٰ کَمَالُ النَّبِیِّ فِی الْاِفَاضَۃِ وَھُوَ لَا یَثْبُتُ مِنْ غَیْرِ نَمُوْذَجٍ یُوْجَدُ فِی الْاُمَّۃِ"

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶)

یعنی کسی فرد پر ختمِ نبوۃ کے معنے بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس فرد پر کمالاتِ نبوت ختم ہو جائیں ۔ یعنی انتہائی کمال کو پہنچ جائیں ۔ اور نبوت کے بڑے کمالات میں سے نبی کا افاضہ میں کمال ہے ۔ جو بغیر اس کے ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس (افاضۂ کمال) کا نمونہ امت کے اندر پایا جائے ۔

گویا کسی نبی میں کمالات کا بدرجۂ اتم موجود ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ اپنے افاضہ میں بھی انتہائی کمال رکھتا ہو ۔ جتنا کسی میں کمال اعلیٰ ہو گا اُتنا ہی اس کے افاضہ سے وجود میں آنے والا نمونہ اعلیٰ ہو گا ۔ پہلے انبیاء چونکہ صرف خاتم الاولیاء تھے اِس لئے اُن کے افاضہ سے صرف ولی پیدا ہو سکتے تھے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ کے افاضۂ رُوحانیہ سے آپ کا کامل اُمتی مقامِ نبوّت بھی پا سکتا ہے ۔ پس خاتم النبوۃ

کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے افاضہ سے نبی پیدا ہو سکیں ۔ اور یہی خاتم النبیّین کا مفہوم ہے ۔ اسی طبعی نتیجہ کی وضاحت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یوں فرمائی ہے :-

" اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم[۵۱] بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی ۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی ۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیّین ٹھہرا ۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے ۔ اور آپؐ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے ۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی ۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۹۷)

بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاتمیّتِ رُتبی کے ساتھ آپ کی خاتمیتِ زمانی کے بھی قائل ہیں چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :-

" ختمِ نبوّت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخّر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالاتِ نبوت آپؐ پر ختم ہو گئے ۔"

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۵)

گویا آپ کے نزدیک اِن معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور نبیٔ آخر الزمان بھی ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں ۔ اور اب قیامت تک درحقیقت آپؐ ہی کی نبوّت کا زمانہ ہے ۔ اُمّتی نبی اگر آپؐ کے فیض

---

[۵۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا از رُوئے حدیث ایک نام صاحبِ خاتم ہے (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۵) خاتَم النبیین کی دُوسری قرأت خاتِم النبیین کے لحاظ سے بھی آپ صاحبِ خاتم ہی ہیں ۔ یعنی نبیوں میں سے مُہر والا نبی ۔

سے مقامِ نبوّت پاتا ہے تو وہ آپ کے زمانہ کو ختم نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کی نبوّت مستقل حیثیت نہیں رکھتی۔ مستقل اور شارع نبی کی حیثیت قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہی حاصل رہے گی۔

اِن تینوں عبارتوں میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام نے ختمِ نبوّت کے حقیقی معانی کے متعلق اپنا نظریہ بیان فرمادیا ہے۔ اور اس کے ایک لازمی معنے خاتمیّتِ زمانی کا بھی ذکر فرمادیا ہے۔ اب میں خدا تعالیٰ کے فضل اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے اس نظریہ کی تائید اوّل لُغتِ عربی سے پیش کرتا ہوں اور پھر دِکھاتا ہوں کہ خاتم النّبیّین کے حقیقی لغوی معنی کے ساتھ کون کون سے معانی بطور لازمی معنوں کے جمع ہو کر خاتم النّبیّین کی حقیقتِ شرعیہ بناتے ہیں۔

خاتم النّبیّین کے حقیقی لغوی معنیٰ اور اس کے مجازی معانی

جب ہم خاتم النّبیّین کے لقب کی لُغوی تحقیق کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ لفظ خَاتَم کا مادہ اور مصدر عربی زبان میں لفظ خَتْم ہے۔

"مفرداتِ راغب" جو قرآنِ مجید کی لُغت کی ایک یگانہ اور مستند کتاب ہے۔ اس کے متعلق مولوی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب ختم النبوّۃ فی القرآن صفحہ ۲۲ میں رقمطراز ہیں کہ:-

"یہ کتاب امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ خاص قرآنِ مجید کی لُغات کو عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے "اتقان" میں

فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی "۔

اس بے نظیر اور یگانہ کتاب میں امام راغب علیہ الرحمۃ لفظ خَتْم کے معنے یوں لکھتے ہیں :-

" اَلْخَتْمُ وَ الطَّبْعُ يُقَالُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَ هُوَ تَأْثِيْرُ الشَّیْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَ الطَّابَعِ وَ الثَّانِیْ اَلْاَثَرُ الْحَاصِلُ مِنَ النَّقْشِ وَ يُتَجَوَّزُ بِذٰلِكَ تَارَةً فِی الْاِسْتِيْثَاقِ مِنَ الشَّیْءِ وَ الْمَنْعِ مِنْهُ اِعْتِبَارًا بِمَا يَحْصُلُ مِنَ الْمَنْعِ بِالْخَتْمِ عَلَى الْكُتُبِ وَ الْاَبْوَابِ نَحْوُ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَتَارَةً فِیْ تَحْصِيْلِ اَثَرٍ عَنْ شَیْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ وَتَارَةً يُعْتَبَرُ مِنْهُ بُلُوْغُ الْاٰخِرِ مِنْهُ قِيْلَ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ اَیْ اِنْتَهَيْتُ اِلٰى اٰخِرِهٖ "

(مفرداتِ راغب زیر لفظ خَتْم)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ خَتْم اور طَبْع کی دو صورتیں ہیں ۔ پہلی صورت یہ ہے (جو حقیقی معنوں کی صورت ہے) کہ ان دونوں لفظوں کے معنے تاثیر الشیء (دوسری شئے میں اپنے اثرات پیدا کرنا) ہیں ۔ جیسا کہ خاتَم (مُہر) کا نقش (دوسری شئے میں اپنے نقش اور اثرات پیدا کرتا ہے) اور دوسری

صورت (جو مجازی[1] معنی ہیں اور پہلی صورت کی ظلی صورت ہے) اس نقش کی تاثیر کا اثر حاصل ہے ۔ اور یہ لفظ مجازاً کبھی تو خَتَمَ عَلَی الْکُتُبِ وَ الْاَبْوَابِ (کتابوں اور بابوں پر مہر لگنے) کے لحاظ سے شئ کی بندش اور روک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَ قَلْبِہٖ (میں اس کا استعمال مجازی معنوں میں ہوا ہے) اور کبھی اس کے مجازی معنے نقشِ حاصل کے لحاظ سے کسی شئے کا دوسری شئے سے تحصیلِ اثر ہوتے ہیں ۔ اور کبھی اس کے مجازی معنے آخر کو پہنچنا ہوتے ہیں ۔ اور انہی معنوں میں خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ کہا گیا ہے کہ میں (تلاوتِ قرآن میں) اس کے آخر تک پہنچ گیا ۔ (یعنی میں نے قرآنِ مجید ختم کر لیا)

مفردات کے بیان کا ماحصل

مفرداتِ راغب کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ خَتْم اور طَبْع بلحاظ لغتِ عربی ہم معنے مصدر ہیں ۔ اور دونوں کے حقیقی معنے مہر کے نقش کی تاثیر کی طرح تاثیر الشئ ہیں ۔ یعنی ایک شئ کا اپنے اثرات دوسری شئ میں پیدا کرنا ۔ اور مہر کے نقوش کی تاثیر ختم کی تاثیر کی ایک مثال ہے ۔ پس مہر کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ وہ نقوش جو اس کے اندر موجود ہیں ۔ وہی نقوش دوسری شئ میں پیدا کرتی ہے ۔ اس کے

---

[1] ان معنوں کے مجازی ہونے پر یَتَجَوَّزُ بِذٰلِکَ تَارَۃً کا فقرہ گواہ ہے ۔ اسی کے ذیل میں تَارَۃً فِیْ تَحْصِیْلِ اَثَرٍ عَنْ شَیْءٍ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ کے الفاظ لائے گئے ہیں ۔ پس یہ دوسری صورت یعنی نقشِ حاصل بھی مجازی معنی ہیں نہ حقیقی معنی !

علاوہ خَتْم مصدر اور اس کے مشتقات کے جتنے اور معنے ہیں وہ سب مجازی ہیں۔
ایک مجازی معنے بند کرنا اور روکنا ہیں۔ دُوسرے مجازی معنی کسی شئی کی تاثیر کا اثر حاصل ہیں۔ تیسرے مجازی معنے آخر کو پہنچنا ہیں۔ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ کے معنے ہیں نے قرآنِ مجید کو پڑھ کر ختم کر لیا۔ آخر کو پہنچنے کے لحاظ سے تیسرے مجازی معنے ہیں۔

پنجابی اُردو اور فارسی زبان میں لفظ ختم، ختم کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اِن زبانوں میں یہ معنے عربی لفظ خَتم کے مجازی معنوں سے منقول ہوئے ہیں۔ اور اِس طرح حقیقت کا رنگ پکڑ گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے سامنے جب خَتم کا لفظ گو عربی زبان میں آئے تو سب سے پہلے ہم اُسے اپنی زبان کے معنے ہی دینا چاہتے ہیں۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ عربی کے لحاظ سے تو یہ معنے مجازی ہیں نہ کہ حقیقی۔

"خاتَم" کے معنی اُردو و فارسی میں "مُہر"

قرآنِ مجید میں جہاں کہیں خَتْم مصدر کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں اُردو اور فارسی زبان میں اُن کا ترجمہ "مُہر" کے لفظ سے ہی کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ لفظ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہو یا حقیقی معنوں میں۔ چنانچہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کا ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مُہر لگادی" کیا جاتا ہے۔ گو اس جگہ مفرداتِ راغب کے بیان کے مطابق مجازی معنے ہی مُراد ہیں۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر بھی اس آیت کے متعلق لکھا ہے :-

" فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَی الْبُلُوْغِ و الْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنیً مَجَازِیٌّ "۔

کہ لفظ ختم کا بلوغ الآخر (آخری) اور بند کرنے کے معنوں میں استعمال مجازی معنے کے لحاظ سے ہے ۔

شرح تعرّف جس کے بارہ میں صاحب کشف الظّنون فرماتے ہیں کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو لوگ تصوّف کو نہ سمجھ سکتے ۔ اس میں خاتم النّبیّین سے معنے " پیغمبروں کی مُہر " ہی کئے گئے ہیں ۔ چنانچہ لکھا ہے :-

" اگر خَاتَم را بنصب خوانی مُہرِ پیغمبران باشد و آخر پیغمبران ۔
و چوں خَاتِم بکسر خوانی مُہر کنندہ و آخر کنندہ ۔ "

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ اُردو اور فارسی زبانوں میں خَاتَم کے معنے مُہر ہی کئے جاتے ہیں ۔ گو آگے مجازاً اس سے دُوسرے معنیٰ مراد لیں ۔ لیکن اگر حقیقی معنیٰ محال نہ ہوں تو مجازی معنے مُراد لینا درست نہیں ہوتا ۔ خاتم النّبیّین کے حقیقی معنیٰ محال ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہ حقیقی معنیٰ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی افضلیّتِ تامہ اور اشرف الانبیاء ہونے پر دالّ ہیں ۔ اور مجازی معنے " آخری نبی " کسی ذاتی فضیلت پر دال نہیں ۔

خاتم یا مُہر کی اقسام

خاتم النّبیّین کے معنے " نبیوں کی مُہر " سے یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہیئے

کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مادّی مُہر کے ساتھ تشبیہہ دے کر آپ کو نبیوں کی مُہر قرار دے رہے ہیں ۔ اس صُورت میں تو ان معنوں کے مجازی ہونے کا احتمال پیدا ہوجاتا ہے ۔ پس **خاتم** کے معنے جو مُہر کئے جاتے ہیں تو اِس لئے کئے جاتے ہیں کہ ہماری اُردو زبان میں **خاتم** کے لُغوی معنوں کے لئے کوئی ایک لفظِ جامع مُہر کے سوا موضوع نہیں ۔ آپ یوں سمجھیں کہ خاتم ایک جنس ہے ۔ جس کی چند انواع ہیں ۔ چنانچہ ایک نوع خاتم یا مُہر کی مادی خاتم یا مُہر ہے ۔ اور دُوسری نوع معنوی خاتم یا مُہر ہے ۔

پھر معنوی خاتم یا مُہر کی آگے چند قسمیں ہیں ۔ ایک قسم اس کی رُوحانی خاتم یا مُہر ہے خاتم النبیین اور خاتم الاولیاء اِسی کے افراد ہیں ۔ دوسری قسم عِلمی مُہر ہے ۔ خاتم المحدّثین ، خاتم المفسّرین ، خاتم الفقہاء اور خاتم المحققین اور خاتم الشعراء وغیرہ اس کی اصناف ہیں ۔ یہ سب خاتم کی انواع و اقسام جب دُوسری شئے پر تاثیر کے معنے دیں تو حقیقی معنوں میں استعمال ہوں گی ۔ اور اگر ان معنوں کے علاوہ کوئی اَور معنے دیں تو یہ معنے مجازی ہوں گے ۔

یہ وضاحت اِس لئے ضروری ہے کہ بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مادی مُہر کے ساتھ تشبیہہ دے کر خاتم النبیین کے معنے نبیوں کی مُہر مراد لئے ہیں ۔ ہاں مضمون کو ذہن سے قریب کرنے کے لئے اگر کوئی شخص رُوحانی خاتم کو مادی خاتم سے تشبیہہ دے کر بھی رُوحانی **خاتم** کا مضمون سمجھائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رُوحانی خاتم اب مجازی خاتم بن گئی ہے ۔ کیونکہ رُوحانی **خاتم** کے حقیقی معنیٰ بھی مؤثر رُوحانی

وجود ہیں ۔ جیسے مادّی خاتم کے حقیقی معنے مؤثر وجود ہیں ۔ اگر ان دونوں قسم کی خاتموں کی اغراض ملتی جلتی ہوں تو اُن اغراض کو سمجھانے کے لئے ایک حقیقی خاتم کو دُوسری حقیقی خاتم سے تشبیہہ دینے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ پہلی خاتم جو مشبّہ ہے وہ اب حقیقی نہیں مجازی خاتم بن گئی ہے ۔ چنانچہ خَتْم مصدر کے حقیقی معنیٰ تاثیر الشئ بیان کرنے کے بعد خود صاحب مفردات نے کَنَقْشِ الْخَاتَمِ کہہ کر ختم کے معنوں کے مضمون کو ذہنوں سے قریب کرنے کے لئے ہی مثال دی ہے کہ خَتْم کی یوں تاثیر ہوتی ہے جیسے مُہر اپنے نقوش دوسری چیز پر پیدا کرتی ہے ۔ پس اِس مثال سے خَتْم کے حقیقی معنوں کی تمثیل کے ذریعہ وضاحت مقصود ہے نہ کچھ اَور ۔ ورنہ خَتْم مصدر کے معنے تَأْثِیْرُ الشَّیْءِ اس تمثیل سے حقیقی سے مجازی نہیں ہوجاتے ۔

ایک عالِم کو جب دُوسرے عالِم سے تشبیہہ دیں اور دونوں حقیقی عالِم ہوں تو مشبّہ عالِم اس تشبیہہ سے مجازی عالِم نہیں بن جاتا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام سے رسُول ہونے میں تشبیہہ دی گئی ہے تو کیا اِس سے یہ لازم آجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مجازی رسُول ہیں ؟ معاذ اللہ یہ خیال صریح باطل ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام دونوں حقیقی رسُول ہیں ۔

لِسان العرب اور خَاتَم !

لِسان العرب جو لُغت کی معتبر کتاب ہے، اس میں خَاتَم کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"تُفْتَحُ تَارَةً وَ تُكْسَرُ لُغَتَانِ"

کہ خاتم کی تا، کی زبر اور زیر سے دو لغتیں ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:۔

" وَ الْخَتَمُ وَ الْخَاتِمُ وَ الْخَاتَمُ وَ الْخَاتَامُ وَالْخِيْتَامُ مِنَ الْحُلِيِّ كَانَّهٗ اَوَّلَ وَهْلَةٍ خُتِمَ بِهٖ فَدَخَلَ فِيْ بَابِ طَابِعٍ ثُمَّ كَثُرَ اِسْتِعْمَالُهٗ لِذٰلِكَ ۔"

کہ یہ سب الفاظ ایک زیور (انگشتری) کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ گویا پہلی دفعہ اس زیور کے ذریعہ مُہر لگائی گئی۔ اس لئے یہ طابع کے باب میں داخل ہوگیا۔ اور طابع کے معنوں میں کثرت سے استعمال ہونے لگا۔

اِس سے ظاہر ہے کہ مادی مہر دراصل تو نگینہ کے نقوش ہیں اور ختم ان کا فعل تھا۔ لیکن خیال کیا گیا کہ گویا وہ نگینہ جس کے نقوش کے ذریعہ پہلی دفعہ مُہر لگائی گئی وہ انگشتری میں جڑا ہوا تھا۔ اِس لئے انگشتری بھی اُس کی مجاورت (یعنی ساتھ ہونے) کی وجہ سے بطور مجازِ مُرسل خَتَم یا خَاتَم یا خاتِم وغیرہ کہلانے لگ گئی۔

اِس سارے بیان سے امام راغب کے اِس بیان کی تائید ہوتی ہے کہ ختم کے اصلی اور حقیقی معنے تاثیر الشئی ہیں جیسے کہ نگینہ کے نقوش آگے نقوش پیدا کرتے ہیں۔

خَاتَم اور خَاتِم کی بناوٹ میں فرق!

خَاتَم تا کی زبر کے ساتھ خَتْم مصدر سے اسم آلہ بمعنی بِمَا یُخْتَمُ بِہٖ ہے۔

یعنی آلہ جس سے مُہر لگائی جائے ۔ جیسے عَالَم عِلْمٌ سے اسم آلہ بمعنی لِمَا یُعْلَمُ بِہٖ ہے ۔ یعنی ایسی اشیاء جو خدا کی معرفت کا ذریعہ ہیں ۔ کیونکہ دُنیا کی ہر چیز معرفتِ الٰہی کا ذریعہ ہے ۔ اسی لئے وہ عالَم میں داخل ہے ۔ خَاتِم تاء کی زیر سے اسم فاعل ہے ۔ خَاتَم آلہ کے معنے تاثیر کا ذریعہ ہیں تو خَاتِم اسم فاعل کے معنے اپنا اثر دُوسری شئی میں پیدا کرنے والا صاحبِ خاتَم یعنی بدرجۂ کمال مؤثرہ کیفیت رکھنے والا ہیں ۔ پس خاتَم اور خاتِم میں صرف بناوٹ کے لحاظ سے فرق ہے مفہوم میں نتیجہ کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ۔ دونوں کا مفہوم یہی ہے کہ خَاتَم اور خَاتِم دُوسری شئی میں مُؤثر وجود کا نام ہے ۔

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے حقیقی معنٰے !

خَتْم مصدر کے حقیقی معنے تو آپ معلوم کر چکے اور یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ خَاتَم اور خَاتِم دونو لفظ اسی سے مشتق ہیں ۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ جب خاتَم یا خَاتِم کسی گروہ یا جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو تو اس کے حقیقی معنے کیا ہوں گے ۔ سو واضح ہو کہ لفظ خاتَم جب جمع کی طرف مضاف ہو جیسے خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ تو جڑھ کے طور پر اس خطاب کے حامل میں یہ بات پائی جانی چاہیئے کہ وہ اس گروہ کے کمال کے انتہائی نقطہ پر پہنچا ہُوا ہو ۔ گویا خاتم الاولیاء کو خاتم الولایۃ بھی ہونا چاہیئے ۔ جب اس میں یہ جڑھ والے معنے پیدا ہوں گے تو پھر وہ طبعی طور پر دُوسرے میں تاثیر کا ذریعہ بنے گا ۔ مثلاً خاتم الاولیاء وہی ہوگا جس کی تاثیر یعنی افاضۂ رُوحانیہ سے ولی پیدا ہو سکیں ۔

اسی طرح خَاتَمُ النَّبِیّیْن کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ خاتم النّبوّۃ ہو یعنی نبوّۃ کا وصف جو پہلے انبیاء کو حاصل تھا خاتم النبیین میں اپنے انتہائی کمال پر پہنچا ہُوا ہو۔ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہوں بلکہ وصفِ نبوّت میں ان سب کے مجموعی وصف سے بھی بڑھے ہوئے ہوں۔ علّامہ ابنِ خلدونؒ اپنے مقدّمہ میں لکھتے ہیں:—

"یُمَثِّلُوْنَ الْوَلَایَۃَ فِی تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهَا بِالنُّبُوَّۃِ وَیَجْعَلُوْنَ صَاحِبَ الْکَمَالِ فِیْهَا خَاتَمَ الْوَلَایَۃِ۔ اَیْ حَائِزًا لِلْمَرْتَبَۃِ الَّتِیْ هِیَ خَاتِمَۃُ الْوَلَایَۃِ کَمَا کَانَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ حَائِزًا لِلْمَرْتَبَۃِ الَّتِیْ هِیَ خَاتِمَۃُ النُّبُوَّۃِ۔"

(مقدّمہ ص ۲۷۱ و ص ۲۷۲)

یعنی "صوفیاء ولایت کی مثال نبوّت سے دیتے ہیں۔ اور ولایت میں جامع کمالات کو خاتم الولایۃ کہتے ہیں۔ جیسے خاتم الانبیاءؐ نبوّت کے کمال اور مرتبہ کے پُورے طور پر جامع ہیں"۔ اس طرح خاتم النبوّۃ ہونے کے بعد اب خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تاثیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے افاضۂ رُوحانیہ سے دوسرے شخص کو کمالِ نبوّت پر پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ جامعیّتِ کمالاتِ نبوّت کا یہ طبعی تقاضا ہے کہ خاتم النبیینؐ اپنی تاثیر سے دوسرے شخص میں کمالاتِ نبوّت منتقش یا منعکس کر سکنے کا ذریعہ ہو۔ جس طرح مادی مُہر اپنے نقوش دُوسری شئی میں منتقش یا منعکس کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ خاتَمُ النَّبِیّیْن کے خاتَمُ النّبوۃ ہونے کی حقیقت کے پیشِ نظر

ہی بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے الاستفتاء ص۱۶ کی عبارت میں ختمِ نبوت کے معنے جامعیتِ کمالات بیان فرما کر اُن کا طبعی تقاضا افاضہ بیان فرمایا ہے اور خاتم النبیین کی تاثیر والی حیثیت کو مدِّنظر رکھ کر جو خاتم النبیین کے حقیقی معنے ہیں حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ :-

"آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہِ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

خاتم النبیین کے معنے محض آخری نبی مُراد لینا بالذات کسی فضیلت کو نہیں چاہتا۔ یہ بات مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو "ختم النبوۃ فی القرآن" ص۸۱ و ۸۲ میں مسلّم ہے۔ اور مولوی محمد ادریس صاحب کو اپنی کتاب مسک الختام فی ختم النبوۃ ص۴۸ تا ۵۰ میں مُسلّم ہے۔ یہی بات مولوی محمد قاسم صاحب نے تحذیر الناس ص۳ پر لکھی ہے کہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی جو عوام الناس کے معنے ہیں، یہ بالذات کسی فضیلت پر دال نہیں۔ اِسی لئے انہوں نے خاتم النبیین کے مرتبی معنے یہ بیان فرمائے ہیں :-

"جیسے خاتَم بفتح تاء کا اثر اور فعل مختوم علیہ پر ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔"

(تحذیر الناس ص۱۰)

گویا خاتَم کے معنے تاثیر ہی تسلیم کئے ہیں۔ اور اس تاثیر کو یوں قرار دیا ہے کہ تمام انبیاء نے آپ کے فیض اور اثر سے مقامِ نبوت حاصل کیا ہے۔ ہاں ان

حقیقی معنی کے ساتھ آخری نبی کے معنے بطور لازم معنی جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی بمعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی۔ انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے قائل ہیں۔ اور انہی معنوں میں حضرت امام علی القاریؒ اور حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ وغیرہ بزرگانِ دین جن کی عبارات قبل ازیں پیش کر چکا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِیٌّ۔ تو پھر آپ کو مطلق آخری نبی یا محض آخری نبی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں آپ نے اپنی اُمّت میں نبی کی آمد کا امکان تسلیم فرمایا ہے۔ شارع اور مستقل نبی کا نہ آسکنا تو دونوں فریق کو مُسلّم ہے لہٰذا اب اِلَّا کے استثناء سے مستثنیٰ کی خود تعیین ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد غیر مستقل یا اُمّتی نبی ہے۔

لغاتِ عربی اور آخری نبی کے معنے!

عرب کی لُغت کی کتابوں میں خاتم النبیین کے معنے آخر الانبیاء لکھے گئے ہیں۔ صاحبِ مفردات کے بیان سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ختم کے معنی بند کرنا یا آخری ہونا یا ختم کرنا یا اثرِ حاصل چاروں مجازی معنے ہیں۔ آخر الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجازی معنوں میں نہیں بلکہ حقیقی معنوں کے لازم معنوں کے طور پہ آخری نبی ہیں۔ یعنی آخری شارع اور آخری مستقل نبی۔ کیونکہ یہی معنی حقیقی معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ محض آخری نبی چونکہ مجازی معنے ہیں ان کا حقیقی

معنوں کے ساتھ جمع ہونا محال ہے ۔

اہلِ لُغت نے آخر الانبیاء کے معنے لُغت کی کتابوں میں اپنے عقیدہ کے طور پر لکھے ہیں ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے تئیں آخر الانبیاء بھی قرار دیا ہے ۔ مگر آپؐ نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا وَ اِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (صحیح مسلم باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ) کہ میری مسجد مسجدوں میں سے آخری ہے ۔ یہ فقرہ آپؐ نے اِس لئے زائد کیا تھا کہ آخر الانبیاء کے لازمی معنے ہونے پر روشنی پڑے کہ اِس سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا ۔ بلکہ تابع نبی آسکتا ہے ۔ جیسے کہ میری مسجد کے بعد اُن مساجد کا بنانا جائز ہے جو میری مسجد کے جو آخری مسجد ہے تابع ہوں ۔ اور اُن کا وہی قبلہ ہو جو اس مسجد کا قبلہ ہے ۔ اور اُن میں وہی عبادات ہوں جو اِس مسجد میں ادا کی جاتی ہیں ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ مساجد میری مسجد کے حکم میں ہوں گی اور میری آخری مسجد کا ظلّ ہوں گی ۔ اسی طرح میں آخری نبی ہوں ۔ میری شریعت کے تابع میرا ایک کامل پیرو میری ظلیت میں مقامِ نبوت پا سکتا ہے ۔ جس طرح تابع مساجد کا بننا مسجد نبویؐ کے آخری مسجد ہونے کے منافی نہیں ویسے ہی اُمّتی نبی یا ظلی نبی کا آنا میرے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں ۔

لُغت نویسوں نے جب حدیثوں میں آخر الانبیاء کے الفاظ دیکھے تو انہوں نے خاتم النبیین کے معنوں میں اپنی کتابوں میں آخــر الانبیاء کے الفاظ لکھ دیئے اور عموماً یہ تصریح بھی نہ کی کہ یہ معنی مجازی ہیں یا لازمی یا حقیقی ۔ حقیقی معنیٰ تو انہیں قرار دے ہی نہیں سکتے تھے جیسا کہ آپ مفرداتِ راغب کے بیان سے

دیکھ چکے ہیں۔ مگر انہوں نے آخر الانبیاء کے لازمی یا مجازی معنے ہونے کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا۔ لہذا خاتم النبیین کے معنے آخر الانبیاء لُغت میں لکھے ہوئے دیکھ کر یہ حُکم ہرگز نہیں لگایا جاسکتا کہ یہ خاتم النبیین کے بلحاظ لُغتِ عربی حقیقی معنیٰ ہیں۔ حقیقی معنیٰ بلحاظ لُغت وہی ہیں جو مَیں بیان کرچکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اثر اور فیض سے نبوّت کے مقام پر پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اِن معنوں کے نتیجہ میں آپؐ کا ایک کامل اُمّتی اور پیرو آپؐ کی ظلّیت میں مقامِ نبوت پا سکتا ہے۔ اور یہ شرف کسی اَور نبی کو حاصل نہیں کہ اس کی تاثیر اور افاضہ سے کوئی شخص مقامِ نبوّت پا سکے۔

لُغت کی کتابوں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ صرف حقیقی معنے ہی بیان کریں بلکہ لُغت نویس اکثر مجازی معنے بھی بغیر اس تصریح کے درج کر دیتے ہیں کہ یہ مجازی معنے ہیں یا حقیقی۔ بعض لُغت نویسوں نے خاتم النبیین کے معنی بتانے کے لئے خاتم القوم کا محاورہ بھی آخر القوم کے معنوں میں درج کیا ہے۔ حالانکہ اس محاورہ کا استعمال اہلِ عرب میں ان معنوں میں نہیں ملتا۔ لیکن بالفرض اگر استعمال ہو بھی تو بہرحال یہ مجازی استعمال ہوگا۔ جیسا کہ مفرداتِ راغب سے ظاہر ہے کہ **خاتَم** کے معنے "آخری" مجازی معنی ہیں۔ خداوند علیم وخبیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین قرار دیا ہے نہ کہ مجازی معنوں میں۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ اگر محض آخری نبی یا مطلق آخری نبی قرار دیئے جائیں تو پھر افضلیت کے معنی مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ محض آخری کے مقابلہ میں یہ معنی مجازی ہیں۔ اِس لئے یہ محض آخری کے ساتھ جمع

نہیں ہو سکتے۔ اور خاتم النبیین کا لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل النبیین ہونے پر دالّ ہے۔

غیر احمدی علماء کا خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین سے اِنکار

اُمّتِ محمدیہ میں کئی بزرگوں کو خاتم المحدّثین۔ خاتم المفسّرین یا خاتم الاولیاء وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ یہ بزرگ محدثیت۔ تفسیر دانی یا ولایت وغیرہ کے مرتبہ میں اکمل فرد ہیں۔ اور ان کی شاگردی اور پیروی میں انسان محدّث مفسّر اور ولی بن سکتا ہے۔ اِس لحاظ سے خاتم المحدّثین۔ خاتم المفسّرین یا خاتم الاولیاء کے معنے اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے افضل المحدّثین۔ افضل المفسّرین یا افضل الاولیاء وغیرہ قرار پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خاتم النبیین اِسی لئے قرار دیا ہے کہ آپؐ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور تمام انبیاء میں سے اکمل فرد ہیں۔ یعنی نبوت میں انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور چونکہ آپؐ کا زمانہ قیامت تک ہے۔ اِس لئے آئندہ کمالاتِ نبوّت و مقامِ نبوّت صرف آپؐ کی پیروی اور فیض سے ہی مِل سکتا ہے۔ لہذا خاتم النبیین کے ایک معنے یہ ہیں کہ آپؐ ہمیشہ ہمیش کے لئے افضل النبیین ہیں کیونکہ آپؐ نبوّت میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔

مولوی محمّد شفیع صاحب دیوبندی کو اپنی کتاب ختم النّبوۃ فی القرآن ص ۸۱، ۸۲ میں اور مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی کو اپنی کتاب ختم النّبوۃ کے صفحہ ۴۸ تا ۵۰ میں خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین سے انکار ہے۔ اِن دونوں

کے نزدیک خاتم النبیین کے حقیقی معنے صرف آخری نبی ہیں اور افضل النبیین یا کوئی اَور معنی مجازی ہیں ۔ یہ دونوں معنے ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے ۔ چنانچہ یہ دونوں صاحب لکھتے ہیں :۔

"خدا کے کلام کو کسی شاعرانہ مبالغہ یا مجاز پہ محمول قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ بلاضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار کرنا باجماع اصُول عربیت ناجائز ہے ۔"

مولوی محمد ادریس صاحب خاتم المحدّثین اور خاتم المفسّرین کے ضمن میں لکھتے ہیں :۔

"یہ محاورہ اسی مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ جہاں کسی کی افضلیت ثابت کرنی ہو ۔ اور ظاہر ہے کہ افضلیت جب ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ جب کمال اور افضلیت کا آخری اور انتہائی درجہ اس کے لئے ثابت کیا جائے ۔ چونکہ بندہ اس قسم کے الفاظ کو اپنے علم کے مطابق استعمال کرتا ہے اس لئے اس قسم کے الفاظ کو مبالغہ اور مجاز پر محمول کیا جاتا ہے ۔"

(ختم النّبوۃ صفحہ ۴۸-۴۹)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"یہ محاورہ یا تو بطور مبالغہ بولا جاتا ہے یا بطور تاویل کے کہ یہ اپنے زمانہ کے آخری محقّق اور آخری محدّث ہیں ۔" (ختم النّبوۃ صفحہ ۴۹)

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :۔

"اُس علیم و حکیم کا کلام تو حقیقت پر ہی محمول ہوگا"

پھر اپنی کتاب ختم النبوۃ صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں :-

"خاتم النبیین کے یہی (افضل النبیین ۔ ناقل) عرفی ۔ مجازی اور تاویلی معنی مراد لئے جائیں تو پھر آپ کی خصوصیت ہی کیا ہوئی؟ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بھی اس عرفی معنیٰ کے اعتبار سے خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں ۔"

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ اِن مولوی صاحبان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہونے سے انکار ہے ۔ اور وہ ان معنیٰ کو عُرفی اور مجازی قرار دیتے ہیں ۔ اور حقیقی معنی اس کے آخری نبی قرار دیتے ہیں ۔ ہم نے تفصیل سے اپنے اس مضمون میں بحث کی ہے ۔ کہ آخری نبی خاتم النبیین کے حقیقی معنے نہیں ۔ بلکہ مجازی معنے ہیں ۔ بہرحال ان مولوی صاحبان کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین مجازی ۔ عُرفی اور شاعرانہ مبالغہ ہیں ۔ اِس لئے آخری نبی اس کے حقیقی معنی قرار دے کر اُن کے ساتھ افضل النبیین کے معنوں کو وہ قبُول نہیں کرتے ۔ کیونکہ یہ معنی اُن کے نزدیک مبالغہ پر محمول ہیں ۔ اور خُدا تعالیٰ کا کلام شاعرانہ مبالغہ پر محمول قرار نہیں دیا جا سکتا ۔

اِس کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو دُرست ہے کہ خُدا تعالیٰ کے کلام کو مبالغہ پر محمول قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ اور خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین وغیرہ کے الفاظ بطور مبالغہ بھی کسی بزرگ کے لئے ایک انسان ان معنوں میں استعمال کر سکتا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں افضل فرد ہیں ۔ مگر خدا تعالیٰ کو مبالغہ کی

کیا ضرورت ہے ۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اِن معنوں میں قرار دیتا ہے کہ آپ نبوت کے مراتب کے حصول میں انتہائی کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ تو یہ کسی قسم کا مبالغہ نہیں ہوگا ۔ بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہوگا ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا ریب افضل النبیین ہیں ۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں ۔

مولوی محمد ادریس صاحب کے نزدیک اگر افضل النبیین معنے لئے جائیں تو جیسا کہ میں ان کی عبارت پیش کر چکا ہوں خاتم النبیین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی ۔ بلکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی اِن معنوں میں خاتم النبیین بن جاتے ہیں ۔

اِس کے متعلق عرض ہے کہ ہم اِس جگہ النبیین کا الف لام "استغراق" کا تسلیم کرتے ہیں ۔ اِس لئے مراد یہ لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں ۔ اور یہ خصوصیت نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ۔ اِس لئے یہ دونوں نبی ان معنوں میں خاتم النبیین قرار نہیں پا سکتے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں کوئی خلل پیدا نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ یہ دونوں نبی تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور نبوت میں انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے نہیں ۔ ان کو کوئی خاتم النبیین کہدے تو البتہ یہ شاعرانہ مبالغہ ہوگا ۔ اِسی لئے خدا تعالیٰ نے نہ ان دونوں نبیوں کو خاتم النبیین کہا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی کو ۔ کیونکہ افضل النبیین درحقیقت سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید الاصفیاء والاتقیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود باجود ہے لاغیر ۔

علّامہ فخرالدین رازیؒ صاف لکھتے ہیں :-

"اَلَا تَرٰی اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالسَّلَامُ۔" (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۴ مصری)

یعنی تم دیکھتے نہیں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم چونکہ خاتم النبیّین اس لئے تمام انبیاء علیہم السّلام سے افضل ہیں۔

پس افضل النّبِیّٖن کو خاتم النبیّین کے مجازی معنے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس سے ان مولوی صاحبان کو بھی انکار نہیں کہ مجازی معنے حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے وہ خاتم النبیین کے حقیقی معنے آخری نبی قرار دے کر افضل النبیین کے معنی کو شاعرانہ مبالغہ اور مجاز قرار دے کر ردّ کر رہے ہیں۔ مگر امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین قبول کر رہے ہیں اور آنحضرتؐ کے خاتم النبیّین ہونے سے آپؐ کے افضل النبیین ہونے کا استدلال کر رہے ہیں۔ اگر یہ معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ کے لوازم میں سے نہ ہوتے بلکہ صرف مجازی معنیٰ ہوتے تو وہ خاتم النبیین سے افضل النبیین کا استدلال نہ فرماتے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین

ماسوا اس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ختمِ نبوّت کو تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کی دلیل قرار دیا ہے۔ پس افضلیّت اس کے مجازی معنے نہ ہوئے

چنانچہ صحیح مسلم باب الفضائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں کہ :-

"فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ رواہ مسلم فی الفضائل۔" (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص۵۲۲)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ اوّل مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں۔ دوم رُعب سے نصرت دیا گیا ہوں۔ سوم میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا۔ چہارم میرے لئے ساری زمین عبادت گاہ اور تیمم کے ساتھ پاک کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔ پنجم میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ششم میرے ذریعہ انبیاء پر مُہر لگائی گئی ہے۔

اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے خاتم النبیین ہونے کو تمام انبیاء پر وجۂ فضیلت قرار دیا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کے نزدیک خاتم النبیین کا لقب آپؐ کی افضلیتِ تامہ برجمیع انبیاء کے معنوں پر بھی مشتمل ہے۔ اب مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب سوچ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے کن معنوں کو مدِّنظر رکھ کر

اپنی افضلیتِ تامّہ کی دلیل قرار دیا ہے؟ کیونکہ محض "آخری نبی" کے معنوں کے ساتھ تو افضلیت کے مفہوم کا جمع ہونا اِن علماء کے نزدیک ناجائز اور اصُولِ مسلّمہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ "آخری نبی" اُن کے نزدیک خاتم النبیّین کے حقیقی معنے ہیں۔ اور افضل النبیین اس کے مجازی معنے ہیں۔ اور مجازی معنے حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

ہم سے پوچھو تو ہمارا جواب یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ کے واسطہ سے مقامِ نبوت کا ملنا خاتم النبیین کے حقیقی معنی ہیں اور یہ معنی آپؐ کے جامع کمالاتِ انبیاء ہونے کا طبعی نتیجہ ہیں اس لئے آپ نے خاتم النبیین کے مقام کو تمام انبیاء پر اپنی فضیلتِ تامّہ کی دلیل قرار دیا ہے۔ اور "افضل النبیین" خاتم النبیین کے اِن حقیقی معنوں کے لوازم میں سے ہونے کی وجہ سے ایک لازمی معنے ہیں۔ نہ کہ مجازی معنیٰ۔

حدیث ہذا میں چھ وجوہِ فضیلت بیان ہوئی ہیں۔ جن میں آپ کی اُمّت بھی بالواسطہ اور ظلّی طور پر شریک ہے۔ چنانچہ اُمّت بھی جوامع الکلم۔ (قرآن مجید) رکھتی ہے۔ رُعب سے اُس کی نصرت کی گئی ہے۔ اموالِ غنیمت اس کے لئے حلال ہیں۔ ساری زمین اس کیلئے عبادت گاہ اور تیمم کے ساتھ پاک کرنے والی ہے۔ یہ چاروں باتیں اُمّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے حاصل ہیں۔ پانچویں بات تمام خلقت کی طرف مبعوث ہونا ہے۔ یہ بات مسیح موعود کو بالواسطہ حاصل ہے۔ خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہوں یا اُمّت کے اندر پیدا ہونے والا مسیح موعود مراد ہو۔ اب چھٹی صفت خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کا بھی اُمّت پر یہ

بالواسطہ اثر ہوگا۔ اور اُمّت کے اندر سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیض اور واسطہ سے ظلّیت اور وراثت کے طور پر نبی کا ہونا ممکن ہوگا۔ اور یہ نبی چونکہ خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کامل ظلّ ہوگا اسلئے ظلّی خاتم النبیین ہوگا جس طرح کہ نقش پیدا کرنے والی مُہر کے اثر سے جو نقش پیدا ہوتا ہے وہ بھی مُہر ہی کہلاتا ہے۔ مگر مجازی اور ظلّی طور پر نہ کہ حقیقی طور پر۔ کیونکہ اثرِ حاصل کو صاحبِ مفردات نے مجازی قرار دیا ہے۔ ظلّی خاتم النبیین کا مفہوم چونکہ حقیقتِ نبوت کا حامل ہوتا ہے اس لئے وہ کامل ظلّی نبی ہوتا ہے۔ جب تک خاتم النبیین کے یہ معنے تسلیم نہ کئے جائیں۔ افضلیتِ تامّہ بر انبیاء کے لئے خاتم النبیین کا مقام دلیل نہیں ہوسکتا۔ ولایت کا مقام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے آنے والے انبیاء کے فیض و اثر سے بھی اُن کے اُمّتیوں کو ملتا رہا ہے۔

غیر احمدی علماء سے ایک اہم سوال

امام راغب علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق جو لغتِ قرآن کے مستند امام ہیں۔ ختم کے معنے آخری یا بند کرنا یا ختم کرنا (دیکھو مفرداتِ راغب زیر لفظ ختم) سب کے سب مجازی معنے ہیں۔ لیکن مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب محض تحکّم سے "آخری نبی" کے معنوں کو حقیقی معنے قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اب اُن کا فرض ہے کہ وُہ بتائیں۔ اگر خاتم النبیین کے حقیقی معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک محض آخری نبی ہیں تو پھر آپ نے اپنے اس مرتبہ کو افضلیّت بر انبیاء کی دلیل کس طرح قرار دیا ہے؟ اور کن معنوں کو مدّنظر رکھ کر ان معنوں سے

افضلیّتِ تامّہ کا مفہوم اخذ فرمایا ہے ؟ کیونکہ محض "آخری نبی" کے معنوں سے تو یہ افضلیّتِ تامّہ کا مفہوم اخذ نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ "آخری نبی" کے معنوں کے ساتھ افضلیّتِ تامّہ کے مجازی معنی جو اِن علماء کے نزدیک شاعرانہ مبالغہ ہیں جمع ہو سکتے ہیں ۔

یہ وہ سوال ہے جس کا جواب دینا اب اِن علماء پر واجب ہے ۔ مگر مَیں بڑے وثوق اور کامل یقین سے کہتا ہوں کہ یہ علماء اپنے اِس مسلک پر قائم رہ کر اس سوال کا کوئی حل پیش نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ اپنے مسلک کے لحاظ سے وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہیں کہ خاتم النبیین کے معنیٰ حقیقی چونکہ محض "آخری نبی" ہیں نہ کچھ اَور ۔ اِس لئے خاتم النبیین کا لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیّتِ تامّہ بر انبیاء کی دلیل نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ افضل النّبیّین کے معنے آخری نبی کے معنوں کے بالمقابل ان علماء کے نزدیک مجازی معنیٰ ہیں ۔ اور مجاز کا حقیقت کے ساتھ جمع ہونا مسلّمہ طور پر محال ہے ۔ پس جب تک وہ اپنے اِس مسلک کو نہ چھوڑیں فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ والی حدیث کی بناء پر جو سوال پیدا ہوتا ہے، اس کا کوئی حل اُن کے پاس موجود نہیں ۔

اب میرا اِن علماء کو دردمندانہ مشورہ ہے کہ وہ خاتم النّبیّین کے لقب کے افضل النّبیّین کے معنوں پر مشتمل ہونے سے انکار نہ کریں ۔ کیونکہ یہ خاتم النّبیین کا ہی لقب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیّتِ تامّہ بر جمیع انبیاء کا روشن ثبوت ہے ۔ اور اِسی بناء پر علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :-

" اَلَا تَرٰی اَنَّ رَسُوْلَنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوَاتُ وَالسَّلَامُ ۔" (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۱ مصری)

یعنی تم دیکھتے نہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں اس لئے آپؐ سب نبیوں سے افضل ہیں۔

محققین علماء اور ائمہ کو کبھی اپنی بات کی غلطی ظاہر ہو جانے پر اُس سے رُجوع کرنے میں تامّل نہیں ہوا۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب بھی اسی شیوہ کو اپنا دستور العمل بنائیں گے۔

اَب میرے اِس سوال کے مقابلہ میں اِن علماء کے سامنے صرف دو راستے کھلے ہیں۔

راہِ اوّل یہ ہے کہ وہ مفرداتِ راغب کے خَتْم کے حقیقی معنے تاثیر الشیٔ کے مطابق خَاتَمَ النَّبِیِّیْن کے حقیقی معنے جامع جمیع کمالاتِ انبیاء اور نبوت میں انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے اور اپنی تأثیر و افاضہ میں تمام نبیوں میں سے کامل فرد تسلیم کرلیں۔ آپؐ کے افاضہ کا کمال چاہتا ہے کہ آپؐ کی پیروی میں آپؐ کا اُمتی آپؐ کی ظلّیت میں مقامِ نبوت پا سکتا ہو۔ کیونکہ ولایت کا مقام تو سابقہ انبیاء کے افاضہ سے بھی مِل سکتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک اُن میں سے خاتم الاولیاء تھا۔ اگر یہ معنے وہ اختیار کرنے کے لئے تیار ہوں تو اُن پر واضح ہو کہ اِن حقیقی معنوں کے ساتھ آخری نبی کے معنی بھی بطور لازم معنی کے اس مفہوم میں جمع ہو سکتے ہیں۔ کہ آپ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ لیکن اگر وہ یہ راستہ

(شانِ خاتم النبیین صفحہ ۱۲)

جو صحیح اور حقیقی راستہ ہے اختیار نہ کرنا چاہیں اور خاتم النبیین کے یہ لغوی اور حقیقی معنی تسلیم نہ کریں تو پھر اُن کے لئے **دُوسری** راہ یہ کھُلی ہے کہ خاتم الانبیاء کے معنی "آخری نبی" بمفہوم آخری شارع اور آخری مستقل نبی بطور مجازی معنی کے تسلیم کرلیں ۔ ان معنوں کے ساتھ افضل النبیین اور جامع جمیع کمالاتِ نبوّت کے معنی بطور عمومِ مجاز کے جمع ہو سکتے ہیں ۔ کیونکہ جو افضل النبیین ہوگا وہ بہرحال جامع جمیع کمالاتِ نبوّت اور آخری شارع اور مستقل نبی ضرور ہوگا ۔ یہ سب مجازی معنے اکٹھے خاتم النبیین کی حقیقتِ شرعیہ بنانے والے تسلیم کرلیں ۔ جب خدا تعالیٰ نے خَتْم مصدر کے مشتقات قرآن مجید کی دُوسری آیات میں مجازی معنوں میں بھی استعمال کئے ہیں تو اس جگہ **خاتم** کا مجازی معنوں میں استعمال تسلیم کرنے میں انہیں کوئی دِقّت نہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے **خاتم النّبیّین** کے معنی افضل النبیین اور نبوّت میں انتہائی کمال پر پہنچنے والا نبی میں کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں ۔ بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے ۔ اور محض " آخری نبی " ناقص معنی ہیں ۔ کیونکہ یہ بالذات کسی فضیلت پر دال نہیں ۔ کیونکہ آخری ہونا بالذات کسی فضیلت کو نہیں چاہتا ۔ ہاں آخری شارع اور آخری مستقل نبی کا مفہوم چاہتا ہے کہ ایسا نبی افضل النبیین ہو ۔ اور اس کے بعد غیر مستقل نبی یا ظلّی نبی کا آنا ممتنع نہ ہو ۔ یہ سارے معنی مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ رُوحانیہ کا کمال چاہتے ہیں جس کے نتیجہ میں آپؐ کے ایک کامل پیرو کے لئے نبوّتِ ظلّیہ یا غیر مستقلہ نبوت کا مقام پانا ممکن ہوگا ۔

(مقام خاتم النبیین صـ ۱۴۳)

اِن دونوں راہوں میں سے جو راہ آپ اختیار کریں، نتیجہ میں آپ

اس سچائی تک پہنچ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نبوت کا مقام مل سکتا ہے۔ اور مسیح موعود کو حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوّتِ غیر مستقلہ اور ظلیہ کے لحاظ سے ہی نبی اللہ قرار دیا ہے۔ مستقل نبی تو بموجب حدیث لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ آ نہیں سکتا۔ اگر یہ علماء ان دونوں راستوں کو چھوڑ دیں تو پھر میرا دعویٰ ہے کہ اُن کے پاس اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے میرے سوال کا جو حدیث فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ کی بناء پر پیدا ہوتا ہے کوئی حل موجود نہیں۔

خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے حقیقی معنیٰ کے لوازم اور خاتم النبیّین کی حقیقتِ شرعیہ

ہماری تحقیق میں خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے حقیقی معنی نبوّت میں مؤثر وجود کو بعض اور معانی بھی لازم ہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبوّۃ ہیں۔ یعنی ایسے نبی ہیں جن پر تمام کمالاتِ نبوّت منتہی ہو گئے اور کوئی کمال نبوّت کا ایسا باقی نہیں رہا جو آپ کی ذات میں نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے افضل النّبیین ہونا آپ کے خاتم النبوّۃ ہونے کو ذاتی طور پر لازم ہے۔ پھر جو نبی اس کمال کا ہو اُس کا زِیْنَۃُ النَّبِیّٖنَ ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السّلام ایسے باکمال فرد کو اپنے گروہ میں پا کر بالضرور اُس سے زینت پاتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ آپؐ ان معنوں میں آخر الانبیاء بھی ہیں

کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ اِس لئے یہ بھی خاتم النبیین کے معنوں کو بدلالتِ التزامی لازم ہیں۔ (لزوم بدلالتِ التزامی کی دلیل آگے بیان ہوگی) ہمارے نزدیک یہ سارے حقیقی اور لازمی معانی مل کر خاتم النبیین کی حقیقتِ شرعیہ بناتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حقیقی اور کامل خَاتَمَ النَّبِیّٖن مانتی ہے!

پس جو شخص اور جو جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اِن تمام معنوں میں خَاتَمَ النَّبِیّٖن مانتی ہے وہی آپ کو درحقیقت کامل اور حقیقی خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ ورنہ مُنہ سے کامل اور حقیقی خاتم النبیین ماننے کا دعویٰ تو وہ بھی کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین محض آخری نبی کے معنوں میں مانتے ہیں جو معنے کہ بالذّات افضلیّت اور جامعیّتِ کمال کے متقاضی نہیں۔ بلکہ اِن معنوں کو حقیقی قرار دے کر ان سے جامعیتِ کمالات اور افضلیّت کے معنے اخذ کرنا اُصولِ مسلّمہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ محض "آخری نبی" کے مقابلہ میں یہ معنی مجازی ہیں۔ جیسا کہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور مولوی محمد ادریس صاحب کو مُسلّم ہے۔

آخر الانبیاء کے لازمی معنوں کا ثبوت بدلالتِ التزامی

خاتم النبیین کے معنے آخر الانبیاء اس مفہوم میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی ہیں بدلالتِ التزامی یوں ثابت ہیں کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ مائدہ ع ۱)

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا ہے (اور اس لحاظ سے) میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔ اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا ہے۔

پس جب دینِ محمدیؐ اکمل اور اتم ہوا تو یہ امر اس بات پر دلالت کریگا کہ اب اس دین کے بعد کسی نئے دین اور نئی شریعت کی ضرورت نہ ہوگی۔ جب نئے دین اور نئی شریعت کی حاجت نہ رہی تو پھر کسی شارع نبی کی بھی حاجت نہ رہی۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا۔ چونکہ شریعتِ کاملہ آجانے کی وجہ سے کمالاتِ نبوّت کے حصول کے لئے اب شریعتِ محمدیہؐ کی پیروی کا واسطہ شرط ہوگا۔ لہذا کوئی مستقل نبی بھی اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نہیں آسکتا۔ حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ کی دلالت بھی اسی بات پر ہے جیسا کہ اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲ سے دکھایا جا چکا ہے کہ اس کے "معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ کوئی نبی شرعِ ناسخ نہیں لائے گا" اور شیخ اکبر حضرت

محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اِس حدیث سے مُراد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہیں۔ نہ یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

"بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرْعِیْ"۔
بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب کبھی کوئی نبی ہوگا میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص۳)

مولانا محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :۔

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تو تب تو خاتمیتِ زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزومِ خاتمیتِ زمانی بدلالتِ التزامی ظاہر ہے"۔
(تحذیر النّاس ص۹)

یعنی یا تو خاتم کو عام اور مطلق قرار دے کر رُتبی اور زمانی خاتمیت دونوں کو جمع مانو یا پھر خاتم النبیین کے معنی حقیقی خاتمیتِ رُتبی یعنی نبوت میں مُؤثر وجود قرار دو۔ اور خاتمیتِ زمانی کو بدلالتِ التزامی اِن معنوں کے ساتھ بطور لازمی معنوں کے تسلیم کرو۔" مگر خاتمیت زمانی آپ کے نزدیک ایک محدود[عہ] معنوں میں ہے۔ کیونکہ آپ مسیح نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں۔

خاتَم النّبیین کی دُوسری قِرأت

خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کی ایک دُوسری قِرأت خَاتِمَ النَّبِیّٖنَ خاتم کی تاء کی زیر سے بھی آئی ہے۔ گو یہ قرأت متواترہ نہیں اور نہ یہ کسی صحابی سے

عہ یہ معنی آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی ہیں۔ منہ

مروی ہے تاہم ہمیں اس کا بھی بہت احترام ہے ۔ یہ قرأت بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے ۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ اس کا اثر معلوم کریں گے ۔ اب میں اس قرأت کی حقیقت بیان کرتا ہوں ۔

میں مصدر خَتم کے مفردات راغب سے حقیقی معنے بیان کرتے ہوئے یہ بتا چکا ہوں کہ لفظ خَاتَمْ تاء کی زبر سے ہو یا خَاتِم تاء کی زیر سے دونوں کا مصدر خَتْم ہے ۔ خَاتَم تاء کی زبر سے اسم آلہ ہے اور خَاتِم تاء کی زیر سے اسم فاعل ہے ۔ گو مصدر سے ان کا اشتقاق کرتے ہوئے ان کی بناوٹ میں یہ فرق ہے مگر انجام اور نتیجہ کے لحاظ سے ان دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ۔

اگر خاتَم بفتحِ تاء کے معنے مصدری معنے کے لحاظ سے تاثیر کا ذریعہ ہیں تو خَاتِم بکسرِ تاء کے معنے بلحاظ اسم فاعل تاثیر کرنے والا ہیں ۔ ٹھیٹھ اُردو زبان میں خَاتَمُ النَّبِیّیْن کے معنی نبیوں کی مُہر ہیں تو خَاتِمُ النَّبِیّیْن کے معنی مُہر کرنے والا یا صاحبِ خاتم یعنی مُہر والا نبی ہیں ۔ پھر خَاتَم بفتحِ تاء کے مجازی معنے مفرداتِ راغب کے بیان کے مطابق بندش ۔ روک اور آخری ہیں تو خَاتِم بکسرِ تاء کے مجازی معنے ختم کرنے والا ہیں ۔

لہٰذا حقیقی اور مصدری معنوں کے لحاظ سے دونوں قرأتوں کا مفہوم یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تاثیرِ قدسیہ کے ذریعہ نقوشِ انبیاء کو جن کو آپ اپنی ذات میں جمع رکھتے ہیں دوسرے شخص میں منعکس کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں ۔ اور آپؐ کی کامل پیروی سے اور آپؐ کی محبت میں فنا ہو کر آپؐ کا ایک کامل اُمتی مقامِ نبوت کو بطور موہبتِ الٰہی حاصل کر سکتا ہے ۔

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ جماعتِ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین مانتی ہے اور تمام لازمی معنوں میں بھی خاتم النبیین مانتی ہے۔ اِس قرأت کے حقیقی معنوں کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے مجازی معنے تو جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں بدلالتِ التزامی تمام شارع اور مستقل نبیوں کو ختم کرنے والے معنیٰ بطور لازمی معنوں کے جمع ہو جاتے ہیں۔ میں بتا چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاتمیتِ زمانی کا مفہوم کئی بزرگانِ ملّت نے یہی قرار دیا ہے۔ لیکن جو لوگ یہ مفہوم قرار نہ دیں، اُن کو خَاتِمَ النَّبِیّٖنَ کی قرأت کے لحاظ سے تمام نبیوں کو ختم کرنے والے معنے کرنے پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلحاظ حقیقتِ لُغویہ کے حقیقی خاتم النّبیّین نہیں مانتے۔ کیونکہ خَتْم مصدر کے معنے ختم کرنا محض مجازی ہیں۔ اور خَاتِم یعنی ختم کرنے والا معنیٰ بالذّات افضلیّت بر انبیاء کے متقاضی نہیں۔ افضلیّت بر انبیاء تو حقیقی معنوں کو لازم ہے۔

غیر احمدی علماء کے معنوں کا مفاد

نیز اگر غیر احمدی علماء اِس قرأت کے معنے تمام نبیوں کو ختم کرنے والا قرار دیں اور خاتم النبیین بفتح تاء کی قرأت کے معنے محض "آخری نبی" کریں تو اِن دونوں معنوں کا مفاد یہ ہوتا ہے کہ یہ معنے مسیح نبی اللہ کی آمد کی پیشگوئی کو جھٹلانے کے مترادف ہیں۔ کیونکہ اِن دونوں قرأتوں کا مشترک مفاد یہ ہے کہ کوئی نبی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا۔ نہ پہلا اور نہ

پچھلا ۔ آخری نبی سے مُراد تو غیر احمدی علماء پیدائش کے لحاظ سے "آخری نبی" کی تاویل کر کے کہہ دیتے ہیں کہ نیا نبی نہیں آسکتا ۔ پُرانا آسکتا ہے ۔ لیکن دُوسری قرأت کے معنے تمام نبیوں کو ختم کرنے والا لے کر اب یہ توجیہہ بھی کام نہیں دے سکتی ۔ کیونکہ اِس قرأت سے پیدائش کے لحاظ سے آخری نبی سے بڑھ کر یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اب کسی اَور نبی کا اِس دُنیا میں کوئی حصّہ باقی نہیں ۔ یہ دُوسری قرأت ان کی اِس توجیہہ کو باطل کر دیتی ہے کہ کوئی پہلا نبی آسکتا ہے ۔ لہذا اب انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح موعود محض ظلّی نبی ہے ۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ہی بہ پیرایۂ جدید ایک تجلّی ہے ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دوسرے تمام نبیوں کی نبوّت کو ختم کیا ہے نہ کہ اپنی نبوت کو بھی ۔ اگر آپؐ نے اپنی نبوّت کو بھی ختم کیا ہوتا تو پھر تو معاذ اللہ آپؐ خود بھی نبی نہ رہتے اور اپنے بعد آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے مسیح کو بھی نبی اللہ قرار نہ دیتے ۔

تیسری قرأت

خَاتَمَ النَّبِيِّيْن کی ایک تیسری قرأت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

"لٰكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّيْنَ ۔"

اِس قرأت کے حقیقی معنے میری اُوپر کی تحقیقات کے لحاظ سے یہ ہونگے کہ آپؐ وہ نبی ہیں جنہوں نے اپنے اثر اور فیض سے انبیاء کو مقامِ نبوّت تک پہنچایا ہے ۔ یا دُوسرے لفظوں میں اُن کی نبوّت پر مُہرِ افاضہ لگائی ہے ۔

اور اس کے لازمی معنے یہ ہوں گے کہ آپ نے تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے ۔ "تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے" اس کے محض مجازی معنے ہونگے جو حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ۔ یہ معنے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ الآیۃ اور حدیث اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ کے صریح خلاف ہیں ۔ نیز یہ معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء پر بالذات فضیلت پر دال نہیں ہو سکتے اس لئے درست نہیں ۔

اگر اس جگہ "تمام نبیوں کو ختم کیا" مجازی معنے ہی مراد لئے جائیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اُمتِ محمدیہ میں نہیں آسکتے ۔ کیونکہ وہ تو سب نبیوں کے ساتھ ہی ختم ہو گئے ۔ اس دُنیا میں اب اُن کا کوئی حصہ باقی نہ رہا ۔ اگر کچھ حصہ باقی ہو تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ختم نہیں کر سکے ۔ اس طرح تو ختم نبوت کے ان معنوں پر زد پڑتی ہے کہ معاذ اللہ وہ عمل میں ناقص رہی ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبی تو ختم تھے ہی صرف ایک نبی بقول غیر احمدی علماء کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں باقی تھے ۔ مگر وہ آپ سے ختم نہ ہو سکے ۔ پس اس قرأت کے "ختم کیا" معنے بیشک لو ۔ مگر یاد رکھو اس قرأت میں چونکہ ماضی کا صیغہ ہے اس لئے گزرے ہوئے انبیاء کو تو پورے طور پر ختم مانو ۔ ان کی شریعتوں کو بھی اور ان کی جسمانی حیات کو بھی ۔ پھر آپ کو سمجھ آسکتی ہے کہ آنے والا مسیح موعود اُمتی نبی صرف اور صرف خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی سے ہی مقامِ نبوت پانے والا ہے ۔ اور اس کی یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پرتو اور عکس ہے ۔ جو دراصل آپ کی ہی نبوت کی ایک جدید پیرایہ میں

تجلی ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی نبوت کو ختم نہیں کیا۔ پس اس کی تجلّیات قیامت تک مختلف مظاہر میں حسب استعداد قابلہ متجلّی ہو سکتی ہیں۔

فتاویٰ پر علماء کی مُہروں کا اثر

علماء کی فتاویٰ پر جو مُہریں ثبت ہوتی ہیں اُن کے ذریعہ اُن فتووں کی تصدیق اُن کا جاری کرنا اور مستند کرنا مقصود ہوتا ہے۔ نہ اُن فتووں کا بند کرنا۔ اِس سے بھی یہ ظاہر ہے کہ مُہر کی اصل حقیقت میں تاثیر کے معنوں کا بڑا دخل ہے۔ پس کیا یہ عجیب بات نہیں کہ علماء کی مُہریں تو فتاویٰ کو جاری کرتی ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہرِ نبوت کو نبوت کا بند کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ مفردات میں بند کرنا ختم کے مجازی معنے ہیں۔ پس چونکہ مُہر کی تاثیر تصدیق کرنا اور مستند کرنا بھی ہے۔ اِس لئے خاتم النّبیّین کے یہ معنے بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمام نبیوں کے مصدّق ہیں۔ اور اُن کی نبوّتیں آپ کی مُہرِ نبوت سے مستند ہیں۔ اور آئندہ بھی کوئی نبی آپؐ کی سند اور فیضان اور تصدیق کے بغیر ظاہر نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا رومؒ اور خاتم النّبیّین کے معنی

سرتاجِ صوفیاء حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی کی جلد ششم میں خاتم کے حقیقی معنیٰ بایں طور بیان فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود
مثلِ او نے بود نے خواہند بود

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ سخاوت یعنی افاضۂ رُوحانیہ میں نہ آپ جیسا کوئی ہُوا ہے نہ ہوگا۔ اِس لئے گویا جامعیتِ کمالات اور افاضۂ رُوحانیہ خاتم النبیین کے معنے ہیں۔ یہی حقیقی معنے ہیں۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جُود و سخا اور افاضۂ رُوحانیہ اُمتی کو صرف ولایت کے مقام تک ہی پہنچا سکتا ہو تو یہ کمال تو پہلے انبیاء کو بھی حاصل تھا۔ کیونکہ اُن کے افاضہ اور اثر سے کئی ولی اور محدّثین پیدا ہوئے۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ افاضۂ رُوحانیہ میں آپؐ جیسا نبی نہ کوئی ہُوا ہے نہ ہوگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے افاضۂ رُوحانیہ کا کمال یہ ہے کہ آپؐ کی شریعت کی کامل پیروی اور آپؐ کے افاضہ کے واسطہ سے آپؐ کا ایک اُمتی مقامِ نبوّت بھی پا سکتا ہے۔

پھر آگے فرماتے ہیں ؎

چونکہ در صنعت بُرد استاد دست

تو نہ گوئی ختمِ صنعت بر تو است

یعنی جب کوئی کاریگر اپنی صنعت میں انتہائی کمال کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اَے مخاطب! کیا تُو نہیں کہتا کہ تجھ پر کاریگری کی مُہر لگ گئی ہے۔ یعنی تجھ پر کاریگری کمال کو پہنچ گئی ہے۔

خاتم النبیین کے حقیقی معنوں یعنی افاضۂ رُوحانیہ کا نتیجہ بھی مولانا رومؒ کے ذیل کے شعر سے خوب واضح ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

مکر کُن در راہِ نیکو خدمتے ۔ تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

(مثنوی دفتر پنجم ص۵۳ شائع کردہ مولوی فیروزالدین صاحب)

یعنی اے انسان! نیکی کی راہ میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کوئی ایسی خدمت بجا لا کہ تجھے اُمّت کے اندر نبوت مِل جائے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے خاتم النّبیّین کے یہ معنے کئے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے"۔ بالکل اسی طرح حضرت مولینا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے آپ کو ایسا صانع قرار دیا ہے جس پر صنعت انتہائی کمال کو پہنچ گئی ہے اور جس کی شریعت کی پیروی سے اُمّت کے اندر نبوت مل سکتی ہے۔

خاتم النّبیّین کے معنی "نبیوں کی زینت" سے غیر احمدی علماء کا اِنکار

مولوی محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ اور مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو اس بات پر شدت سے اصرار ہے کہ خاتم الانبیاء کے معنی آخری نبی حقیقی معنے ہیں۔ لہٰذا اس کے معنی نبیوں کی زینت نہیں ہو سکتے۔ مولوی محمد ادریس صاحب کو تو صرف انکار پر اصرار ہے مگر مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی تو اِن معنوں کو قرآن پر افتراء قرار دیتے ہیں۔ (ختم النبوۃ فی القرآن صفحہ ۵۳)

پھر صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں:۔

"غرض کوئی جاہل سے جاہل بھی اس قسم کی تحریفات ماننے پر تیار نہیں ہو سکتا"۔

اب ذرا مولوی محمد شفیع صاحب کے اِس بیان کی حقیقت ملاحظہ ہو۔ تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے :-

"هُوَصَارَ كَالْخَاتَمِ لَهُمُ الَّذِىْ يَخْتِمُوْنَ بِهٖ وَ يَتَزَيَّنُوْنَ بِكَوْنِهٖ مِنْهُمْ"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے لئے خاتَم کی طرح ہیں جس کے ذریعہ نبیوں پر مُہر لگائی جاتی ہے۔ اور وہ نبی اس وجہ سے زینت پاتے ہیں کہ آپ ان انبیاء کے گروہ کا ایک فرد ہیں۔

پھر امام زرقانی علیہ الرحمۃ شرح المواہب اللدنیہ میں خَاتَمَ النَّبِيّٖن کے معنی لکھتے ہیں :-

"فَمَعْنَاهُ اَحْسَنُ الْاَنْبِيَاءِ خَلْقًا وَخُلْقًا لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الْاَنْبِيَاءِ كَالْخَاتَمِ الَّذِىْ يُتَجَمَّلُ بِهٖ"

(زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ مصری)

یعنی خاتَم النّبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری اور رُوحانی بناوٹ اور اخلاق میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ کیونکہ آپؐ جمال الانبیاء ہیں اُس انگشتری کی مثل جس سے زینت و جمال حاصل کیا جاتا ہے۔

اب یہ علماء بتائیں کہ کیا ان دونوں بزرگوں نے قرآن مجید پر افتراء کیا ہے؟ کیونکہ یہ دونوں بزرگ علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو نبیوں کی زینت

یا جمال الانبیاء قرار دے رہے ہیں۔

ہاں یہ یاد رہے کہ میرے نزدیک زینت کے معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنی جامع جمیع کمالاتِ انبیاء سے ماخوذ ہیں۔ نبیوں کی زینت اور جمال الانبیاء ہونا تو دراصل اس جامعیت کا ہی طبعی نتیجہ ہے۔ انگشتری کی مثال صرف مضمون کو قریب الفہم کرنے کے لئے دی جا سکتی ہے۔

علماء خاتم النبیین کے تاویلی اور مجازی معنوں کے قائل ہیں

مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی محمد ادریس صاحب خاتم النبیین کے معنی محض آخری نبی حقیقی معنی قرار دیتے ہیں۔ مگر تفسیر رُوح المعانی کے مصنف علامہ الوسیؒ اپنی تفسیر میں زیرِ آیت خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ لکھتے ہیں:-

"اَلْخَاتَمُ اٰلَةٌ لِمَا يُخْتَمُ بِهٖ كَالطَّابَعِ لِمَا يُطْبَعُ بِهٖ فَمَعْنٰى خَاتَمِ النَّبِيّٖنَ الَّذِىْ خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ وَمَآلُهٗ اٰخِرُ النَّبِيّٖنَ"

یعنی خَاتَمْ اسم آلہ ہے جس سے مُہر لگائی جاتی ہے۔ جیسا کہ طابع جس سے نقوش پیدا کئے جاتے ہیں۔ پس خاتم النّبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے ذریعہ انبیاء پر مُہر لگائی گئی ہو۔ اور تاویل اس کی آخر النّبیین ہے۔

پھر تفسیر ابنِ جریر میں علامہ طبری جزو ۲۲ صلا پر رقمطراز ہیں:-

"وَلٰكِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيّٖنَ الَّذِىْ

خَتَمَ النُّبُوَّةَ فَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تُفْتَحُ لِاَحَدٍ بَعْدَهٗ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ بِنَحْوِ الَّذِیْ قَالَ اَھْلُ التَّاوِیْلِ ۔"

ترجمہ :۔ لیکن آپؐ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ نے نبوت پر مُہر کر دی ہے ۔ اس لئے وہ آپؐ کے بعد کسی کیلئے قیامت تک نہیں کھولی جائے گی ۔ جس طرح کہ اہلِ تاویل نے کہا ہے ۔

پھر تفسیر بیضاوی کے حاشیہ پر لکھا ہے :۔

"فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَی الْبُلُوْغِ وَ الْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنیً مَجَازِیٌّ ۔"

یعنی خَتْم کا استعمال بلوغ الآخر (آخری) اور بند کرنے کے معنوں میں مجازی معنوں کے لحاظ سے ہے ۔

(دیکھو حاشیہ بر آیت خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ)

امام راغبؒ نے بھی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کی مثال دے کر ختم کا استعمال منع اور بندش کے معنوں میں مجازی قرار دیا ہے ۔

اِن تفاسیر سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے حقیقی معنیٰ آخری نبی نہیں بلکہ یہ صرف تاویلی معنے ہیں ۔ جماعتِ احمدیہ حقیقی معنوں کی بھی قائل ہے جو جامعیتِ کمالات اور افاضۂ کاملہ ہیں ۔ آخر الانبیاء کے تاویلی معنوں کو بھی بطور لازم معنی کے مانتی ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شارع اور آخری مستقل نبی یقین کرتی ہے ۔

بندش والی مُہر پچھلوں پر لگ سکتی ہے!

اِن حوالہ جات سے یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ خاتم النّبیین کے حقیقی معنی تو نبیوں کی مُہر ہیں۔ مگر اس مُہر کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ آپؐ نے نبیوں کو بالکل بند کر دیا ہے یہ مُہر کسی کے لئے نہیں کُھلے گی۔ مگر تعجّب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے لئے یہ لوگ پھر اس مُہر کو کھول لیتے ہیں۔ اور اس طرح ختم نبوت کی مُہر کا جو اُن کی نبوّتِ مستقلہ پر لگی ہوئی ہے ٹوٹ جانا تسلیم کر لیتے ہیں۔

مولوی محمد ادریس صاحب نے اپنی کتاب میں خاتم النبیین بمعنی نبیوں کی مُہر کو اسی طرح بند کرنے والی قرار دیا ہے۔ اب اگر یہ مُہر اس طرح بند کر رہی ہے کہ جو اس کے اندر آ گئے وہ قیامت تک نہیں نکل سکتے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا آنا محال ماننا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نبی اللہ کی آمد کی جو خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم میں مروی ہے۔ اور جس میں آپ نے چار دفعہ اس مسیح کو نبی اللہ قرار دیا ہے اس سے بموجب حدیث صحیح بخاری اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ امتی فرد ہی مُراد ہو سکتا ہے۔ جو اُمتی نبی کی حیثیت میں اُمت کا امام ہوگا۔ بندش کی مُہر تو صرف اُن نبیوں کے لئے تسلیم کی جا سکتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے اور جو مستقل اور شارع نبی تھے۔ کیونکہ بندش والی مُہر خارج میں پائی گئی اشیاء پر لگتی ہے نہ کہ مقدرہ اشیاء پر۔ اگر بعد والا اُمتی نبی جو اُمت کا مسیح موعُود ہے وہ بھی اس مُہر کے اندر بند ہو چکا ہوتا تو پھر اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی اللہ کیوں قرار دیتے؟

مولوی شبیّر احمد صاحب عثمانی کے نزدیک خاتم النبیّین کے حقیقی معنیٰ!

مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی رُتبی اور زمانی دونوں معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:۔

"بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رُتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور جن کو نبوت ملی ہے آپؐ کی مُہر لگ کر ملی ہے۔"

(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

اِس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف خاتم النبیین کے معنیٰ مُہر لے کر اس کی تاثیر اور فیض رسانی سے تمام انبیاء کا مقامِ نبوّت تک پہنچنا تسلیم فرماتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مُہر کی فیض رسانی آپؐ کے عالمِ جسمانی کے ظہور پر کیوں بند ہو گئی ہے؟ شریعت کاملہ آجانے کی وجہ سے اگر شارع نبی کا آنا محال ہے تو غیر تشریعی نبوّت کے مقام پر فائز کرنے میں اِس مُہر کے عمل میں اب کیوں روک پیدا ہو گئی اور کیوں ختمِ نبوت کے مرتبی معنوں کا اثر آئندہ کے لئے رُک گیا ہے؟ حضورؐ کے عالمِ جسمانی میں ظہور پر قیامت تک کے لئے یہ خاتمیتِ مرتبی کی مُہر کیوں عمل نہیں کر سکتی؟ خاتمیت زمانی سے امام علی القاری علیہ الرحمۃ کی طرح کیوں یہ مُراد نہ لی جائے کہ آپؐ صرف شارع اور مستقل انبیاء کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ کے لئے حقیقی معنوں میں کامل خاتم النّبیّین ہیں تو خاتمیتِ مرتبی کا فیضان یعنی مُہر سے نبی بنانے کا فیضان بھی جاری رہنا چاہیئے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور نبوت رحمتِ الٰہی ہے۔ پس آپؐ کے ذریعہ یہ رحمت بند نہیں ہوسکتی۔ اُمّت کو بہرحال اس سے ورثہ ملنا ہی چاہیئے۔

مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے ایک سوال کا جواب

مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کا یہ سوال کہ اگر رحمۃ للعالمین کے یہ معنٰی ہیں تو پھر شریعت کیوں بند ہوگئی؟ قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے سوچا نہیں کہ نئی شریعت تب آتی ہے جب پہلی شریعت زمانہ کی ضرورت کے لئے کافی نہ رہے یا اس میں تحریف و تغیّر سے بگاڑ پیدا ہو جائے۔ مگر نبی اس وقت آتا ہے جب قوم میں سخت بگاڑ پیدا ہو جائے۔ چونکہ شریعتِ محمدیہؐ اکمل شریعت ہے اور حسبِ وعدہ الٰہی قیامت تک محفوظ ہے۔ اس لئے نئی شریعت کا آنا ایک لغو فعل اور تحصیل حاصل ہے۔ لیکن اُمّت کی حفاظت کا اس طرح وعدہ نہیں بلکہ اس کے خطرناک بگاڑ کی پیشگوئیاں موجود ہیں یہاں تک کہ اس کے بالشت دربالشت عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ہو جانے کی خبر دی گئی ہے تو نبوت کی رحمت رحمۃ للعالمین کی آمد سے کیوں بند ہو؟ غیر تشریعی نبوت کے لئے تو رحمۃ للعالمینؐ دروازہ ہیں۔

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کی تفسیر ازروئے قرآن مجید

چونکہ بعض علمائے اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کی تاثیر کو حضورؐ کے عالمِ جسمانی میں ظاہر ہونے پر بند اور منقطع قرار دینے والے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتیوں کے لئے آپ کی اس تاثیرِ قدسیہ کے جاری رہنے کا اعلان خود فرما دیا ہے، اور اس طرح ختمِ نبوت کے مُثبت پہلو یعنی خاتم النّبیین کے حقیقی معنے کی تفسیر خود بیان فرما دی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝" (سورۃ النساء ع ۹)

ترجمہ:۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور الرسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے وہ شرف و مرتبہ میں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں میں سے۔ صدیقوں میں سے۔ شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ہیں بلحاظ رفیق ہونے کے (ان کی رفاقت اعلیٰ قسم کی ہوگی جو شرف اور مرتبہ کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ ادنیٰ قسم کی ظاہری معیّت) یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے اور کافی ہے اللہ خوب جاننے والا۔

اِس جگہ ساتھ ہونے سے مراد انعام پانے میں ساتھ ہونا ہے جو معیّتِ رُتبی پر دال ہے۔ پس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے نبوت۔ صدّیقیت۔ شہادت۔ اور صالحیت کی چاروں نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کو مل سکتی ہیں۔ اگر معیّت سے مراد رُتبی معیّت نہ لیں بلکہ صرف ظاہری طور پر (معیّت) ساتھ ہونا مراد لیں تو آیت کے یہ معنی بن جائیں گے

کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صرف ظاہری معیت حاصل رہے گی۔ نہ کہ درجہ اور مرتبہ میں معیت۔ اور ان معنوں کی خرابی اس سے ظاہر ہے کہ آیت کا ماحصل پھر یہ بن جاتا ہے کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے سے کوئی شخص صدیق، شہید اور صالح کا مرتبہ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر صدیقوں کی معیت سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے آپؐ کی امت میں صدیق پیدا ہو سکتے ہیں اور شہیدوں کی معیت سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کی پیروی سے اُمتی شہداء کا مرتبہ پا سکتے ہیں اور صالحین کی معیت سے یہ مُراد ہے کہ آپؐ کے اُمتی صالح بن سکتے ہیں تو پھر نبیوں کی معیت سے مُراد بھی یہی ہو سکتی ہے کہ آپؐ کی پیروی سے آپؐ کا ایک اُمتی مقامِ نبوت بھی پا سکتا ہے۔

مفرداتِ راغب میں لفظ مَعَ کے معنے یوں لکھے ہیں:—

"مَعَ يَقْتَضِيْ الْاِجْتِمَاعَ اِمَّا فِي الْمَكَانِ نَحْوُهُمَا مَعًا فِي الدَّارِ۔ اَوْ فِي الزَّمَانِ نَحْوُ وَلِدَا مَعًا۔ اَوْ فِي الْمَعْنٰى كَالْمُتَضَائِفَيْنِ نَحْوُ الْاَخِ وَ الْاَبِ فَاِنَّ اَحَدَهُمَا صَارَ اَخًا لِلْاٰخَرِ فِي حَالِ مَا صَارَ الْاٰخَرُ اَخَاهُ۔ وَ اِمَّا فِي الشَّرَفِ وَ الرُّتْبَةِ نَحْوُ هُمَا مَعًا فِي الْعُلُوِّ"

(مفردات)

یعنی لفظ مَعَ اجتماع کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ اجتماع چار صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ اوّل دونوں ایک جگہ میں اکٹھے ہوں۔

یہ معیّت مکانی ہوگی۔ دوم[2] زمانہ میں دونوں اکٹھے ہوں۔ یہ معیّت زمانی ہوگی۔ سوم[3] متضائفین کی صورت رکھتے ہوں جیسے بھائی دوسرے بھائی سے معیّت رکھتا ہے۔ اور باپ بیٹے سے۔ اور ایک صورت[4] یہ ہے کہ رُتبہ اور شرف میں اکٹھے ہوں۔

آیت زیرِ تفسیر میں یہ آخری صورت ہی مُراد ہو سکتی ہے جو رُتبہ اور شرف میں اکٹھے ہونے والی صورت ہے۔ پہلی صورتوں میں اجتماع محال ہے۔

قرآن مجید میں کئی جگہ مَعَ بمعنی مِنْ بھی استعمال ہوا ہے جو شرف اور مرتبہ کے معنوں میں ہی ہے۔ جیسے تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰) کہ ہمیں نیک بنا کر مار۔ یہ معنی نہیں کہ ہم نیکوں کے ساتھ مر جائیں۔

پھر منافقت سے توبہ کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پارہ ۵ رکوع آخری) اس سے صاف ظاہر ہے کہ کامل توبہ کرنے والے، مومنوں کے گروہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور معیّت سے مراد اس جگہ بھی شرف اور رُتبہ کی معیّت ہے۔

آیاتِ قرآنیہ سے نبی کی آمد کا ثبوت

کئی اور آیاتِ قرآنیہ سے بھی اُمتِ محمدیہ میں نبی کی آمد کا امکان ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۃ اعراف رکوع ۴)

ترجمہ:۔ یعنی اے اولادِ آدم! جب کبھی تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیات بیان کریں (یعنی نئی شریعت لانے والے نہ ہوں) تو جو لوگ متقی بن کر اپنی اصلاح کریں گے انہیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

اِس آیت کے سیاق والی آیات سے ظاہر ہے کہ یہاں کوئی پُرانا قصہ بیان نہیں ہو رہا۔ بلکہ اِن آیات میں وہ احکام مذکور ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بنی آدم کو دیئے جا رہے ہیں۔ اس سے پہلے ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کا ننگے بدن طواف کرنا نیکی سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ اَے بنی آدم! تم عبادت کے وقت زینت اختیار کیا کرو۔ یعنی لباس پہنا کرو۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:۔

"فَاِنَّہٗ خِطَابٌ لِاَھْلِ ذٰلِکَ الزَّمَانِ وَلِکُلِّ مَنْ بَعْدَھُمْ"

یعنی یہ خطاب اِس زمانہ کے لوگوں اور سب بعد کے لوگوں کو ہے۔ (تفسیر اتقان جلد ۲)

(۴) سورۃ آل عمران ع ۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے تم کو کتاب و حکمت دی ہے۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی رسول آوے جو اس تعلیم کا مُصَدِّق ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ پھر پُوچھا کیا تم نے اس بات کا اقرار کیا ہے۔ اور اِس پر پکّا عہد کرتے ہو۔ اُن نبیوں نے کہا۔ ہم نے اقرار کیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ تم گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ جو لوگ اِس

عہد کو (جو انبیاء کے واسطہ سے ان کی اُمتوں سے لیا گیا ہے) توڑ دیں گے تو وہ فاسق ہونگے یہ عہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام انبیاء کی اُمتوں سے انبیاء کے واسطہ سے لیا گیا ہے۔ پھر بالکل یہی عہد سورۂ احزاب کی آیت وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا میں مذکور ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ جب ہم نے نبیوں سے اُن کا عہد لیا۔ اور تجھ سے بھی اور نوحؑ سے بھی اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ سے بھی عہد لیا۔ اور ہم نے اُن سے پکا عہد لیا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بھی آپؐ کی اُمت کے لئے ایک نبی کے متعلق عہد لیا گیا ہے۔ کہ آئندہ جب وہ رسول آئے تو آپؐ کی اُمت اس پر ایمان لائے۔ اسی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح نبی اللہ کی اُمتِ محمدیہ میں آنے کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے انبیاء سے جو عہد لیا گیا تھا یہ انبیاء والا عہد صرف سورۃ آل عمران میں ہی مذکور ہے۔ اور اس میں صرف ایک نبی اللہ پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے کا ہی عہد ہے۔ اس عہد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسیح نبی اللہ کی آمد کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

تفسیر حسینی میں اس آیت کے معنے یوں لکھے ہیں :-

"وَاِذْ اَخَذْنَا یاد رکھو کہ لیا ہم نے مِنَ النَّبِیّٖنَ نبیوں سے۔ مِیْثَاقَھُمْ عہد اُن کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بُلائیں۔ اور ایک دُوسرے کی تصدیق

کریں یا ہر ایک کو بشارت دیں اس پیغمبر کی کہ اُن کے بعد ہوگا۔ اور یہ عہد پیغمبروں سے روزِ الست میں لیا گیا۔ وَمِنْكَ اور لیا ہم نے تجھ سے بھی عہد اے محمدؐ!"

(تفسیر حسینی اُردو جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ مطبوعہ مطبع نولکشور)

(۳) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (سورۃ بنی اسرائیل ع ۷) یعنی کوئی بستی نہیں مگر ہم اُسے قیامت سے پہلے یا تو بالکل تباہ کر دیں گے یا اُسے عذاب شدید میں مبتلا کریں گے۔ گویا فرماتا ہے کہ بعض بستیاں بالکل تباہ ہو جائینگی اور بعض بالکل تباہ تو نہ ہوں گی مگر شدید عذاب میں مبتلا ہوں گی۔

پھر اُسی سورۃ میں فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۲) یعنی ہم اُس وقت تک عذاب (موعود) بھیجنے والے نہیں ہیں، جب تک رسُول نہ بھیج لیں۔

پہلی آیت میں عذابِ شدید کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر ہے تو دُوسری آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا عذاب جو موعود اور عالمگیر ہو رسُول کے آنے کے بعد ہی آتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ خدا تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (طٰہٰ ع ۸) یعنی اگر ہم نبی کے ذریعہ نشان دِکھلانے سے پہلے ہی اُن لوگوں پر عذاب نازل کر کے انہیں ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ اِس ذِلّت اور رُسوائی

سے پہلے ہماری طرف کیوں کوئی رسول نہیں بھیجا گیا تاہم اس کی اتّباع کرتے اور ذلّت اور رسوائی سے بچ جاتے ۔

غرض یہ سُنّتِ الٰہی ہے کہ موعود عذاب رسول کے بھیجے جانے سے پہلے نہیں آتا۔ اور قیامت سے پہلے سورۂ بنی اسرائیل میں ایک شدید عذاب کی خبر دی گئی ہے ۔ پس اس عذاب سے پہلے ایک نبی کا آنا ضروری ہوا ۔ اور یہی نبی حسب احادیثِ نبوی مسیح موعود ہے ۔

سِراجِ مُنیر

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ احزاب میں سراجِ منیر قرار دیا گیا ہے ۔ امام عبدالباقی زرقانیؒ لکھتے ہیں :—

"قَالَ الْقَاضِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ الْعَرَبِیِّ قَالَ عُلَمَاءُنَا سُمِّیَ سِرَاجًا لِاَنَّ السِّرَاجَ الْوَاحِدَ یُؤْخَذُ مِنْهُ السُّرُجُ الْکَثِیْرَةُ وَلَا یَنْقُصُ مِنْ ضَوْئِهٖ شَیْءٌ"

(زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۱)

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سراج (چراغ) اس لئے رکھا گیا ہے کہ ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو سکتے ہیں ۔ اور اس سے اصل چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی ۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سراجِ منیر ہونا چاہتا ہے کہ آپ کی ظِلّیت اور فیضان سے آپؐ کے اُمتی کو مقامِ نبوت حاصل ہو سکے ۔

امام راغبؒ کے نزدیک اُمّت میں نبی کا آنا

امام راغبؒ نے خاتم النبیین کی حقیقی علّت یہ بیان فرمائی ہے:-

"لِاَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ اَیْ تَمَّمَھَا بِمَجِیْئِہٖ"

(مفرداتِ راغب زیر لفظ خَتَمَ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اس لئے خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ نے نبوت پر مُہر کی ہے۔ یعنی اُسے اپنی آمد سے کمال پر پہنچا دیا ہے۔ (یعنی آپؐ کامل شریعت لے کر آئے ہیں)

امام راغبؒ کے نزدیک شانِ خاتم النبیین اُمّتی کے لئے مانع نبوت نہیں چنانچہ آیت مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ (نساء ع ۹) کی تفسیر میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت چاروں مراتب کا ملنا تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح گویا خاتم النّبیّین کے حقیقی معنوں پر آیتِ قرآنیہ کی تفسیر سے روشنی ڈالتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر بحر المحیط میں آیت ہذا کی تفسیر میں لکھا ہے:-

"وَالظَّاھِرُ اَنَّ قَوْلَہٗ مِنَ النَّبِیّٖنَ تَفْسِیْرٌ لِلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ فَکَاَنَّہٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ اَلْحَقَہُ اللّٰہُ بِالَّذِیْنَ تَقَدَّمَھُمْ مِمَّنْ

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ - قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَۃِ وَ الثَّوَابِ النَّبِیَّ بِالنَّبِیِّ وَ الصِّدِّیْقَ بِالصِّدِّیْقِ وَ الشَّھِیْدَ بِالشَّھِیْدِ وَ الصَّالِحَ بِالصَّالِحِ - وَ اَجَازَ الرَّاغِبُ اَنْ یَّتَعَلَّقَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ بِقَوْلِہٖ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ اَیْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَ مَنْ بَعْدَھُمْ ؕ"

(تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صـ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

امام راغبؒ کے نزدیک اُمّتی نبی کا اِمکان!

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ مفسّر بحر المحیط لکھتے ہیں۔ کہ مِنَ النَّبِیِّیْنَ کا قولِ خدا اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ کی تفسیر ہے۔ گویا یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص تم میں سے اللہ اور الرَّسول یعنی حضرت محمد مصطفٰےؐ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالےٰ ان پہلے لوگوں سے ملا دے گا جن پر اُس نے انعام کیا ہے۔ امام راغبؒ نے کہا ہے انعام یافتہ لوگوں سے جو چار گروہ ہیں، ثواب اور مرتبہ میں ملا دے گا۔ نبی کو نبی سے، صدّیق کو صدّیق سے، شہید کو شہید سے اور صالح کو صالح سے ملا دے گا۔ اور راغبؒ نے یہ معنے بھی جائز رکھے ہیں کہ مِنَ النَّبِیِّیْنَ کا تعلّق خُدا کے قول مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ سے ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کر کے مقامِ نبوّت پانے والے نبی، صدّیق، شہید اور صالح انعام یافتہ گروہ میں شامل ہیں۔

اس تفسیر سے صاف ظاہر ہے امام راغبؒ نے خاتم النّبیّین ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو الفاظ لکھے ہیں ان سے غرض ان کی ختم نبوت کی علت جامعیتِ کمال بیان کرنا ہی ہے۔ جس کے اثر اور افاضہ سے اُن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کرنے والے نبی۔ صدّیق۔ شہید اور صالح کے مدارج بطور موہبت الٰہی حاصل کر سکتے ہیں۔

خاتم النبیین کے لامِ تعریف کی حقیقت!

خاتم النبیّین کی تحقیق میں میرا یہ مضمون تشنہ رہ جائے گا اگر مَیں یہ نہ بتاؤں کہ النّبیّین کا لام اس جگہ کس قسم کا ہے۔ اور اس کے لحاظ سے خاتَم النّبیّین کے معنوں پر کیا اثر پڑتا ہے۔ سو واضح ہو کہ زبانِ عربی میں لامِ تعریف کی چار صورتیں ہیں۔ اوّل جنس۔ دوم عہدِ خارجی۔ سوم استغراق اور چہارم عہدِ ذہنی۔

جنس کے لامِ تعریف سے صرف شئی کی ماہیت اور طبیعت مُراد ہوتی ہے۔ نہ کہ افراد۔ جیسے اَلْاِنسان نوعٌ کا الف لام جنس کا ہے۔ کیونکہ ماہیت انسانیہ کو نوع قرار دیا جاتا ہے نہ کہ افرادِ انسانی کو۔ افرادِ انسانی تو شخصیات ہیں۔ اِس لئے یہ جُزئی امر ہیں نہ کہ کُلّی۔ اور نوعِ امر کلّی ہوتا ہے۔

اگر لامِ تعریف سے افراد مراد ہوں تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں۔ اگر تمام افراد مراد ہوں تو استغراقی کہلائے گا۔ اِس صورت میں کوئی فرد باہر نہیں رہتا۔ سوائے اس کے کہ اُس سے کسی فرد کو حرفِ استثناء سے

مستثنیٰ کیا جائے ۔ استغراق کی ایک صورت عُرفی بھی ہے ۔یعنی عُرف میں جتنے افراد مُراد ہو سکتے ہوں لام تعریف سے وہ سب افراد مراد ہوں ۔ جیسے جَمَعَ الْاَمِیْرُ الصَّاغَۃَ ۔ امیر نے سب زرگروں کو جمع کیا ۔ مُراد اس سے شہر یا مُلک کے زرگر ہوں گے ۔ نہ دُنیا کے ۔ پھر اگر افراد سے بعض مخصوص اور معیّن افراد مُراد ہوں اور یہ تخصیص کسی قرینہ سے صراحۃً یا کنایۃً ثابت ہو تو لام تعریف عہدِ خارجی کا کہلاتا ہے ۔ جیسے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ ۔ یہاں النّار اور الکافرین کا لام تعریف عہدِ خارجی کا ہے ۔کیونکہ آگ سے مخصوص آگ جہنّم کی مُراد ہے ۔ اور اَلنَّاس سے اس جگہ کافر مُراد ہیں بقرینہ نَارَجَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اور بقرینہ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ ۔

لیکن اگر افراد سے مُراد غیر معیّن موجود افراد ہوں تو لام تعریف عہدِ ذہنی کا ہوتا ہے ۔ اِس میں حقیقت تو ذہن میں ہوتی ہے ۔ اور اس سے بعض موجود غیر معیّن افراد مُراد ہوتے ہیں ۔ اگر مفرد لفظ پر آئے تو ایک غیر معیّن فرد مُراد ہوتا ہے ۔ اگر جمع پر آئے تو جماعت کا ایک حصّہ (Unit) غیر معیّن مُراد ہوتا ہوتا ہے ۔

جب لام تعریف جمع پر آئے تو عموماً اِس سے افراد مُراد ہوتے ہیں ۔ مگر جنس بھی مراد ہو سکتی ہے ۔

اب لام تعریف کی یہ چاروں صورتیں سمجھ لینے کے بعد ہم غور کرتے ہیں کہ خاتم النبیین میں لام تعریف کیسا ہے ؟ چونکہ جنس کا الف لام بالعموم جمع پر

نہیں آتا اس لئے مَیں اس کے متعلق بحث کو چھوڑتا ہوں ۔

اب اگر خاتم النبیین کا لامِ تعریف عہدِ خارجی کا لیں تو اس سے مُراد انبیاء کے معیّن افراد ہوں گے جنہیں متکلّم اور سامع دونوں کسی خارجی قرینہ سے جانتے ہوں ۔ خاتم النبیین کا لامِ تعریف حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ اور دیگر بزرگانِ ملّت کے معنوں اور عقیدہ کے لحاظ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں بلکہ تمام غیر احمدی علماء کے عقیدہ کے لحاظ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں ۔ صرف عہدِ خارجی یا استغراقِ عُرفی کا ہی مُراد ہو سکتا ہے ۔ یہ لامِ تعریف یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ کے لامِ تعریف کی طرح ہے ۔ کیونکہ یہودیوں نے سب نبیوں کو قتل نہیں کیا ۔ بلکہ بقرینہ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ اُن کے ہاتھ سے بعض انبیاء کا قتل ہی مراد ہو سکتا ہے ۔ جب غیر احمدی علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں تو خاتَمَ النّبِیّٖن اور خاتِمَ النّبِیّٖن کی دونوں قرأتوں کے مشترک مفہوم کے لحاظ سے اگر الف لام استغراقِ حقیقی کا اور معنی اِس کے تمام نبیوں کو ختم کرنے والا مُراد لیں تو پھر مسیح کی آمد محال ٹھہرتی ہے ۔ کیونکہ اُنہیں ختم شُدہ ماننا پڑتا ہے ۔ اِس لئے خاتم النّبیّین کے معنی ختم کرنے والا لے کر انہیں الف لام عہدِ خارجی کا ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔ غیر احمدی علماء میں سے مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور مولوی محمد ادریس صاحب نے اس جگہ لامِ تعریف کے استغراقِ حقیقی کا ہونے پر زور دیا ہے ۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ دونوں قرأتوں کے مشترک مفہوم کے لحاظ سے

الف لام استغراق کا مُراد لے کر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تو محال قرار پاتی ہے۔ پس یہ لوگ مُنہ سے گو کہیں کہ ہم اِس جگہ استغراقِ حقیقی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے عقیدہ کے لحاظ سے یہ بات حقیقت سے بہت بعید ہے۔ اُن کے عقیدہ کے لحاظ سے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف مخصوص انبیاء کو ختم کرنے والے قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا لامِ تعریف اُن کے عقیدہ کے لحاظ سے عہدِ خارجی یا استغراقِ عُرفی کا ہی ہو سکتا ہے۔

ہاں ہمارے عقیدہ کے لحاظ سے لامِ تعریف استغراقِ حقیقی کا ہوگا کیونکہ خاتم النبیین کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں۔ اور آپ کی تاثیر اور افاضہ سے ہی تمام انبیاء مقامِ نبوّت پانے والے ہیں۔ سابقہ انبیاء اگر آپؐ کے نقطۂ نفسی کی تاثیر سے براہِ راست یعنی بغیر پیروی شریعتِ محمدّیہ کے مقامِ نبوت پر پہنچے ہیں تو آئندہ پیدا ہونے والے نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کی شریعت کی کامل پیروی اور آپؐ کے افاضۂ رُوحانیہ کی تاثیر سے بطور موہبت مقامِ نبوّت پانے والا ہو۔ یہ امر آپؐ کی جامعیتِ کمال کو چاہتا ہے۔ آپؐ کی ختمِ نبوت اگر آپؐ کے وجود میں جامعیتِ کمالاتِ نبوّت میں انتہائی مقام پر پہنچنے میں مؤثر ہے تو دُوسروں کے لئے فیضان کے لحاظ سے مؤثر ہے۔ خواہ وہ نبی مستقل نبی ہوں یا غیر مستقل۔ اِس طرح کوئی فردِ نبی کا اِس استغراق سے باہر نہیں رہتا۔ خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کو افضل النبیین اور زینۃ النبیین کے معنی بلزومِ ذاتی لازم ہیں۔ جامعیتِ کمال بالذّات اِن معنوں کا تقاضا کرتی ہے۔ لیکن آخری نبی یا نبیوں کو ختم کرنیوالا

لازمی معانی بدلالتِ التزامی آخری شارع اور آخری مستقل نبی کے مفہوم میں ہیں۔
اِس صورت میں ہم لامِ تعریف استغراقِ عُرفی یا عہدِ خارجی کا تسلیم کریں گے۔ کیونکہ
آیت مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (سُورۃ نساء ع ۹) اور خاتم النبیین کے
حقیقی معنے اِس صورت میں لامِ تعریف کے استغراقِ عُرفی یا عہدِ خارجی ہونے
کے ہی مؤیّد ہیں۔

مولوی محمّد ادریس صاحب کے ایک شُبہ کا ازالہ!

مولوی محمد ادریس صاحب اپنی کتاب ختم النبوۃ ص۱۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ لام عہد
خارجی کی صورت میں لیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر کوئی امتیاز
نہیں رہتا۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے تو ہر نبی کو کسی خاص قوم اور خاص خطّہ کے
اعتبار سے خاتم النبیّین کہہ سکتے ہیں۔ مگر ان مولوی صاحب نے غور نہیں
فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنے آخری شارع یا آخری مستقل نبی لینے سے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ امتیازی شان حاصل ہے جو کسی نبی کو حاصل
نہیں۔ کیونکہ امتیاز اسی امر کو کہتے ہیں جو کسی دُوسرے کے مقابلہ میں حاصل
ہو۔ جب رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ امتیاز تمام انبیاء کے مقابلہ
میں حاصل ہے کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں تو اِن معنوں کے
ساتھ پھر الف لام عہدِ خارجی کا یا استغراقِ عُرفی کا لینے میں کیا اِشکال رہا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ اور کوئی نبی آخری شارع اور آخری
مستقل نبی نہیں۔ اور آپؐ کے سِوا کوئی نبی شارع انبیاء اور مستقل انبیاء کو

ختم کرنے والا نہیں۔ اگر یہ لوگ تمام نبیوں کو ختم کرنے والے معنوں کے ساتھ استغراق حقیقی قرار دیں تو اُن کے اپنے عقیدہ میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا تسلیم کرتے ہیں۔ پس اس طرح سارے نبی تو ختم نہ ہوئے۔ کیونکہ پُورے طور پر سب نبیوں کو ختم کرنے کا تقاضا تو یہ ہوگا کہ پہلوں میں سے نہ کسی نبی کی شریعت کا فیض و اثر باقی ہو۔ نہ اُن کی نبوّت کا اثر باقی ہو۔ اور نہ اُن کا زمانۂ حیاتِ دُنیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہو۔ پس غیر احمدی علماء جب تک لامِ تعریف عہدِ خارجی یا استغراقِ عُرفی کا مراد نہ لیں۔ اس وقت تک اُن کے عقیدہ کا تضاد دُور نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تمام نبیوں کو ختم کرنے والا معنی نہ کریں بلکہ نبیوں میں آخری شارع اور آخری مستقل نبی یا شارع اور مستقل نبیوں کو ختم کرنے والا نبی مراد لیں تو پھر تضاد تو دُور ہو جاتا ہے مگر یہ معنے اُمّتی نبی کی آمد کو ممتنع قرار نہیں دیتے۔

میری تحقیق کے لحاظ سے واضح ہے کہ لام استغراقِ حقیقی کا صرف خاتم النبیّین کے حقیقی معنوں میں ہی مراد ہو سکتا ہے۔ چونکہ آخری نبی اور نبیوں کا ختم کرنے والا معنی بھی ہم بدلالتِ التزامی اس مخصوص صورت میں کہ آپ آخری شارع اور مستقل نبی ہیں۔ اور شارع اور مستقل انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں تسلیم کرتے ہیں اس لئے ان لازمی معنوں کے لحاظ سے الف لام استغراقِ عُرفی یا عہدِ خارجی کا ہی ہو سکتا ہے۔ حقیقی معنوں کے ساتھ استغراقِ حقیقی اور لازمی معنوں کے ساتھ استغراقِ عُرفی یا عہدِ خارجی کا لامِ تعریف ہی خوب مناسب ہے۔

الف لام عہدِ ذہنی کا اس جگہ نہ ہمیں مسلّم ہے نہ غیر احمدی علماء کو۔ کیونکہ وہ بعض غیر معیّن افرادِ موجودہ کے لئے ہوتا ہے۔ پس یہ صورت لامِ تعریف کی اس جگہ خارج از بحث ہے۔

خاتَم کا استعمال حدیثِ نبویؐ میں!

ابنِ مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے:۔

"آمِیْنُ خَاتَمُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔"

(نہایہ ابنِ اثیر و حاشیہ کشّاف مصری محشّی محمد الیان و فردوس دیلمی)

یعنی آمین ربّ العالمین کی مُہر ہے جو اُس کے مومن بندوں پر لگتی ہے۔

اب آپ صاحبان غور فرمالیں کہ دُعا کے بعد آمین کہنے سے آمین کی جو مُہر ربّ العالمین کی طرف سے اس کے مومن بندوں پر لگتی ہے کیا اُس کے یہ معنے ہوسکتے ہیں کہ اِس مُہر کے لگنے پر خُدا کے مومن پیدا ہونے بند ہوجاتے ہیں۔ کوئی معقول آدمی اس جگہ یہ معنے درست قرار نہیں دے سکتا۔

(۱) خاتَم کا ربّ العالمین کی طرف مضاف ہونا بتاتا ہے کہ اس جگہ خاتَم کے معنوں میں فیضانِ ربوبیت مدّنظر ہے۔ اور ربوبیت کا یہ فیضان اِس طرح ہوتا ہے کہ آمین کے اندر اس سے پہلے مانگی گئی دُعا کے تمام نقوش جو اِسْتَجِبْ لَنَا (ہماری یہ دُعا قبول کر) کی صورت میں پائے جاتے ہیں ربّ العالمین کے ہاتھ میں مُہر بن جاتے ہیں۔ اور جب یہ مُہر مومن بندوں پر لگتی ہے تو وہ نقوش جن پر آمین مشتمل ہوتی ہے دُعا کی قبولیت کی صورت میں مومن بندوں

کے حق میں ظاہر ہوتے ہیں ۔ یہ اس خاتم کی تاثیر ہوتی ہے جو اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ مومن کو وہ تمام برکات اور نعمتیں مل جاتی ہیں جو وہ آمین کے ذریعہ طلب کرتا ہے ۔

(۲) جس طرح خاتم النبیین کی مُہر خاتمیت بمعنی حقیقی مُہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف یا غیر اُمتی کے نبی بننے میں روک ہے ویسے ہی آمین کی خاتم کے فیض اور اثر کے ذریعہ عباد اللہ سے خدا تعالیٰ مطلوبہ برکات کے مخالف اثر کو روک دیتا ہے ۔ اور اس طرح حقیقی معنوں کے ساتھ منع اور استیثاق کا مفہوم بھی بطور لازمی معنے کے جمع ہو جاتا ہے ۔

(۳) پھر اس جگہ خَاتَمُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ میں زینت کے معنے بھی بطور لازم معنیٰ کے چسپاں ہو سکتے ہیں کیونکہ آمین کی مُہر جب قبولیتِ دُعا کی صورت میں مومن بندوں پر لگتی ہے تو اس سے مومن بندے برکات حاصل کر کے رُوحانی اور جسمانی زینت پاتے ہیں ۔

احادیثِ نبویہؐ سے ہمارے معنوں کی تائید

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے :-

"اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ ۔" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۹)

اِس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آپؐ اپنی قیادت اور لیڈرشپ کے اثر کے ذریعہ اپنے کمالات کو ظاہر کرنے والے ہیں ۔ قائد کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے تابعین ہوں ۔ پس جو ہستی انبیاء کی قائد ہو اُس کے بعد اُس کے

اِس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر کسی ایسے نبی کو بھی آنا چاہیئے جو اُس کی قیادت اور تابعیت کے ماتحت کام کرے۔ ورنہ تمام انبیاء کا قائد ہونا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جس پر مخالفین اسلام کے لئے کوئی دلیل قائم نہ ہوسکے گی۔

(۲) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

" اَنَا سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ "

(رواہ الدیلمی)

یعنی مَیں تمام پہلے اور پچھلے انبیاء کا سردار ہوں۔

اِس حدیث کے مطابق آپؐ کے بعد بھی نبی آنے چاہئیں تا آپؐ آخرین کے سردار بھی قرار پائیں۔

(۳) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

" عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ " (بحوالہ تحذیر الناس ص۴)

یعنی مَیں اوّلین اور آخرین کا عِلم دیا گیا ہوں۔

اِس جگہ بھی اوّلین اور آخرین سے مراد انبیاء ہی ہیں ورنہ محض اُمتیوں کا علم دیئے جانے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فخر و شرف ہوسکتا ہے؟

(۴) پھر صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

" لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا " (ابنِ ماجہ جلد ا کتاب الجنائز)

صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات سنہ ۹ھ میں ہوئی۔ خاتم النبیین کی آیت سنہ ۵ھ میں نازل ہوچکی ہوئی تھی۔ اگر خاتم النبیین کے آپؐ کے نزدیک یہ معنے ہوتے کہ آپؐ کی پیروی میں بھی نبی نہیں آسکتا تو پھر تو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اِبراہیمؓ

اگر زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہوتا کیونکہ میں آخری نبی ہوں ۔ اسی حدیث کی بناء پر حضرت امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے موضوعاتِ کبیر ص ۵۸، ۵۹ پر لکھا ہے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیمؓ نبی ہوجاتے تو اُن کا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا ۔ کیونکہ وہ آپؐ کے تابع ہوتے ۔ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے ۔ اور آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو ۔ چونکہ صاحبزادہ ابراہیمؓ اُمتی نبی ہوتے لہذا اُن کی نبوت ختمِ نبوت کے منافی نہ ہوتی ۔

قصرِ نبوّت والی حدیثِ نبوی کی تشریح !

صحیح بخاری اور صحیح مُسلم میں ایک حدیث مروی ہے :۔

اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنیٰ بَیْتاً فَاَحْسَنَهٗ وَ اَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضَعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ نَجْعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَ یَعْجِبُوْنَ لَهٗ وَ یَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ "

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے شخص کی مثال کی طرح ہے جو ایک گھر بنائے اور اس کو اچھا اور خوبصورت بنائے ۔ سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے جو ایک کونہ میں ہو ۔ پس لوگ اُس گھر کا

طواف کریں اور حیران ہوں اور کہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی - فرمایا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) میں وہ اینٹ ہوں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(۱) اس حدیث کے متعلق سب سے پہلے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور اپنے سے پہلے انبیاء کی ایک محل سے تمثیل دی ہے۔ نبوتِ تشریعی اور نبوتِ مستقلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اس نبوت کی آخری اینٹ ہیں اور ان معنوں میں آخری نبی ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا نبی چونکہ تابع اور غیر مستقل ہے اس لئے وہ اس جگہ زیرِ بحث نہیں آسکتا۔ کیونکہ تمثیل میں پہلے انبیاء کا ذکر ہے جو مستقلہ حیثیت میں نبی ہیں۔ تابع اور اُمتی نبی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظِل ہے۔ اور اُس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی الگ نبوت ہی نہیں۔ ظِلّی اور اُمتی نبی کی نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات کے علیٰ وجہ الکمال پانے کا ہی نام ہے۔ پس یہ نبوت تو اس آخری نبی کا فیضان اور اُس کا پرتو ہے۔ کوئی نئی نبوت نہیں۔ پس آخری اینٹ آپؐ دراصل صرف محلِ شریعت کو کامل کرنے اور جامعیت کمال کے لحاظ سے ہیں۔

(۲) دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتے۔ کیونکہ اس قصرِ نبوت

ہیں اُن کی نبوت کی اینٹ جس جگہ لگی ہے تمثیل کے لحاظ سے اُس جگہ کے ساتھ والی جگہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اینٹ نصب ہوئی ہے اب اگر حضرت عیسیٰ ؑ اُمتِ محمدیہ میں آئیں تو بنی اسرائیل والے مقام سے اُن کی اینٹ نکل کر بعد میں اسی طرح جگہ پاسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹ کونہ سے ہٹ کر اور آگے ہو جائے۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ والی جگہ لے لے۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ کی اینٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اینٹ والی جگہ پر لگائی جائے۔ اِس طرح کونے کی اینٹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن جائیں گے۔ اور خاتم النبیین ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت چھین لیں گے جو امر محال ہے۔ علاوہ ازیں تکمیلِ محل متقاضی ہے کہ اس سے کوئی اینٹ اپنی جگہ سے ہلائی نہیں جاسکتی۔ ورنہ وہ محل پھر ایک دفعہ نامکمل ہوگا۔

(۳) محققین علماء کے نزدیک اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ نبوت جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں کمال کی انتہاء کا مقام حاصل کیا ہے۔ انہی معنوں میں آپ آخری اینٹ اور خاتم النبیین ہیں کہ نبوت آپ پر کمال کے درجہ پر پہنچی ہے۔ چنانچہ مقدمہ ابنِ خلدون صفحہ ۲۷۱ پر لکھا ہے:۔

"يُفَسِّرُوْنَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بِاللَّبِنَةِ حَتّٰى اَكْمَلَتِ الْبُنْيَانَ وَمَعْنَاهُ النَّبِيُّ الَّذِيْ حَصَلَتْ لَهُ النُّبُوَّةُ الْكَامِلَةُ"

یعنی "خاتم النبیین کی تفسیر اینٹ سے کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس اینٹ نے عمارت کو مکمّل کر دیا۔ معنی اس کے وہ نبی ہیں جس کو نبوتِ کاملہ حاصل ہوئی" یعنی آپؐ نے شریعت کو مکمّل کر دیا ہے۔
چنانچہ علّامہ ابنِ حجرؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

"اَلْمُرَادُ هِنَا النَّظْرُ اِلَى الْاَكْمَلِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الشَّرِيْعَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ مَعَ مَا مَضٰى مِنَ الشَّرَائِعِ الْكَامِلَةِ"

(فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۸۰)

یعنی مُراد اِس تکمیلِ عمارت سے یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہؐ پہلے گذری ہوئی کامل شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل سمجھی جائے۔

یعنی اِس مثال سے شریعتِ محمدیہؐ کا دُوسری شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل قرار دینا مقصُود ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اِس حدیث میں اِن معنوں میں خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے کہ آپؐ نے شریعتِ محمدیہ کو دُوسری شریعتوں کے مقابلہ میں اکمل بنا دیا ہے۔ گویا شریعت لانے والے انبیاء میں سے آپؐ اکمل نبی ہیں۔ پس اِس حدیث کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ آپؐ کے بعد نبوتِ مطلقہ کا دروازہ اِس طرح بند کر دیا گیا ہے کہ غیر تشریعی اُمّتی نبی بھی آپ کے بعد نہیں آسکتا۔

شیخِ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:۔
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبوّت کو خشت کی دیوار سے

تشبیہ دیا۔ اور وہ دیوار نبوت کی سوائے ایک خشت کی جگہ کے پوری ہو چکی تھی۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ خشتِ آخر تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک خشت ہی دیکھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے فرمایا اور خاتم الاولیاء (یعنی امام مہدی علیہ السلام) کو یہ دیکھنا ضرور ہے کہ وہ بھی نبوت کو دیوار کے مشابہ پاتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمثیل دی ہے اور خاتم الاولیاء نبوت کی دیواریں دو اینٹ کی جگہ خالی پاتے ہیں۔ ایک اینٹ سونے کی اور دوسری اینٹ چاندی کی۔ پس دو اینٹ کے بغیر دیوار کو ناقص پاتے ہیں۔ ان دونوں سے یعنی سونے اور چاندی کی دو اینٹوں سے اس کو کامل پاتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ وہ اپنے نفس کو دونوں اینٹوں کی جگہ پر منطبع ہوتے ہوئے دیکھیں۔

اب خاتم الاولیاء ہی وہ دونوں اینٹ ہوئے۔ اور انہی سے یہ دیوار پوری ہوتی ہے۔ خاتم الاولیاء کے اس دو اینٹ دیکھنے کا یہ سبب ہے کہ وہ ظاہر میں خاتم الرسل کی شریعت کے تابع تھے۔ اور اسی متابعت سے وہ نقرئی خشت کے مرتبہ پر تھے۔ اور یہ اُن کا ظاہری مرتبہ تھا۔

اور وہ اُن کے متابعتِ احکام کی صورت تھی۔ اور باطن میں خاتم الاولیاء ان چیزوں کو اللہ سے لیتے ہیں جن میں دوسروں کے امام اور متبوع ہیں۔ کیونکہ وہ امور کو اس کے اصلی حالات پر دیکھتے ہیں اور خاتم الاولیاء کو اِس طرح دیکھنا ضرور ہے۔ اِسی سے باطن میں وہ طلائی خشت کے قائم مقام تھے۔ کیونکہ وہ اسی معدن سے لیتے ہیں جس سے جبریل لے کر رسول اللہؐ کے پاس وحی پہنچاتے تھے۔"

(ترجمہ فصوص الحکم مترجم مولوی عبدالغفور ابن مولوی
اولاد علی بہاری صفحہ ۱۶، ۱۷ فص شیثیہ ع۲)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی علیہ الرحمۃ کا یہ بیان اپنے مضمون میں واضح ہے۔ اور کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ آپؒ کے نزدیک اِس تمثیل میں خاتم الاولیاء بھی داخل ہے اور وہ ولایت کی نقرئی اینٹ کے علاوہ جو اُس کی اتباعِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت ہے، باطنی کمالات کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل ظِلّ ہو کر آپؐ کی طلائی اینٹ کے قائم مقام ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ خاتم الاولیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے بلحاظ نبوّت کوئی الگ وجود نہیں رکھتا۔ اس کی نبوت ظِلّی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوّت ہے۔ اِس لئے وہ آخری اینٹ میں داخل ہے۔

ختمِ نبوّت کی حقیقت کے بارے میں شیعوں کے مسلّمہ اقوال

شیعہ احباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین ماننے کے لیے مجبور ہیں۔ کیونکہ تفسیر صافی میں ایک حدیثِ نبویؐ یوں وارد ہے:۔

"فِی الْمَنَاقِبِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَآءِ"

(تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین ص۱۱)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم الاولیاء ان معنوں میں قرار نہیں دیا ہے کہ آپؓ کے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا۔ بلکہ ان معنوں میں قرار دیا ہے کہ ان کی تاثیرِ قدسیّہ اور افاضۂ روحانیہ سے اُن کے متبع کو مقامِ ولایت مِل سکتا ہے۔ یہی خاتم کے بلحاظ لُغتِ عربی حقیقی معنی ہیں۔

پس جب خاتم الاولیاء کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کی پیروی سے مقامِ ولایت مل سکتا ہے تو ہمیں خاتم الانبیاء کے بھی یہی معنی لینے پڑیں گے کہ آپؐ کی پیروی اور افاضۂ رُوحانیہ اور تاثیرِ قدسیہ سے آپؐ کے کامل اُمتی کو مقامِ نبوۃ مِل سکتا ہے۔ شیعوں کی لُغت مجمع البحرین میں لکھا ہے:۔

"مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ یَجُوْزُ فَتْحُ التَّاءِ وَ کَسْرُھَا فَالْفَتْحُ بِمَعْنَی الزِّیْنَۃِ مَاْخُوْذٌ مِنَ الْخَاتَمِ الَّذِیْ ھُوَ زِیْنَۃٌ لِلَابِسِہٖ"

یعنی خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ تاء کی زبر اور زیر دونوں سے ہے۔
خَاتَم کے معنے زینت ہیں۔ جو انگشتری سے ماخوذ ہیں جو پہننے والے کے لیئے زینت ہوتی ہے۔

اس لحاظ سے حضرت علیؓ کے خاتم الاولیاء ہونے کے یہ معنے ہوئے کہ آپؓ اولیاء اللہ کی زینت ہیں اور خاتم الانبیاء کے معنے یہ ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی زینت ہیں۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں:۔

"اَلْخَاتِمُ لِمَا سَبَقَ وَ الْفَاتِحُ لِمَا اُنْغُلِقَ"

(نہج البلاغہ ورق ۱۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے انبیاء اور اُن کے فیضان کے خاتم ہیں۔ لیکن جو مراتب اور کمالاتِ نبوت اس طرح بند ہوئے وہ اب آپؐ کے واسطہ سے ملا کریں گے۔ کیونکہ آپؐ اُن کے فاتح (کھولنے والے) بھی ہیں۔ گویا آپؐ کے فیضان سے مقامِ نبوّت آپؐ کے اُمتی کو مل سکتا ہے۔

اسی طرح شیعہ اصحاب کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۴۵ میں لکھا ہے:۔

"اِعْلَمْ اَنَّ مَا ذَکَرَہٗ رَحْمَۃُ اللّٰہِ مِنْ فَضْلِ نَبِیِّنَا وَاَئِمَّتِنَا صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ عَلٰی جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَ کَوْنِ اَئِمَّتِنَا عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَفْضَلَ مِنْ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ ھُوَ

الَّذِی لَا یَرْتَابُ فِیْہِ مَنْ تَتَبَّعَ اَخْبَارَھُمْ "

یعنی امام رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے ائمہ صلوات اللہ علیہم کی تمام مخلوقات پر فضل و برگزیدگی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہمارے ائمہ علیہم السلام تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ اِس بات میں وہ شخص شک نہیں کرسکتا جو اِن ائمہ کے حالات تلاش کرے۔ (یہ ظاہر ہے کہ کوئی غیر نبی تمام نبیوں سے افضل قرار نہیں دیا جاسکتا)

شیعہ اصحاب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسُول ہونے کا اِن الفاظ میں اعلان کریں گے :۔

" فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَھَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ " (اکمال الدین ص ۱۸۹)

یعنی اَے لوگو! جب میں تم سے ڈرا اور اِس پر بھاگ گیا تو خدا تعالیٰ نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔

پھر اکمال الدین ص ۳۷۵ پر ایک اصولی بیان درج ہے کہ :۔

" فَالْھُدَاۃُ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْاَوْصِیَاءِ لَا یَجُوْزُ اِنْقِطَاعُھُمْ مَادَامَ التَّکْلِیْفُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لَازِمًا لِلْعِبَادِ "

یعنی جب تک اللہ تعالیٰ کے بندے احکام ماننے کے مکلف ہیں اُس وقت تک انبیاء اور اَوصیاء کا اِنقطاع جائز نہیں۔

پھر صافی شرح اصول کافی میں لکھا ہے :۔

"عَنْ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ وَلَایَۃُ عَلِیٍّ مَکْتُوْبَۃٌ فِی

جَمِيْعُ صُحُفِ الْاَنْبِيَاءِ وَلَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا اِلَّا بِنُبُوَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ وَصِيَّةِ عَلِيٍّ ؕ"

(صافی شرح اصول کافی جزو سوم حصہ ۲ ص۱۲۲ مطبوعہ نولکشور)

یعنی امام ابوالحسن موسیٰ کاظم فرماتے ہیں، حضرت علیؓ کی ولایت تمام نبیوں کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ آئندہ کسی کو ہرگز رسول بنا کر نہیں بھیجے گا سوائے اُس شخص کے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے نبوت ملے۔ اور وہ حضرت علیؓ کی وصیت کا قائل ہو۔

چنانچہ آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ کے بارہ میں بحار الانوار جلد ۱۲ ص۱۲ میں لکھا ہے کہ نَزَلَتْ فِی الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ یعنی یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ غایۃ المقصود جلد ۲ ص۱۲۳ میں لکھا ہے :-

"مراد از رسول دریں جا امام مہدیؑ موعود است"

یعنی رسول سے مراد اِس جگہ (یعنی اِس آیت میں) امام مہدی موعود ہے۔

یہ چند حوالہ جات اپنے منطوق پر خود ہی روشن گواہ ہیں کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ شیعہ اصحاب کے نزدیک حضرت امام مہدیؑ کا مرسلین میں سے ہونا ضروری ہے۔ پس اُن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن معنوں میں خاتم النبیین نہیں کہ آپؐ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہو بلکہ اِن معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ کے واسطہ سے نبوت کا مقام مل سکتا ہے۔

میرے نظریہ اور تحقیق کے فوائد

تین ۳ بڑے فائدے

فائدہ اوّل خاتم النبیین کی لغوی تحقیق جو میں نے پیش کی ہے اُس کو اچھی طرح سمجھ لینے سے تین فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس سے صاف کھل جاتا ہے کہ اِس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین جماعتِ احمدیہ ہی تسلیم کرتی ہے۔ ہمارے مخالف علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مجازی معنوں میں ہی خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں۔

فائدہ دوم دوسرا فائدہ اس نظریہ کو سمجھ لینے سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ میری تحقیق کے مطابق خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کے ساتھ اس کے تمام لازمی معانی بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے ہم ہی یہ بات کہہ سکتے ہیں اور ہمیں ہی یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اِس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل خاتم النبیین صرف ہم یعنی جماعتِ احمدیہ ہی تسلیم کر رہی ہے نہ کہ ہمارے مخالف علماء۔

خاتم کے محاورات کی حقیقت اور قسمیں!

فائدہ سوم میرے نظریہ اور تحقیق کو پورے طور پر سمجھ لینے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ تمام محاورات جو خاتَم یا خاتِم کے کسی گروہ کی طرف مضاف ہونے کے متعلق استعمال ہوتے ہیں آپ ہی آپ موقعہ اور مقام

کے لحاظ سے اپنے معنے متعین کر دیتے ہیں۔

بزرگانِ دین اور اہلِ علم اصحاب نے کئی لوگوں کو خاتم الاولیاء یا خاتم المحدّثین یا خاتم الحفّاظ یا خاتم المفسّرین یا خاتم الشُّعراء یا خاتم الاکابر قرار دیا ہے یا عقل کو خاتم الکُل کہتے ہیں یا بادشاہ کو خاتم الحکام یا حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خاتم انبیاء بنی اسرائیل لکھا ہے۔ اور اپنے تئیں باپ کے گھر میں خاتم الاولاد۔

مَیں اپنی تحقیق میں بتا چکا ہوں کہ خاتَم یا خاتِم جب جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے حقیقی معنی تو یہ ہوں گے کہ یہ شخص اس گروہ کے تمام کمالات کا جامع ہے اور اس کی تاثیر اور فیوض سے اُس گروہ کے افراد جیسے افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہاں اس گروہ کا محض آخری فرد یا اُس گروہ کو ختم کرنے والا فرد محض مجازی معنی ہیں جن کا حقیقی معنوں کے ساتھ اجتماع محال ہے۔ اُس گروہ کی زینت اور اُس گروہ کا افضل فرد حقیقی معنوں کے تابع معنیٰ اور لازمی معنیٰ ہیں۔ اور کبھی ایک محدُود اور معیّن صورت میں آخری فرد اور ختم کرنے والا کے معنی بھی حقیقی معنوں کے ساتھ بطور لازم معنوں کے جمع ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان معنوں کے لزوم پر کوئی قرینہ یا نص موجود ہو۔ ہاں اُس گروہ کا محض آخری فرد یا اُس گروہ کو بالکل ختم کرنے والا یہ معنے محض مجازی ہیں جو حقیقی معنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ مُسلّم امر ہے کہ حقیقتِ لغویہ کے ساتھ مجازِ لغوی کا جمع ہونا محال ہے۔ اور مجازِ لغوی وہاں ہی مراد لیا جا سکتا ہے جہاں حقیقتِ لُغویہ متعذّر اور محال ہو۔

خاتم کے محاورات کا حل

اب اس تحقیق کو سامنے رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو خاتم الاولیاء، خاتم المحدثین خاتم الحفاظ، خاتم المفسرین، خاتم الشعراء، خاتم الاکابر، خاتم الحکام اور عقل کا خاتم الکل ہونا ایسے القاب ہیں جن میں حقیقی معنیٰ کا پایا جانا محال اور متعذر نہیں۔ کیونکہ حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے خاتم الاولیاء وہ ہوگا جو جامع کمالاتِ ولایت ہو۔ اور اپنے زمانہ میں جس کی تاثیر اور افاضہ سے ولی پیدا ہوسکیں۔ خاتم المحدثین و الحفاظ و المفسرین وہ لوگ ہوں گے جو اِن کمالات کے جامع ہوں اور جن کی تاثیر یعنی افاضہ سے اُن کے شاگردوں میں محدث، حافظ اور مفسر پیدا ہوسکیں۔ اور خاتم الشعراء وہ ہوگا جو اپنی تاثیر سے اپنے شاگردوں کو شاعر بنا سکے۔ اور خاتم الاکابر وہ ہوگا جس کے قرب و اتباع سے بڑے آدمی پیدا ہوسکیں۔ اور خاتم الحکام وہ بادشاہ ہوگا جس کے زمانہ میں اُس کی مُہر اور حکم سے دُوسرے لوگ حاکم بن سکیں۔ اِن سب القاب میں حقیقی معنے چسپاں ہوں گے۔ اور افضلیت کے معنے اِن حقیقی معنوں کے تابع ہوں گے۔ اور اِن حقیقی معنوں کو لازم ہوں گے۔ خواہ اس محاورہ کو استعمال کرنے والا اس حقیقت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ عقل خاتم الکل اِس لئے ہے کہ اس کی تاثیر سے دُنیا میں بڑے بڑے کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اِس لئے عقل لازماً وجود، حیات اور قدرت وغیرہ نعمتوں کے مقابلہ میں افضل ہوگی۔ لیکن اگر کسی ایسے مرکّبِ اضافی کے حقیقی معنے نہ لئے جاسکتے ہوں تو وہاں افضلیت

کے معنے بھی ہرگز مراد نہ ہوں گے۔

چنانچہ خاتمُ انبیاءِ بنی اسرائیل کا مرکب اضافی بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں صرف مجازی معنوں میں ہی استعمال کیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء کا آخری فرد ہیں۔ اِن الفاظ سے اُن کی صرف تاریخی حیثیت بتانا مقصود ہے۔ نہ یہ بتانا کہ اُن کے افاضہ سے بنی اسرائیل میں بعض انبیاء پیدا ہوئے۔ کیونکہ یہ معنے تو واقعات کے خلاف ہیں۔ پس اس جگہ قرینۂ حالیہ حقیقی معنیٰ کے محال ہونے پر شاہد ہے۔ اِسی طرح اپنے متعلق آپؑ نے تریاق القلوب میں خاتم الاولاد کے الفاظ مجازاً استعمال کئے ہیں۔ جس پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے خود وہاں یہ معنی بتا دیئے ہیں کہ آپ اپنے باپ کے گھر میں آخری فرزند ہیں۔ پس خاتم الاولاد کے الفاظ بھی اس جگہ محض ایک واقعہ کا تذکرہ ہیں۔ اور تاریخی بیان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور مجازی استعمال ہیں۔ حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوئے۔

پس جہاں پر ایسا مرکبِ اضافی حقیقی معنوں کا متحمل نہ ہو وہاں افضلیت کے معنے مراد نہ ہوں گے۔ آخری کے مجازی معنے مراد ہوں گے اور خود حقیقی معنوں کا محال ہونا وہاں مجاز کے لئے قرینہ ہوگا۔ لیکن جہاں پر ایسا مرکب حقیقی معنوں کا متحمل ہو وہاں بالضرور ان حقیقی معنوں کے بالتبع اس خاتم یا خاتَم سے مراد اس گروہ کا افضل فرد ہوگا۔ اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ حقیقی خاتم النّبیین ہیں اِس لئے آپ افضل النّبیین کے معنے میں بھی خاتم النّبیّین ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ملفوظات

جلد اول صفحہ ۳۲۸ میں خاتم المومنین اور خاتم العارفین قرار دیا ہے۔ اور آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۶۳ میں خاتم الحسینین والجمیلین لکھا ہے۔ چونکہ اِس جگہ بھی یہ حقیقی معنی چسپاں ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کی تاثیر سے مومن عارف اور رُوحانی حُسن وجمال رکھنے والے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ اِس لئے اِن معنوں کے بالتبع آپؐ افضل المومنین، افضل العارفین اور افضل الحسینین اور افضل الجمیلین ہیں۔

مسیحِ موعُود اور خاتم الخلفاء کا مقام

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ پر اپنے تئیں خاتم الخلفاء اور آخری خلیفہ قرار دیا ہے۔ کیا اَب آپؑ کے بعد کوئی خلیفہ نہ ہوگا؟ اگر یہ معنی ہیں تو کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کے معنوں میں خَاتَمَ النَّبِیّٖن نہ سمجھا جائے۔

اِس کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بھی حقیقی معنوں میں خاتم الخلفاء ہیں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں خاتم الانبیاء ہیں۔ خاتم النّبیّین کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور افاضۂ رُوحانیہ کے طفیل مقامِ نبوّت آپؐ کے ایک کامل اُمّتی کو مِل سکتا ہے اِسی طرح خاتم الخلفاء کے یہ معنی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کامل متبعین کو اَب آپؑ کے واسطہ سے ہی مقامِ خلافت حاصل رہے گا۔ آپؑ کا مُنکر اب منصبِ خلافت پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔

پھر جس طرح خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کے ساتھ آخری نبی کے معنی بطور لازمی معنوں کے جمع ہیں ویسے ہی خاتم الخلفاء کے حقیقی معنوں کے ساتھ آخری خلیفہ کے لازمی معنے بھی جمع ہیں۔ خاتم النبیین کے یہ لازمی معنے یہ مفہوم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں نہ کہ مطلق آخری نبی۔ اسی طرح خاتم الخلفاء کے لازمی معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود وہ آخری خلیفہ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مقامِ خلافت پایا ہے۔ چونکہ آپ حقیقی معنوں میں خاتم الخلفاء ہیں اس لئے آئندہ اس مقام کو پانے کے لئے مسیح موعود کا واسطہ شرط ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے مسیح موعود کے دمشق کے مشرق میں منارۃ البیضاء کے پاس نزول کے بیان پر مشتمل حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے:۔

"ثُمَّ یُسَافِرُ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِیْفَۃٌ مِنْ خُلَفَائِہٖ اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ" (حمامۃ البشریٰ ص۳۷)

یعنی مسیح موعود خود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سفر کرکے دمشق میں جائیگا اور منارۃ البیضاء کے پاس بحیثیت نزیل اُترے گا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلفاء ہوں گے۔ یہ پیشگوئی ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کے سفرِ دمشق سے پُوری ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

خَاتَمُ الْمُهَاجِرِیْن والی حدیث نبویؐ کی تشریح

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ منورہ کو آخر میں ہجرت کی۔

چنانچہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۶۶۸ میں ہے هَاجَرَ قَبْلَ الْفَتْحِ بِقَلِيْلٍ وَشَهِدَ الْفَتْحَ کہ حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے ہجرت کی۔ اور وہ فتح مکہ کے وقت مہاجرین میں موجود تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب آخر میں ہجرت کی تو انہیں احساس پیدا ہوا کہ میری ہجرت پورا ثواب نہ پانے کے لحاظ سے ناقص رہی ہے۔ کیونکہ مَیں نے آخر میں ہجرت کی ہے۔ اس سے وہ بہت پریشان تھے۔ اور گھبرا رہے تھے۔ اِس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:-

"اِطْمَئِنَّ يَا عَمِّ فَإِنَّكَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ كَمَا أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ فِي النُّبُوَّةِ" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۸)

یعنی اَے چچا! آپ مطمئن ہو جائیں کیونکہ آپ ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں جیسے مَیں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

اِس حدیث کو پیش کر کے غیر احمدی علماء کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عباسؓ آخری مہاجر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آخری مہاجر ہونے کے لحاظ سے خاتم المہاجرین قرار دے کر اپنے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین بمعنی محض آخری نبی ہیں نہ کہ بمعنی افضل النبیین۔

مَیں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں بھی خاتم النبیین ہیں جو جامعیتِ کمالاتِ انبیاء اور تاثیر اور افاضۂ روحانیہ ہیں۔ اِن معنوں کے علاوہ آپ آخری نبی کے معنوں میں بلحاظ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہونے

کے آخری نبی بھی ہیں ۔ یہ خاتم النبیین کے لازمی معنی ہیں جو بدلالتِ التزامی ثابت ہیں ۔ پھر خاتم النبیین کے حقیقی معنی کے مفہوم میں افضلیّت کے معنے بھی شامل ہیں اور آخری نبی کے لازمی معنوں کے ساتھ صرف حقیقی معنوں کی وساطت سے جمع ہیں ۔ اس حدیث میں خاتم النبیین کے آخری نبی صرف لازمی معنی مراد ہیں ۔ اور ان لازمی معنوں سے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے آخری مہاجر ہونے کو تشبیہہ دی گئی ہے نہ کہ افضلیّت کے معنوں میں ۔ جو خاتم النبیین کے حقیقی معنوں " نبوت میں مؤثر وجود " کے ایک دوسرے لازمی معنی ہیں ۔

خاتم المہاجرین والی حدیث کا سیاق

اس حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اس قول سے مقصود حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو یہ اطمینان دلانا تھا کہ تمہاری ہجرت ناقص نہیں بلکہ تم ہجرت کا پُورا ثواب حاصل کرو گے ۔ گو تم واقعہ کے لحاظ سے مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے آخری فرد ہو ۔ جس طرح مَیں آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہُوں ۔

سیاقِ کلام بتاتا ہے کہ اِس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مُراد حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو ہجرت میں محض آخری فرد قرار دینا نہ تھی ۔ ایسا تو وہ خود اپنے آپ کو خیال کر رہے تھے ۔ اَور اپنے تئیں آخری مُہاجر سمجھنے کی وجہ سے ہی تو وہ پریشان ہو رہے تھے کہ میری ہجرت ناقص رہ گئی ہے ۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا اُن کو مُہاجرین کا محض آخری

فرد قرار دینا مقصود ہوتا تو اس سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کیسے اطمینان حاصل ہوسکتا تھا۔ اُنہیں تو اطمینان اور تسلی تبھی ہوسکتی تھی جب کہ یہ الفاظ اُن کے حق میں کسی طرح محلِ مدح میں استعمال کئے گئے ہوں۔ اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ ! اے چچا! آپ تسلی پائیں کے الفاظ اس بات کے لئے قوی قرینہ ہیں کہ خاتم المہاجرین کے الفاظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں محلِ مدح میں استعمال ہوئے ہیں۔

اس جگہ ایک اور امر پر بھی غور کرنا ضروری ہے تاکہ ہم یہ امر صحیح طور پر معلوم کرسکیں کہ خاتم المہاجرین جو مشبّہ ہے اُس کو خاتم النبیین مشبّہ بہ سے کس بات میں تشبیہہ دی گئی ہے۔ وجہِ شبہ (وہ امر جس میں تشبیہہ دی گئی ہے) دریافت کرنے میں ہمیں اس امر کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ حدیث میں صرف خاتم المہاجرین کو خاتم النبیین سے تشبیہہ نہیں دی گئی۔ بلکہ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِیْنَ فِی الْهِجْرَةِ کو خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ فِی النُّبُوَّةِ سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب تھے۔ لہذا آپؐ کے کلام میں خاتم المہاجرین کے ساتھ الہجرۃ اور خاتم النبیین کے ساتھ النبوّۃ کے الفاظ بلاوجہ قرار نہیں دئیے جاسکتے۔ بلکہ اُن کا اِس تشبیہہ کے سمجھانے میں بڑا دخل ہے۔ اب واضح ہو کہ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِیْنَ فِی الْهِجْرَةِ کے یہ معنے ہیں کہ مکہ سے مدینہ کی طرف جو ہجرت مخصوصہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہوئی ہے اس کے لحاظ سے حضرت عباسؓ سے کہا گیا ہے کہ وہ ہجرت کرنے والوں میں سے آخری فرد ہیں نہ کہ آپ علی الاطلاق مہاجرین کے محض آخری فرد ہیں۔ کیونکہ اِس مخصوصہ ہجرت کے بعد بعض اور بھی

ہجرتیں ہونے والی تھیں جیسا کہ ہمارے موجودہ زمانہ کی ہجرت ہے جو تقسیم ہند
کے وقت کرنا پڑی ہے۔ پس حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اِس
ہجرتِ مخصوصہ کے لحاظ سے مہاجرین کے آخری فرد ہیں۔ نہ کہ مطلق مہاجرین کا
آخری فرد۔ جس طرح مِنَ النّبوّۃ یعنی نبوتِ مخصوصہ تشریعیّہ اور مستقلہ کے
لحاظ سے انبیاء کا آخری فرد ہوں نہ کہ محض آخری نبی۔ گویا آپؐ کے بعد بھی نبی
کی آمد کا امکان ہے۔ گو اب کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ چنانچہ خود غیر احمدی
عُلماء بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے قائل ہیں۔ اور انہیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد آخری تابع نبی قرار دیتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس
حدیث کے رُو سے خاتم النبیین بمعنی مطلق آخری نبی قرار نہیں دئیے جاسکتے۔
بلکہ اِن معنوں میں آخری نبی قرار دئیے جاسکتے ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری
مستقل نبی ہیں۔ ورنہ خاتم النّبیّین کے ساتھ فِی النُّبُوَّۃ کی قید بے فائدہ ہو
جائیگی۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا کلام زوائد سے پاک ہوتا ہے۔ پس جس
طرح خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ فِي الْهِجْرَةِ میں الھجرۃ سے مکّہ سے مدینہ
کی مخصوص ہجرت مُراد ہے اِسی طرح النّبوّۃ سے مراد نبوّتِ مخصوصہ یعنی تشریعی
اور مستقلہ نبوّت ہے۔ اِسی کے لحاظ سے آپؐ خاتم النبیین بمعنی آخری شارع اور
آخری مستقل نبی ہیں۔ یہ معنی خاتم النبیین کے حقیقی معنی کو لازم ہیں۔

قرائن وجہ شبہ

قرینہ اُولیٰ یہ بات سمجھ لینے کے بعد اب وجۂ شبہ کا سمجھ لینا آسان ہے
صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ اپنی ہجرت کو

ناقص سمجھتے تھے۔ اور مقصود امر اس تشبیہہ سے یہ تھا کہ اُن کو اطمینان دلایا جائے کہ اُن کی ہجرت ناقص نہیں بلکہ وہ ہجرت کا پورا ثواب پانے والے ہیں۔

قرینۂ ثانیہ پھر مطلوب امر یہ نہ تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ افضل المہاجرین ہیں کیونکہ اس سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دُوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما چکے ہوئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم المہاجرین بمعنی افضل المہاجرین ہونے سے تو کسی معقول آدمی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ جب یہ ظاہر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اِن بزرگواروں سے ہجرت میں افضل نہیں قرار دیئے جا سکتے تھے تو یہ امر بھی اِس بات کے لئے قوی قرینہ ہے کہ خاتم المهاجرین فی الهجرۃ اور خاتم النّبیّین فی النّبوّۃ میں وجہ شبہ ایک خاص معنوں میں آخری ہونے کے ساتھ محض صفتِ کمال میں ہے نہ افضلیت میں۔ کیونکہ جو فرد آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی ہو وہ کامل نبی تو بہرحال ہوگا۔

قرینۂ ثالثہ قرینۂ ثالثہ خود لفظ اِطْمَئِنَّ ہے۔ اگر افضلیت میں تشبیہہ مراد ہوتی تو بلاغت کا تقاضا یہ ہوتا کہ آپ لفظ اَبْشِرْ وغیرہ استعمال فرماتے۔ تسلّی تو صرف اُسے دلائی جاتی ہے جسے کمی رہنے کا اِحساس ہو اور اُسے یہ بتانا مقصُود ہو کہ تم اس پہلو میں کم نہ رہو گے۔

قرینۂ رابعہ اِس جگہ تشبیہہ خاتم المہاجرین کو خاتم النّبیّین کے حقیقی معنوں سے نہیں دی گئی بلکہ لازمی معنوں سے دی گئی ہے۔ اگر خاتم النّبیّین کے حقیقی معنوں سے تشبیہہ مقصُود ہوتی تو ساتھ فِی النُّبُوَّۃِ

کی قید بے فائدہ ہوتی ۔ اور افضل کے معنے خاتم النبیین کے حقیقی معنوں کو لازم ہیں نہ آخری نبی کے لازمی معنوں کو ۔ اور النُّبُوَّۃ کا لفظ صرف خاتم النبیین کے لازمی معنوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہی استعمال کیا گیا ہے جو آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں ۔

قرینۂ خامسہ اِن چاروں قرینوں کے علاوہ اس جگہ ایک اور حقیقت بھی پائی جاتی ہے جو خاتم المہاجرین کے معنے افضل المہاجرین مراد لینے میں روک ہے ۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ خَاتَم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف ہو تو اس مرکّبِ اضافی میں افضلیت کے معنے اِس مرکّب کے حقیقی معنوں کے لازم معنوں کے طور پر پیدا ہوتے ہیں ۔ لیکن جہاں پر ایک ایسا مرکّب اضافی صرف مجازی معنوں میں استعمال ہو رہا ہو جیسے خاتم المہاجرین کے الفاظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں استعمال ہوئے ہیں تو جب اُسے ایسے مرکب اضافی سے تشبیہہ دی جائے جو حقیقی معنوں میں بھی خاتم ہے اور لازمی معنوں میں بھی تو اُس وقت تشبیہہ صرف لازمی معنوں سے ہوگی ۔ چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذاتی ہجرت کا آئندہ ہونے والی ہجرتوں کے مہاجرین پر کوئی اثر اور افاضہ مقصود نہیں ہو سکتا ۔ اِس لئے خاتم المہاجرین کی تشبیہہ خاتم النبیین کے لازمی معنوں سے ہوگی نہ کہ حقیقی معنوں سے ۔ اِسی لئے خاتم النبیین کے ساتھ فِي النُّبُوَّۃِ کی قید لگائی گئی ہے ۔ تاکہ صریح طور پر تشبیہہ لازمی معنوں سے سمجھی جائے نہ کہ حقیقی معنوں ۔ هٰذَا مَا أُلْقِيَ فِيْ رَوْعِيْ وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

جب یہ بات واضح ہو چکی کہ اِن پانچوں قرائن کی وجہ سے خاتم المہاجرین کی تشبیہہ خاتم النّبیّین کے ایک لازمی معنوں سے ہے جو آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ نیز تشبیہہ صرف صفتِ کمال میں ہے نہ کہ افضلیت میں۔ تو خاتم المہاجرین والی حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ " اے چچا! آپ مطمئن ہوجائیں کہ آپ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے والے لوگوں میں سے آخری مہاجر تو ہیں مگر آپ کی یہ ہجرت ناقص نہیں۔ بلکہ آپ اِس کا پُورا ثواب حاصل کرنے والے ہیں۔ جس طرح مَیں نبوتِ تشریعیہ اور نبوتِ مستقلہ کے لحاظ سے آخری نبی ہونے کے باوجود سابق انبیاء کے مقابلہ میں کسی سے کم نہیں بلکہ کامل نبی ہوں "۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص اس جگہ یہ کہے کہ جب خاتم النّبیّین فی النّبوّۃ کے تابع تم نبی کا آنا مانتے ہو تو کیوں خاتم المہاجرین کے تابع بعد کے مہاجرین کو قرار دے کر خاتم المہاجرین کو اِن بعد والوں سے افضل قرار نہ دیا جائے؟ تمہارے بیان کردہ قرائن اگر پہلوں سے افضل ہونے میں روک ہیں تو بعد کے مہاجرین سے حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو افضل المہاجرین تسلیم کرنے میں تمہیں کیا عُذر ہے؟

اِس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ مَیں پہلے بتا چکا ہُوں کہ خاتم المہاجرین کے مرکب اضافی میں افضلیت کے معنے صرف اُس وقت تسلیم کئے جا سکتے ہیں جبکہ بعد والے مہاجرین پر خاتم المہاجرین کا اثر متصوّر ہو سکے۔ لیکن بعد کی ہجرتوں کے مہاجرین پر چونکہ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی ذاتی ہجرت کا کوئی اثر متصوّر نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے خاتم المہاجرین کو اِس جگہ افضل المہاجرین کے معنوں میں

جو صرف حقیقی معنوں کو لازم ہو سکتے ہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا ۔ بلکہ خاتم المہاجرین کے الفاظ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے حق میں محض مجازی معنوں (یعنی مکّہ سے مدینہ کی ہجرت میں آخری مہاجر کے معنوں) میں ہی استعمال ہوئے ہیں ۔ اگر بعد کی ہجرتوں کے مہاجرین کو حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بلا دلیل تابع قرار دے کر اُن کو خاتم المہاجرین بمعنی افضل المہاجرین قرار دیا جائے تو پھر اُن کی ہجرت اُن سے پہلے صحابہ رض کی ہجرت کے تابع قرار دی جا سکے گی ۔ اور اس وجہ سے افضل نہیں رہے گی ۔ کیونکہ افضل المہاجرین اُن سے پہلے ہجرت کرنے والے قرار پا جائیں گے ۔

پھر سچّی بات یہ ہے کہ خاتم المہاجرین حقیقی معنوں میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ کیونکہ آپؐ کے بعد جس قدر مسلمان قیامت تک ہجرت کرنے والے ہیں اُن سب کی ہجرت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہجرت کا اثر اور ظلّ ہو کر ہجرت کا مذہبی تقدّس حاصل کرنے والی ہے پس حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو چونکہ حقیقی معنوں میں خاتم المہاجرین قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اُن کی ذاتی ہجرت کا بعد کے مہاجرین کی ہجرت پر کوئی اثر نہیں اسلئے وہ خاتم المہاجرین بمعنی افضل المہاجرین تسلیم نہیں کئے جا سکتے ۔ نہ پہلے مہاجرین سے نہ پچھلوں سے ۔ افضلیت کا مفہوم تو صرف خاتم کے حقیقی معنوں کو لازم ہے ۔ اور حقیقی معنی حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کے حق میں تسلیم نہیں کئے جا سکتے ۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تسلیم کئے جا سکتے ہیں ۔

خاتم کے انسانی القاب اور خدائی لقب میں فرق

خاتم الاولیاء۔ خاتم المحدثین۔ خاتم المفسرین وغیرہ القاب سے جو اُمّت کے بزرگوں کیلئے استعمال کئے گئے ہیں خاتم النبیین کا لقب اِس بات میں تو اتفاق رکھتا ہے کہ اِن القاب سے افاضۂ کمال اور افضلیت کا اظہار مقصود ہوتا ہے لیکن انسانی القاب اور خدا تعالیٰ کے دیئے گئے لقب میں ایک فرق کا ملحوظ رکھنا بھی ازبس ضروری ہے۔ ایک انسان جب کسی کو خاتم الاولیاء یا خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین قرار دے تو اس کا ایسا کرنا محض اجتہاد اور قیاس پر مبنی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اردگرد کے دوسرے لوگوں کو جو اس گروہ سے تعلق رکھتے ہوں دیکھ کر اپنی سمجھ کے موافق اُن کے کمالات کی تحقیق کر کے کسی کو ایسے القاب دے دیتا ہے۔ اُس کی نظر اتنی وسیع نہیں ہو سکتی کہ تمام پہلوں اور آئندہ قیامت تک آنے والے افراد کو مدّنظر رکھ کر ایک شخص کو خاتم الاولیاء یا خاتم المحدثین وغیرہ کا لقب دے کیونکہ وہ عالم الغیب نہیں۔ پھر انسان کا اپنے زمانہ کے باکمال لوگوں کو ایسا لقب دینا بعض اوقات مبالغہ پر بھی مبنی ہو سکتا ہے۔ اور اس وجہ سے وہ ہرگز حقیقت پر محمول نہیں ہو سکتا۔

حضرت پیرِ پیران قدّس سرّہٗ خدا تعالیٰ کی محبت میں پورے فنا ہونیوالے کو فرماتے ہیں۔ بِكَ تُخْتَمُ الْوَلَايَةُ۔ کہ تُو خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔ شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی اِس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:-

"در زمانِ تو مرتبۂ ولایت وکمالِ تو فوقِ کمالاتِ ہمہ باشد۔
وقدمِ تو بر گردنِ ہمہ اُفتد۔" (فتوح الغیب صـ۲۳)

یعنی تیرے زمانہ میں تیرا ولایت کا مرتبہ اور کمال سب لوگوں سے
بالا ہوگا ۔ اور تیرا قدم سب کی گردن پر ہوگا ۔

اِس سے ظاہر ہے کہ انسان جب ایسا لقب کسی کے لئے استعمال کرتا ہے تو اُس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ مثلاً یہ خاتم الاولیاء اپنے زمانہ کے لوگوں سے میری نگاہ میں افضل ہے۔ گویا الف لام اِس جگہ عہدِ خارجی کا ہوتا ہے ۔ لیکن اللہ تعالےٰ چونکہ عالم الغیب ہے اِس لئے اگر وہ کسی کو منفرد طور پر خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ قرار دے تو اس لقب کے حامل کا تمام انبیاء سے افضل ہونا ضروری ہوگا ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی نظر سب پہلوں اور پچھلوں پر ہوتی ہے اِس لئے اللہ تعالےٰ کے استعمال میں اس جگہ الف لام استغراق کا ہوگا ۔

خاتم الاولیاء اور خاتم المحدّثین کے انسان کی طرف سے دیئے گئے القاب میں یہ بھی مدّ نظر نہیں ہوتا کہ یہ شخص اولیاء یا محدّثین کا محض آخری فرد ہے ۔ بلکہ اس کے مدّ نظر صرف اظہارِ افضلیت ہوتا ہے ۔ ہاں جہاں صرف تاریخی حیثیت بیان کرنا مقصود ہو وہاں چونکہ خاتم کا استعمال مجازی معنوں میں ہوتا ہے ۔ اِس لئے وہاں پر خاتم سے اِس گروہ کا محض آخری فرد مراد ہوگا ۔ جس کی طرف وہ مضاف ہُوا ہو ۔ مگر مجازی معنوں کے لئے قرینہ چاہیئے ۔ افضلیت کے معنی حقیقی معنوں کو بہرحال لازم ہیں ۔ ہاں اگر کوئی شخص افضلیت کے معنوں کا خاتم کی اصل وضع سے لزوم نہ جانتا ہو تو وہ خاتم کو افضل کے معنوں میں استعمال کرنے کے لئے صرف محلِّ مدح کو مدِّ نظر رکھے گا ۔ یا خاتم کے مجازی معنی آخری لے کر پھر آخر کو مجاز در مجاز کے طور مجازی معنوں میں افضل قرار دے گا ۔

کیونکہ آخر کا لفظ بھی عربی زبان میں افضل کے معنوں میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔
لیکن اس وقت آخری کے اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے۔ چنانچہ ایک شاعر
آخر کو افضل کے معنوں میں استعمال کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

شَرٰی وُدِّی وَشُکْرِیْ مِنْ بَعِیْدٍ لِاٰخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِیْعٌ

(حماسہ باب الادب)

یعنی "ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے
جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثال ہے خرید لیا ہے"
(ترجمہ از مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی)

ایک اعلان

اب میں اپنے مضمون کے آخر میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میری تحقیق یہ ہے
کہ خَاتَم کا لفظ، انسان جہاں جمع کی طرف مضاف کرکے استعمال کرے جیسے خاتم
الاولیاء، یا خاتم المحدثین کے القاب ہیں اور ایسے مقام پر خاتَم یا خاتِم
کے حقیقی معنے اپنی تاثیر سے دوسرے کو اپنے کمالات سے متأثر کرنا اور اپنے
افاضہ سے کمال تک پہنچانا چسپاں ہو سکتے ہوں تو پھر یہ خَاتَم یا خَاتِم
اس گروہ کا اپنے زمانہ میں افضل فرد قرار دیا گیا ہوگا۔ نہ کہ اُس گروہ کا محض
آخری فرد۔ اور خاتَم یا خاتِم کے معنے محض آخری فرد وہاں لئے جائیں گے
جہاں یہ حقیقی معنے چسپاں نہ ہو سکتے ہوں۔ میں اس تحقیق پر بڑے وثوق
سے علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوں۔ اور بڑی تحدی سے یہ دعویٰ رکھتا ہوں کہ اِس

قاعدہ کے خلاف محاوراتِ زبانِ عربی میں سے کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ میں اِس قاعدہ کے خلاف مثال پیش کرنے والے کا تہِ دل سے ممنون ہوں گا۔ اور اپنا اعلان[ع] واپس لے لوں گا۔ مگر کیا اہلِ علم اصحاب میں سے کوئی ایسی مثال پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ مجھے یقین ہے ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ کیونکہ میرا یہ دعویٰ خدا کے فضل سے تحقیق کی ایک مضبوط چٹان پر مبنی ہے۔

اِس اصل کے مطابق خاتم النبیّین کا لقب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیا گیا ہے اور جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر آپؐ کی افضلیتِ تامّہ پر دالّ ہے۔ صرف اسی وجہ سے دالّ ہے کہ خاتم النبیین کے حقیقی معنی اپنی تاثیر اور افاضہ سے دُوسرے کو نبوّت کے مقام پر فائز کرنے والا نبی اس جگہ چسپاں ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی محض آخری نبی تو بالذات افضلیت کو نہیں چاہتے۔ جیسا کہ مولٰنا محمد قاسم صاحب مناظرہ عجیبہ ص۴۹ میں فرماتے ہیں:۔

"تأخّرِ زمانی افضلیّت کے لئے موضوع نہیں۔ افضلیّت کو مستلزم نہیں۔ افضلیت سے اس کو بالذّات کچھ علاقہ نہیں۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین بمعنی افضل النّبیّین بھی ہیں۔ اِس لئے خاتم النبیین کے حقیقی معنی اپنی تاثیر سے دوسروں کو مقامِ نبوت پر

ع: کتاب ہذا کے دو ایڈیشن اس سے پہلے شائع ہو چکے ہیں یہ تیسرا ایڈیشن ہے اِس وقت تک کوئی عالم میرے بیان کردہ قاعدہ کے خلاف کوئی مثال پیش نہیں کر سکا۔ منہ۔

پہنچانے کا ذریعہ یا پہنچانے والا نبی اس جگہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اِن حقیقی معنوں کے تسلیم کرنے پر جماعت احمدیہ پر منکرِ ختم نبوت کا الزام دینا سراسر ظلم اور تحکم ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:—

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور اُن کا ایسا ظرف ہی نہیں۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں۔ اُنہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سُنا ہوا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ بجز اُن لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل صفحہ ۳۲۷)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ضمیمہ "شانِ خاتم النبیین" (ملحقہ ایڈیشن اوّل)

خاتم النّبیّین کی تفسیر مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک

مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس صہ۳ میں لکھتے ہیں :-

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپؐ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدّم و تاخرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے"

پھر مناظرہ عجیبہ صہ۴۹ پر لکھتے ہیں :-

"تاخرِ زمانی افضلیت کیلئے موضوع نہیں، افضلیت کو مستلزم نہیں، افضلیت سے اِس کو بالذات کچھ علاقہ نہیں"

پھر وہ خاتم النبیین کے معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپؐ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔ اَوروں کی نبوت آپؐ کا فیض ہے مگر آپؐ کی نبوت کسی اَور کا فیض نہیں۔ اِس طرح آپؐ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپؐ نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں" (تحذیر الناس صہ۳-۴)

پھر اِن معنوں کے لحاظ سے شانِ خاتم النبیین یہ بیان فرماتے ہیں :-

"انبیاء کے افرادِ خارجی (سابقہ انبیاء) پر ہی آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی

افرادِ مقدرہ (جن کا آنا تجویز کیا جائے) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ بالفرض اگر بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔" (تحذیر الناس صـ۲۸)

بعض لوگ جیسا کہ مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی کہتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی یہ عبارت بطور فرض محال کے ہے۔ کیونکہ وہ خاتمیتِ زمانی کے بھی قائل ہیں کیونکہ وہ لکھتے ہیں "خاتمیتِ زمانیہ اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ علاج نہیں۔" (دیکھو مناظرہ عجیبہ صـ۳۹) نیز لکھتے ہیں:۔ "امتناع بالغیر میں کِسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اَور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اِس میں تامّل کرے اُس کو کافر سمجھتا ہوں۔" (مناظرہ عجیبہ صـ۱۱۳)

بیشک مولوی محمد قاسم صاحب خاتمیتِ زمانی کے بھی قائل ہیں مگر خاتمیتِ زمانی سے مراد اُن کی یہ ہے کہ کوئی تشارع نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ اِسی کو وہ ممتنع بالغیر سمجھتے ہیں۔ اور ایسی نبوت کے مدّعی کو ہی کافر سمجھتے ہیں۔

مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیتِ زمانی کی غرض!

چنانچہ مولوی صاحب موصوف خاتمیتِ زمانی کی غرض مناظرہ عجیبہ صـ۴۰-۴۱ میں یہ بیان کرتے ہیں:۔

"غرض خاتمیتِ زمانی سے یہ ہے کہ دینِ محمدی بعد ظہور منسوخ نہ ہو۔ علومِ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ جائیں۔ کسی اَور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے۔"

اِس سے ظاہر ہے کہ ممتنع بالغیر اور کفر اُن کے نزدیک ایسی نبوت کا دعویٰ ہوگا جو خاتمیتِ زمانی کی اس غرض کے منافی ہو۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

کی نبوت خاتمیتِ زمانی کی اس غرض کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ تابع اور اُمتی نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ آپ کے نزدیک شریعتِ محمدیہ کامل شریعت ہے اور قیامت تک اُس کا کوئی نقطہ اور شوشہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اور کسی نئے دین اور علم کی ضرورت نہیں۔ پس جب خاتمیتِ زمانی کی غرض مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک یہ ہوئی کہ شریعتِ محمدیہ منسوخ نہ ہو تو ایسے نبی کی بعثت جو ناسخ شریعت محمدیہ نہ ہو اور نئے دین اور علم لانے کا مدعی نہ ہو۔ آپ کے نزدیک ممتنع بالغیر نہ ہوئی۔ ناسخ شرع محمدی ہونے کا دعویٰ اور مستقلہ نبوت کا دعویٰ تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے نزدیک بھی کفر ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحبؒ مولوی عبدالعزیز صاحب کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

"اِسے بھی جانے دیجئے آپ خاتمیتِ مرتبی کو مانتے ہی نہیں۔ خاتمیتِ زمانی کو ہی آپ تسلیم فرماتے ہیں۔ خیر اگرچہ اس میں در پردہ اِنکار افضلیتِ تامہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتا ہے۔ لیکن خاتمیتِ زمانی کو آپ اتنا عام نہیں کر سکتے جتنا ہم نے خاتمیتِ مرتبی کو عام کر دیا تھا۔"

(مناظرہ عجیبہ صلا)

پس خاتمیتِ زمانی اُن کے نزدیک نسبتاً ایک محدود صورت رکھتی ہے اِسی لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے قائل ہوتے ہوئے مسیح نبی اللہ کے امتِ محمدیہ میں آنے کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتمیتِ مرتبی کے لحاظ سے ابوالانبیاء قرار دینے کے بعد آپؐ کی تصدیق کی غرض کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"بعد نزول حضرت عیسیٰؑ کا آپؐ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ اِدھر رسول اللہؐ کا ارشاد عُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ بشرطِ فہم اسی جانب مشیر ہے۔" (تحذیر الناس صلا)

پس جب حضرت عیسیٰ نبی اللہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے آنا اُن کے نزدیک جائز ہے اور اُن کی آمد اُن کے نزدیک بوجہ نئی شریعت اور نیا دین و علم نہ لانے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے خلاف نہیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی تابع نبوت جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونا اور اُمتی رہنا لازم ہو اور اس طرح وہ نبوت کسی نئے علم دین و شریعتِ جدیدہ کی حامل نہ ہو۔ بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور تجدیدِ اسلام اور اصلاحِ خلق اور اشاعتِ اسلام ہی اس کی غرض ہو۔ وہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیتِ زمانی کی غرض کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ زمانی کے بھی منافی نہیں جیسا کہ وہ آپ کی خاتمیتِ مرتبی کے منافی نہیں وھذا ھو المراد۔

اللہ تعالیٰ مولوی محمد قاسم صاحب کو جزائے خیر دے کیونکہ انہوں نے بلا خوفِ لومۃِ لائم خاتم النبیین کی حقیقت پر ایک حد تک نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی ہے۔ ایسے ہی علمائے محققین اُمت کے لئے باعثِ فخر ہیں ٭

تمت بالخیر

خاکسار

قاضی محمد نذیر لائل پوری
پرنسپل جامعہ احمدیہ
ربوہ

ضمیمہ "شانِ خاتم النّبیّین" صلی اللہ علیہ وسلم ملحقہ ایڈیشن دوم

جلسہ سالانہ ۵۲ء میں جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ نے ختم نبوت کی حقیقت پر جو تقریر کی تھی اُسے توسیع دے کر کتابی صورت میں "شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے ۱۹۵۴ء میں شائع کیا گیا۔ اِس کتاب نے ایسی قبولیتِ عامہ حاصل کی ہے کہ اب اِس کا دُوسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔

اِمسال ۲۸ دسمبر ۵۴ء کو بھی محترم قاضی صاحب موصوف کی جلسہ سالانہ ربوہ میں "شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" کے موضوع پر ایک محققانہ تقریر ہوئی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

الناشر

آپ نے فرمایا:- "جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۵۲ء میں بھی مَیں نے اس موضوع پر ایک خاص ترتیب سے تقریر کی تھی جس سے اس مضمون کو آسانی سے لوگوں کے ذہنوں میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ میری یہ تقریر خدا تعالیٰ کے فضل سے اِمسال بعض احباب کی تحریک پر "شانِ خاتم النبیین" کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔

آج مَیں اِس مضمون کو ایک جدید ترتیب سے احباب کے سامنے رکھتا ہوں کہ اِس ترتیب سے بھی یہ مضمون مفید ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب کی آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مرتبے اور مقام بیان فرمائے ہیں۔ اوّل رسول اللہ۔ اور دوم خاتم النبیین۔ رسالت کو لوگ بالعموم جانتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی عام شان یوں بیان فرمائی ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ جمعہ) اس آیت میں اللہ تعالےٰ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کے چار کام بیان فرمائے ہیں۔ اوّل:
تلاوتِ آیات۔ دوم تزکیۂ نفوس۔ سوم تعلیم کتاب یعنی بیانِ شریعت اور چہارم
تعلیمِ حکمت یعنی فلسفۂ شریعت کا بیان کرنا اور سمجھانا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس منصبِ رسالت کی بھی تفسیر اور تشریح خود فرمائی ہے
جس میں آپ کے ساتھ دوسرے انبیاء اور رسول شریک ہیں۔ اور جس منصب کو بالعموم ایک
حد تک سمجھا جا رہا تھا تو خاتم النبیین کا مرتبہ اور مقام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم تمام انبیاء سے منفرد ہیں۔ اور جس مرتبہ اور منصب کا دُنیا کو پہلے علم نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ
کی طرف سے اُس کی تفسیر کا بیان کیا جانا زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے آپؐ کے اِس منصب کی تفسیر و تشریح کو لوگوں پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ القرآن یفسّر
بعضہٗ بعضاً کے مطابق سرورِ کائنات فخرِ موجودات سیّد ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے اس یگانہ اور امتیازی مقام اور ارفع اور اعلیٰ اور اتم منصب کی حقیقت خود
ہی بیان فرما دی ہے۔

یاد رہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا ہی لقب ایک ایسا لقب ہے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن امتیازی صفات کا قائم مقام ہے۔ جو صفات آپؐ
کی قرآن کریم نے تفصیل سے بیان کی ہیں۔ صرف یہی ایک اصطلاحی لفظ ہے جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امتیازی اور ارفع اور اتم شان کا مظہر ہے۔

عقلی طور پر یہ حقیقت مسلّم ہے کہ خدا تعالیٰ سے قُرب پانے میں ایک رُوحانی
اِنسان جس مقام پر ہوگا اُتنا ہی وہ خدا تعالیٰ سے فیض لے گا۔ اور جو رُوحانی اِنسان
قربِ الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا ہُوا ہوگا اور دوسرے تمام لوگوں سے قُربِ الٰہی
میں امتیازی شان رکھتا ہوگا اتنی ہی اس کی شانِ استفاضہ یعنی فیض لینے کی شان بلند
ہوگی۔ اور پھر جتنی اس کی شانِ استفاضہ بلند ہوگی اُتنی ہی اُس کی شانِ افاضہ یعنی

فیض رسانی کی شان بھی بلند ہوگی۔ شانِ استفاضہ اور شانِ افاضہ میں باہم لازم و ملزوم کا تعلق ہے ۔ اور یہ ایسا تعلق ہے کہ اگر ایک چیز پائی جائے تو دوسری کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے ۔ کبھی ملزوم کو لازم کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے اور کبھی لازم کو ملزوم کے ذریعہ ۔ پس استفاضہ کی بلندی افاضہ کی بلندی پر دال ہوگی اور افاضہ کی رفعت شانِ استفاضہ کے کمال پر دلیل ہوگی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ استفاضہ و افاضہ ازروئے قرآن کریم

اب ہم قرآن کریم سے دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ استفاضہ و افاضہ کا مقام کتنا بلند ہے ۔ تا خاتم النبیین کی شان کا ہمیں حقیقی تصور ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں آپؐ کی شان اور مرتبہ کے کمال کو بیان کرنے کے لئے فرماتا ہے :-

"دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" (سورۃ نجم)

یعنی آپؐ خدا تعالیٰ سے قریب ہوئے یعنی اُس سے فیض لیا اور پھر مخلوق کی طرف جھکے ۔ یعنی مخلوق کو فیض پہنچایا ۔ خدا تعالیٰ سے قُرب کا مرتبہ آپؐ کا یہ تھا جس طرح دو کمانوں کا وتر اکٹھا ہو کر ایک دکھائی دے ۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے آپؐ کا قُرب اِس سے بھی بڑھا ہوا تھا ۔

خدا تعالیٰ نے اِس آیت کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بارگاہ میں مقرب ہونے کی تمثیل قاب قوسین یعنی دو کمانوں کے وتر سے دی ہے ۔ اِس طرح کہ ایک طرف قوسِ الوہیت ہے اور دوسری طرف قوسِ محمدیت ۔ اور اِن دونوں قوسوں کا وتر بالکل ایک دوسرے کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے ۔

پھر خدا تعالیٰ بتاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا مقام دراصل اس تمثیل سے بھی بالا ہے۔ عربی زبان میں تمثیل کے ذریعہ انتہائی قرب سمجھانے کی مثال قاب قوسین سے بہتر نہیں مل سکتی۔ لیکن یہ تمثیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربِ الٰہی کے مرتبہ کا پورا تصور نہیں دلا سکتی۔ اس لئے اس سے بالاتر تصور دلانے کے لئے او ادنیٰ کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس شان و مرتبہ اور کمال کا انسان بلحاظ حقیقت کے نہ اب تک کوئی گذرا ہے اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربِ الٰہی کے اس انتہائی نقطہ پر قرار دیتی ہے جو اس دنیا میں کسی انسان کو حاصل ہو سکتا تھا۔ پس جب آپؐ قربِ الٰہی کے پانے میں ایسے ارفع اور امتیازی مقام پر کھڑے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کی شانِ استفاضہ (فیض لینے کی شان) بھی تمام انبیاءؑ اور مرسلینؑ کے مقابلہ میں اتم اور اکمل ہے۔ جب آپؐ کی شانِ استفاضہ میں یہ کمال ہے تو اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آپؐ اپنی شانِ افاضہ (فیض رسانی) میں بھی تمام انبیاءؑ اور مرسلینؑ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر پہلے انبیاءؑ کی پیروی اور افاضہ سے اُن کے اُمتیوں کو قربِ الٰہی میں ولایت کے مدارجِ مختلفہ صدیقیت۔ شہادت اور صالحیت حاصل ہو سکتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ افاضہ کے لحاظ سے آپؐ کے اُمتیوں کو ولایت کے اِن مقامات سے بڑھ کر نبوت کا مقام بھی حاصل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ صدیقیت سے بالا مقام صرف نبوت کا مقام ہے۔ اگر یہ مرتبہ اور مقام ہر پہلو سے منقطع قرار دیا جائے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں شانِ افاضہ کے لحاظ سے حقیقی برتری نہیں رہتی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے مقرب ہونے کے لحاظ سے سب سے بلند مقام پر قرار دیا ہے۔ اس لئے اُس نے

آپ کی شانِ افاضہ کو بھی قرآن کریم میں امتیازی حیثیت کے ساتھ پیش فرمایا۔
چنانچہ سورۃ نساء کے رکوع ۹ میں فرماتا ہے:۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (نساء ع ۹)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور الرّسول یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے وہ شرف و رُتبہ پانے میں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں، صدّیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے اور یہ لوگ رفاقت کے لحاظ سے اچھے ہیں۔

اِس آیت میں الرّسول سے مراد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چونکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے اَلشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ، ثَبَتَ بِلَوَازِمِہٖ۔ کہ جب ایک شئ ثابت ہو یا پائی جائے تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ اِس لئے اِس جگہ الرّسول سے مراد خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو خاتم النّبیّین کی شان لازم ہے۔ اور جب اس رسالت کا کمال بیان کرنا مقصود ہوگا تو وہ دراصل شانِ خاتم النبیین کا کمال ہوگا۔ لہٰذا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختم نبوّت کی فیض رسانی کا یہ کمال بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی پیروی کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ آپ کا اُمّتی انبیاء کے گروہ کا ایک فرد بن سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمام انبیاء کے کمالات کا جامع ہو سکے۔

مفرداتِ راغب اصفہانی میں جو لغتِ قرآن کی ایک مستند کتاب ہے مَعَ کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل معیّتِ مکانی جیسے دو شخص

ایک جگہ میں اکٹھے ہوں ۔ مثلاً ایک گھر میں ہوں ۔ دوم معیّتِ زمانی جیسے دونوں اکٹھے پیدا ہوں ۔ سوم معیّتِ متضائفین۔ یعنی ایسی دو حقیقتوں کو سمجھنے میں معیت جن میں ایک کا سمجھنا دوسری کے سمجھنے پر موقوف ہو ۔ جیسے باپ اور بیٹا کی حقیقت کو ایک دوسرے کے ساتھ یعنی ایک دوسرے کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے ۔ معیّتِ چہارم کے متعلق وہ فرماتے ہیں :۔

وَ اِمَّا فِی الشَّرَفِ وَ الرُّتْبَۃِ ۔ کہ چوتھی قسم کی معیت وہ ہے جو شرف اور رُتبہ کے لحاظ سے ایک کو دُوسرے کا رفیق بنا دے ۔

اس آیت میں مَعَ کے صرف چوتھے معنے ہی مُراد ہو سکتے ہیں ۔ پہلے تین معنے مُراد نہیں ہو سکتے ۔ مَعَ کا لفظ قرآن کریم نے مِنْ کی بجائے اختیار کرنے میں معجزانہ بلاغت کا ثبوت دیا ہے ۔ اگر اِس جگہ مَعَ کی بجائے مِنْ کا لفظ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا بلحاظ اِفاضہ کے صرف اتنا تصوّر ہوتا کہ آپؐ کی پیروی سے ایک شخص زُمرۂ انبیاء میں داخل ہو سکتا ہے ۔ اور زمرۂ صدّیقین اور زمرۂ شہداء اور زمرۂ صالحین میں داخل ہو سکتا ہے ۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا تصوّر بلحاظ اِفاضہ اِس مقام سے بھی بالا تھا اس لئے مَعَ کا لفظ اختیار کیا گیا جو آپؐ کی اُس شان کا تصوّر دلاتا ہے کہ آپؐ کی پیروی سے آپؐ کا اُمتی صرف انبیاء صدّیقین ، شہداء اور صالحین کے گروہ کا ایک فرد ہی نہیں بنتا بلکہ اِس سے بڑھ کر انبیاء ، صدّیقین ، شہداء اور صالحین کے تمام کمالات کا جامع بھی ہو سکتا ہے ۔ اگر مِنْ کا لفظ ہوتا تو جامعیّت کا یہ مفہوم آیت سے اخذ نہ ہو سکتا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ کا تصوّر اس سے کم درجہ کا ہوتا جو خدا تعالیٰ مَعَ کے ذریعہ دلانا چاہتا ہے ۔ مَعَ کے لفظ سے جو تصوّر اللہ

تعالیٰ دلانا چاہتا ہے مِنْ کے مفہوم کا تصور خود اس کے اندر آجاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص اِن چاروں مراتب میں سے کسی مرتبہ کا پُورے طور پر جامع ہو۔ وہ زمرہ میں بدرجہ اولیٰ داخل ہوگا۔ پس یہ شانِ خاتم النبیین کے افاضہ کا کمال ہے کہ وہ آپؐ کے اُمتی کو جامعیتِ کمال کے ساتھ اس مقام پر کھڑا کر سکتا ہے کہ وہ یہ اعلان کرے ؎

آدمم نیز احمدِؐ مختار   در برم جامۂ ہمہ ابرار

لیکن جامعیت کا یہ شرف اُس کو چونکہ ظلّی اور طفیلی طور پر ملے گا۔ اِس لئے ساتھ ہی وہ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوگا ؎

لیک آئینہ ام زربّ غنی   از پئے صورتِ مہِ مدنیؐ

اِس طرح اُمتی کا وجود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اُمتی کے تمام کمالات خواہ وہ جامعیت کی حد تک پہنچ جائیں ہمیشہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظِلّ اور عکس ہی ہوتے ہیں۔

اگر ہم کسی اَور سادہ مثال کے ذریعہ خاتم النّبیّین کی شان کا تصوّر دلانا چاہیں تو کسی حد تک اِس بات سے بھی اِس مرتبہ کا تصور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت روحانیت کے لحاظ سے شہنشاہ کی ہے اَور باقی تمام انبیاء کی حیثیت رُوحانی بادشاہ کی۔ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی اور اطاعت میں مقامِ نبوت بھی مِل سکتا ہے۔ اور کمالاتِ انبیاء بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو تمام انبیاء کے مقابلہ میں ممتاز قرار دیتا ہے۔ اور جماعتِ احمدیہ کے اِس عقیدہ سے ظاہر ہے کہ اِس جماعت کے نزدیک سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ جب سے دُنیا بنی ہے اور جب تک قائم رہے گی۔ اِس شان میں حقیقت کے لحاظ سے کوئی آپؐ کا شریک نہیں۔ صرف ظلّی طور پر کمالات و انوارِ نبوت کا وارث ہو سکتا ہے۔

خاتم النبیین اور لغتِ عربی

اگر لغتِ عربی کے لحاظ سے شانِ خاتم النبیین کی حقیقت پر غور کیا جائے تو لغتِ عربی قرآن کریم کے اس مضمون کی تصدیق کرتی ہے جو خاتم النبیین کی تفسیر میں قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ امام راغبؒ اصفہانی مفردات راغب میں لفظ "ختم" کے دو پہلو بیان فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں لفظ ختم اور طبع دونوں خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں۔ اور اس طرح تاثیر الشیء کے معنے رکھتے ہیں۔ جیسے انگوٹھی کا نقش مؤثر ہوتا ہے۔ اور دوسرا پہلو اس کا اس نقش کا اثر حاصل ہے اور مجازاً یہ لفظ ان دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بندش کے معنوں میں بھی اور آخر کو پہنچنے کے معنوں میں بھی۔ میں یہ حوالہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "شانِ خاتم النبیین" میں پیش کر چکا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ختم کے حقیقی معنے تاثیر شئی کے ہیں۔ اور لغت میں اس کے علاوہ بیان کردہ جو معنے ہیں وہ سب مجازی ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مفہوم بلحاظ تحقیق لغوی یہ ہوگا کہ آپؐ کی تاثیر اور افاضہ سے مقامِ نبوت حاصل ہوسکتا ہے۔ اور آپؐ کا ایک اُمتی آپؐ کی شریعت کاملہ کی پیروی سے کمالاتِ نبوت سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ خاتم النبیین کے ان معنوں کو آخر الانبیاء کے معنے لازم ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں آخری نبی ہیں کہ آپؐ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ چنانچہ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ[1] کہ نبوت میں سے صرف المبشرات باقی ہیں۔ یہ حدیث زمانۂ محمدی

---

[1] اس حدیث کی ترکیب لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمَالِ اِلَّا الدَّنَانِيْرُ کی طرح ہے کہ مال میں سے دینار کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ دینار بھی مال کی ایک قسم ہیں۔ منہ

کے لئے آیت خاتم النبیین کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوتِ مطلقہ میں سے صرف المبشرات کو باقی قرار دیا ہے۔ اور نبوت کی دوسری اقسام نبوتِ تشریعیہ اور نبوتِ مستقلہ کو منقطع قرار دیا ہے۔ اور المبشرات کو نبوت میں سے قرار دے کر بتا دیا ہے کہ یہ کوئی ادنیٰ قسم کا مقام نہیں بلکہ جس شخص کو مبشرات والی وحی اور رؤیا صالحہ حاصل ہوں وہ ایک خاص حالت میں نبی کہلانے کا مستحق بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اُمتِ محمدیہ کے اندر آنے والے مسیح موعود کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں جو خروج الدجال کے باب میں مذکور ہے چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے اندر آنے والے مسیح موعود کی نبوت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی ہے کہ وہ المبشرات کے حامل ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کو بکثرت امورِ غیبیہ سے مطلع کرے گا۔ کیونکہ جو نبوت لَمْ یَبْقَ کے الفاظ سے منقطع ہو چکی ہے اس کا حامل اُمتِ محمدیہ میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جو نبوت اس حدیث میں قیامت تک باقی قرار دی گئی ہے مسیح موعود صرف اُسی کا حامل ہو سکتا ہے۔ اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا افاضہ اور برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ میں آپؐ کے ایک رُوحانی فرزند حضرت **میرزا غلام احمد قادیانی** علیہ السلام کو مسیح موعود قرار دے کر آپؐ کی پیروی کی برکت سے آپؐ کی ختمِ نبوّت کی شان کے افاضۂ کمال کو ظاہر کرنے کے لئے مقامِ نبوّت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کا لقب عطا فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

ضروری یادداشت

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۰۱ پر بحوالہ "نشر الطّیب فی ذکر الحبیب" مؤلفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اُردو ترجمہ کے طور پر ایک حدیث درج ہے۔ مجھے حلیہ ابو نعیم میں اس حدیث کو تلاش کرنے پر اس کی جلد ۶ کے صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر مطبع السعادۃ میں ذیل کے عربی الفاظ ملے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے اُمتِ محمدیہ کے فضائل سُننے کے بعد اُن میں اور خدا تعالیٰ میں بطور سوال وجواب درج ہیں :۔

"قَالَ مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَارَبِّ اجْعَلْنِیْ نَبِیَّھُمْ قَالَ اِنَّ نَبِیَّھُمْ مِنْھُمْ۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مِنْھُمْ قَالَ اِنَّکَ تَقَدَّمْتَ وَ تَاَخَّرُوْا"

اِس عبارت میں پانچوں جگہ ھُمْ ضمیرِ غائب کا مرجع اُمتِ محمدیہ ہے۔ یہ حدیث نوف بن ابی فضالہ البکالی سے مروی ہے ۔

(من المصنّف)

از افکار مکرمی مولوی ظفر محمد صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ

کتاب "شانِ خاتم النبیینؐ" پڑھ کر میرا تأثر!

خطاب بحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب لولاک ختم الانبیاء — مقتدائے انبیاء و اصفیاء
تیری آمد سے ہے یہ عقدہ کھلا — ارفع و اعلیٰ ہے تُو بعد از خدا ۱؎
لاجرم ہے تُو ہی ختم الانبیاءؐ

تُو ہے سرِّ ابتدائے زندگی — تیری ہستی منتہائے زندگی
تجھ سے وابستہ بقائے زندگی — تو حقیقی راہنمائے زندگی
لاجرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

تیرے دم سے ہم ہوئے خیر الامم — تیرے بڑھنے سے بڑھا اپنا قدم
تُو سراپا جُود ہے ابرِ کرم — ختم تیرے نام پر شانِ خَتَم ۲؎
لاجرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

سابقین و لاحقین از انبیاء — نقطۂ نفسی ترا اُن کی ضیاء
تیری خاتم سے انہیں منصب مِلا — سب ترے مظہر ہیں اَے خیر الورٰی
لاجرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

تجھ سے پہلے جس قدر تھے نامور — تھے وہ جن جن خوبیوں سے بہرہ ور
تُو ہے جامع سب کا قصّہ مختصر — تیرے سر ہے سہرۂ فتح و ظفر
لاجرم ہے تُو ہی ختم الانبیاء

فہرست مضامین کتاب "شانِ خاتم النّبیّینؐ"

نمبر شمار ——— مضمون ——— صفحہ

نمبر شمار ــــــــ مضمون ــــــــ	صفحہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

مضمون کا دوسرا حصّہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۰۵	خاتم النبیین کی تفسیر از روئے قرآن مجید۔	۲۱۰
۱۰۶	آیاتِ قرآنیہ سے نبی کی آمد کا ثبوت۔	۲۱۳
۱۰۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراجِ منیر ہونے کی تشریح۔	۲۱۷
۱۰۸	امام راغبؒ کے نزدیک اُمّت میں نبی کا آنا۔	۲۱۸
۱۰۹	امام راغب کے نزدیک اُمّتی نبی کا امکان از روئے قرآن مجید۔	۲۱۹
۱۱۰	خاتم النبیین کے لامِ تعریف کی حقیقت۔	۲۲۰
۱۱۱	مولوی محمد ادریس صاحب کے ایک شبہ کا ازالہ۔	۲۲۴
۱۱۲	خاتم کا استعمال حدیثِ نبویؐ میں۔	۲۲۶
۱۱۳	احادیثِ نبویہؐ سے ہمارے معنوں کی تائید۔	۲۲۷
۱۱۴	قصرِ نبوّت والی حدیث کی تشریح۔	۲۲۹
۱۱۵	ختمِ نبوت کی حقیقت کے بارے میں شیعوں کے مسلّمہ اقوال۔	۲۳۵
۱۱۶	میرے نظریہ اور تحقیق کے فوائد۔	۲۳۹
۱۱۷	خاتم کے محاورات کا حل۔	۲۴۱
۱۱۸	مسیح موعود اور خاتم الخلفاء کا مقام۔	۲۴۳
۱۱۹	خاتم المہاجرین والی حدیث کی تشریح۔	۲۴۴
۱۲۰	خاتم المہاجرین والی حدیث کا سیاق۔	۲۴۶
۱۲۱	قرائنِ وجہِ شبہ۔	۲۴۸
۱۲۲	ایک شُبہ کا ازالہ (متعلق معنیٰ خاتم المہاجرین)۔	۲۵۱
۱۲۳	خاتم کے انسانی القاب اور خدائی لقب میں فرق۔	۲۵۳
۱۲۴	ایک اعلان (متعلق محاورۂ خاتم)	۲۵۵

تمت

کتابت: محمد کریم الدین شاہد قادیان۔